سراپا رحمت

رحمت عالم ﷺ اور رفاہی کام



پروفیسر امیر الدین مہر

297.99
2 اسراپ
8002

رسالی اکیڈمی
میرپور خاص

Marfat.com

Marfat.com

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (القرآن)

سراپا رحمت

رحمتِ عالم ﷺ اور رفاہی کام

امیر الدین مہر

غزالی اکیڈمی
میرپور خاص

Marfat.com

تمام حقوقِ اشاعت بحقِ مؤلف محفوظ!

نام کتاب	:	سراپا رحمت
نام مؤلف	:	امیر الدین مہر (ریٹائرڈ پروفیسر دعوۃ اکیڈمی IIU اسلام آباد)
نظر ثانی	:	پروفیسر محمد شاہد رفیع، دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد
تقریظ	:	مولانا مفتی منیب الرحمٰن صاحب پروفیسر ڈاکٹر ثناء اللہ بھٹو صاحب
کمپوزنگ و لے آؤٹ	:	اسلامک ریسرچ اکیڈمی، کراچی
طابع	:	القادر پرنٹنگ پریس کراچی
ناشر	:	غزالی اکیڈمی، میر پور خاص
تعدادِ اشاعت	:	ایک ہزار
سالِ طباعت	:	2008ء
قیمت	:	..... روپے

297.9921
28 سراپ
۸۰۰۲۵

ملنے کے پتے

1) غزالی اکیڈمی۔ مکان نمبر 3-A، بلاک 2-A، سٹیلائٹ ٹاؤن، میر پور خاص
2) مکتبہ معارفِ اسلامی۔ D-35، بلاک۔5، فیڈرل بی ایریا، کراچی
3) فضلی سنز۔ اردو بازار، ٹیمپل روڈ، کراچی
4) مکی کتب خانہ۔ پاک شاپنگ مال، مدینہ مسجد، میر پور خاص
5) مدنی کتب خانہ۔ جامع مسجد، اسٹیشن روڈ، میر پور خاص

Marfat.com

القرآن الکریم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا o اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْہِ اللّٰہِ لَانُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآءً وَّلَا شُکُوْرًا o (الدھر:۸۔۹)

''اور اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (اور ان سے کہتے ہیں) ہم تمہیں صرف اللہ کی خاطر کھلا رہے ہیں۔ ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ''۔

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَۃَ o وَمَا اَدْرٰکَ مَا الْعَقَبَۃُ o فَکُّ رَقَبَۃٍ o اَوْ اِطْعَامٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَۃٍ o یَتِیْمًا ذَا مَقْرَبَۃٍ o اَوْ مِسْکِیْنًا ذَا مَتْرَبَۃٍ o ثُمَّ کَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَۃِ o اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَۃِ o (البلد:۱۱۔۱۸)

''بس اس نے دشوار گزار گھاٹی سے گزرنے کی ہمت نہ کی۔ اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی کیا ہے۔ کسی گردن کو غلامی سے چھڑانا، یا فاقہ کے دن کسی قریبی یتیم یا خاک آلود مسکین کو کھانا کھلانا۔ پھر (اس کے ساتھ یہ کہ) آدمی ان لوگوں میں شامل ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر اور (اللہ کی مخلوق پر) رحم کی تلقین کی۔ یہ لوگ ہیں دائیں بازو والے''۔

وَ فِیْٓ اَمْوَالِھِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ o (المعارج۱۰۱:۲۴۔۲۵)

''اور ان کے مالوں میں حق تھا سائل اور محروم کے لیے''۔

وَ فِیْٓ اَمْوَالِھِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ o لِّلسَّآئِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ o (المعارج۷۰:۲۴۔۲۵)

''اور جن کے مالوں میں سائل اور محروم کا ایک مقرر حق ہے''۔

Marfat.com

الحدیث المبارکہ

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ رَجُلًا سَئَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاِسْلَامِ خَیْرٌ؟ فَقَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامُ وَ تَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ اَوْلَمْ تَعْرِفْ

(صحیح بخاری. کتاب الایمان. باب اطعام الطعام من الاسلام)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا اسلام بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا: تم کھانا کھلاؤ اور سلام کرو ہر اُس شخص کو جسے تم پہچانتے ہو یا نہیں پہچانتے۔

حضرت حسن روایت کرتے ہیں کہ سعد بن عبادہ کی والدہ فوت ہوگئیں تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میری والدہ فوت ہوگئی ہیں، کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کروں؟

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : قَالَ اَیُّ الصَّدَقَۃِ اَفْضَلُ؟ قَالَ سَقْیُ الْمَاءِ. فَتِلْکَ سِقَایَۃُ سَعْدٍ بِالْمَدِیْنَۃِ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں صدقہ کرو۔ انہوں نے پوچھا کون سا صدقہ افضل ہے۔ آپؐ نے فرمایا پانی پلانا۔ پس مدینہ میں یہ سعد کی سبیل ہے۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عُوْدُوا الْمَرِیْضَ وَاَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَ فُکُّوا الْعَانِیَ. (صحیح البخاری)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیمار کی عیادت کرو، بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور قیدی کی رہائی کا انتظام کرو۔

عَنْ اَبِیْ رُقَیَۃَ تَمِیْمِ بْنِ اَوْسِ الدَّارِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الدِّیْنُ نَصِیْحَۃٌ. قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلّٰہِ وَ لِکِتَابِہٖ وَ لِرَسُوْلِہٖ وَ لِاَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ وَ عَامَّتِھِمْ

(صحیح البخاری ج ۱ ص ۳. رقم ۵۶)

حضرت تمیم بن اوس الداریؓ نے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دین سراپا خیر خواہی ہے۔ صحابہ کہتے ہیں کہ ہم نے پوچھا کس کے لیے خیر خواہی ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے لیے، اللہ کی کتاب کے لیے، اس کے رسول کے لیے، مسلمانوں کے سربراہوں اور ان کے عام لوگوں کے لیے خیر خواہی کرنا۔

Marfat.com

فہرستِ عنوانات

☆ تقریظ مولانا مفتی منیب الرحمٰن صاحب ۹

☆ تقریظ پروفیسر ڈاکٹر ثناء اللہ بھٹو صاحب ۱۰

☆ مقدمہ از مؤلف ۱۱

☆ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور رفاہی کام (سیرت کی روشنی میں) ۱۳

☆ اسلامی وفلاحی ریاست کا قیام ۱۴

☆ خاندانِ رسالت مآب اور خدمتِ خلق ۱۵

☆ نبی ﷺ کے قبلِ نبوت رفاہی کارنامے ۱۸

☆ تعمیر کعبہ میں حصہ لے کر قوم کو خونریزی سے بچانا ۱۹

☆ حلف الفضول میں شرکت ۱۹

☆ قبلِ نبوت کے کارناموں پر حضرت خدیجہؓ کا تبصرہ ۲۰

☆ بعثت کے بعد کے رفاہی کام ۲۱

☆ مقاصدِ بعثت ۲۱

☆ آپ ﷺ کی مخلوق سے خیر خواہی اور محبت وشفقت ۲۲

☆ مظلوم کو حق دلانا ۲۴

☆ ہجرت کے بعد کے رفاہی کارنامے ۲۵

☆ مسجدِ قباء اور مسجدِ نبوی کی تعمیر ۲۵

☆ مؤاخات قائم کرنا ۲۷

☆ میثاقِ مدینہ اور دیگر معاہدے ۲۸

☆ اوقاف کا قائم کرنا ۳۰

Marfat.com

☆ حضرت سلمانؓ کے لیے باغ لگانا	۳۱
☆ غزوۂ خندق اور اہلِ مدینہ کی حفاظت	۳۱
☆ آپ کا معجزۂ طعام، بھوکوں کو کھانا کھلانا	۳۳
☆ حاجت مندوں کی خدمت، ضرورت مندوں کی مدد	۳۵
☆ اجتماعی کاموں میں شرکت	۳۸
☆ مریضوں کی عیادت	۳۸
☆ معاشرتی باتوں کا لحاظ	۳۸
☆ مہمانوں کی خدمت	۴۰
☆ آپؐ کے مجموعی جود وسخا کے کارنامے	۴۱
☆ قیدیوں سے حسنِ سلوک	۴۲
☆ ثمال بن آثال سے حسنِ سلوک	۴۳
☆ صحابہ کی مالی ضرورتیں پوری کرنا	۴۴
☆ رفاعی کام (احادیث کی روشنی میں)	۴۷
☆ خدمتِ خلق کا وسیع تصور	۴۷
☆ رفاہی کام اور چھوٹی نیکیاں	۵۱
☆ تمام مخلوق کو فائدہ پہنچانے میں رضائے الٰہی	۵۴
☆ مسلمانوں کو خوش کرنا	۵۷
☆ ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنا	۵۹
☆ باہم تعاون کرنا	۶۳
☆ لوگوں کے درمیان صلح کرانا	۶۷
☆ نیک کام کی سفارش کرنا	۷۱
☆ غلاموں، خادموں اور نوکروں پر شفقت	۷۴
☆ انفرادی اور اجتماعی معاملات میں مشورہ لینا اور دینا	۷۶
☆ کسی کو صنعت یا حرفت سکھانا یا تعاون کرنا	۷۸

Marfat.com

☆ بیماروں کی عیادت کرنا ۸۰

☆ چھوٹوں کے حقوق ۸۲

☆ کسی کو کام یا روزگار سے لگانا ۸۶

☆ کھانا کھلانے میں ترغیب دینا اور تعاون کرنا ۸۹

☆ بڑی عمر کے افراد پر شفقت ۹۰

☆ مقروض سے نرمی کرنا ۹۳

☆ عزیزوں اور قریبوں سے حسنِ سلوک ۹۵

☆ معذوروں پر شفقت کرنا ۹۸

☆ مسکینوں اور سائلوں کی خبر گیری ۱۰۰

☆ بھوکے کو کھانا کھلانا ۱۰۳

☆ پانی پلانا اور مستقل بندوبست کرنا ۱۰۶

☆ ضرورت مند کو لباس فراہم کرنا ۱۰۸

☆ یتیموں کے حقوق اور ان پر شفقت ۱۱۰

☆ بچوں پر رحمت و شفقت کرنا ۱۱۲

☆ نکاح کے ضرورتمند اور حاجتمند کو نکاح کرانا ۱۱۵

☆ دین وملت کے خادموں کے خاندان سے حسنِ سلوک ۱۱۷

☆ قیدیوں سے حسنِ سلوک کرنا ۱۱۹

☆ بیوہ اور مطلقہ کے حقوق اور ہمدردی ۱۲۲

☆ عورتوں کے حقوق اور اُن سے حسنِ سلوک کرنا ۱۲۵

☆ تربیت و تعلیم اور اصلاح کا انداز ۱۲۸

☆ آپ ﷺ کی جاہلوں سے نرمی برتنا اور اُمت پر شفقت کرنا ۱۳۰

☆ باقی رہنے والی نیکیاں ۱۳۲

☆ اُمت کے لیے سہولت چاہنا ۱۳۳

☆ مظلوموں اور بے کسوں کی امداد ۱۳۵

Marfat.com

☆ مسافروں کے حقوق ۱۳۸

☆ جانوروں کے حقوق اوران پر شفقت ۱۴۰

☆ پرندوں کے حقوق اوران پر رحمت وشفقت ۱۴۲

☆ درختوں اور پودوں کی اہمیت ۱۴۴

☆ راستوں کے حقوق ۱۴۶

☆ حوالہ جات وماخذ ۱۵۰

☆ مؤلف کے حالاتِ زندگی ۱۵۸

☆ مؤلف کے دیگر تراجم وتصانیف ۱۵۹

Marfat.com

تقریظ

مفتی منیب الرحمٰن

صدر تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان

چیرمین مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان

مہتمم دارالعلوم نعیمیہ، کراچی

تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حوالہ نمبر _____

تاریخ _____

مولانا امیر الدین کی تالیف ''سراپا رحمت'' میں نے سرسری دیکھا ہے، تفصیلی مطالعے کی فرصت نہیں ملی۔ سیّد المرسلین رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ کے اصل اور مستند مآخذ کتب احادیث ہیں۔

کتب احادیث میں ''سنن''، ''جوامع'' اور ''مسانید'' وغیرہا ہیں، جن کی ترتیب کے اپنے اپنے اصول ہیں۔ عہدِ حاضر میں ضرورت اس امر کی ہے کہ مختلف عنوانات پر متفرق ذخیرۂ احادیث میں سے احادیث مبارکہ کو چُن چُن کر یک جا کیا جائے تاکہ ہر شعبہ زندگی سے وابستہ لوگ سیرتِ طیبہ کی روشنی میں اپنے لئے رہنما اصولوں اور اعلیٰ مثالوں کا تعین کر سکیں۔ مولانا امیر الدین ماشاء اللہ کثیر التصانیف ہیں، انہوں نے کافی محنت اور دقتِ نظر سے رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ، سوانح اقدس اور ذخیرۂ احادیث سے آپ ﷺ کی ''رفاہی خدمات'' سے متعلق گوہر ہائے نایاب اور جواہر پارے جمع کئے ہیں تاکہ پوری امت اور عالمِ انسانیت کو معلوم ہو کہ خیر کا اصل منبع و مصدر ذاتِ رسالت مآب ﷺ ہے، آپ ﷺ ہی حقیقی ''منارۂ ہدایت'' اور معیارِ ''خُلقِ احسن'' ہیں، بلکہ ہمارے نزدیک صرف وہی نمونہ اور قول و فعل خیر ہے، جس کی نسبت آپ کی ذات کے ساتھ قائم ہو اور جس کا اکتساب، استفادہ و استفاضہ آپ کی سیرتِ طیبہ سے کیا گیا ہو۔ ہمارے نزدیک حق کی حقانیت کے اور خیر کے خیر ہونے کا مستند و معتبر حوالہ صرف آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے۔ مولانا امیر الدین نے وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ اسوۂ مصطفیٰ ﷺ کو حوالہ بنا کر اُمّت کو خدمتِ انسانیت، حقوقِ حیوانات، سدِّ شر، فروغِ خیر اور فلاح کے ادارے قائم کرنے چاہئیں۔ مولانا اس علمی کاوش میں میری معلومات کی حد تک تا حال منفرد ہیں، میں ان کی تحسین کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اس کتاب کو قبولِ عام نصیب ہو اور عامۃ المسلمین اس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کریں۔

منیب الرحمٰن

﴿مفتی منیب الرحمٰن﴾

11، اکتوبر 2008ء

مرکزی دفتر

تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان

نعیمیہ سٹریٹ، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور

Ph : 042-6372499, Fax: 042-6372029

رابطہ دفتر

دارالعلوم نعیمیہ

بلاک 15 فیڈرل بی ایریا، کراچی

Ph : 92 21 6314508 Fax :92 21 6376888

www.naeemia.com mufti@naeemia.com

Marfat.com

تقریظ

الحمد لله و کفی سلام علی عبادہ الذین اصطفی والسلام علی اصحاب المصطفی وعلی آلہٖ الانقیا، اما بعد

دعوت وتبلیغ کے جو بڑے اور اہم ذرائع ہیں ان میں ایک اہم ذریعہ کتاب وقلم ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے **الم ذالک الکتاب وربک الاکرم الذی علم بالقلم اور والقلم وما یسطرون** فرما کر اس کی اہمیت کو واضح کر دیا۔ لہٰذا جو حضرات کتاب وقلم کے ذریعے یہ فریضہ انجام دیتے ہیں وہ بھی دعاۃ کے زمرے میں شامل ہیں اور اجر وثواب اور امت کے افراد کی طرف سے تشکر کے مستحق ہیں۔

میں اپنے رفیق کار اور علمی و دعوتی عمل کے ساتھی مولانا امیر الدین مہر سے تقریباً ۴۰ سال سے نہ صرف شناسا ہوں بلکہ اچھی طرح واقف کار ہوں۔ برسہا برس تک ایک ساتھ مقیم رہے اور سفر وحضر کے ساتھی بنے۔ مہر صاحب عرصہ چالیس سال سے دعوتی، تبلیغی اور اصلاحی موضوعات پر اس نوع کی کاوشیں اور کوششیں پیش کر رہے ہیں۔ اسلام کا رفاہی، اصلاحی، تعمیری اور کفالتی نظام ان کا خاص موضوع رہا ہے۔ اس سلسلے میں ان کی ایک کتاب رحمت ہی رحمت متعدد ایڈیشن طبع ہو چکی ہے۔ اس طرح اس موضوع پر ان کے مضامین اخبارات ورسائل میں طبع ہوتے رہتے ہیں۔

اس موضوع پر ان کی تازہ تصنیف سراپا رحمت (نبی ﷺ کی سیرت اور احادیث کی روشنی میں) نظر سے گزری۔ کتاب کے دو حصے ہیں۔ حصہ اول میں نبی ﷺ کی عملی سیرت کی روشنی میں ان کارناموں کو بیان کیا ہے جو آپؐ نے بعثت سے پہلے اور بعثت کے بعد مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں سرانجام دیئے۔

دوسرے حصے میں آپؐ کے ارشادات، فرمودات اور ہدایات کو احادیث صحیحہ کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ مولانا محترم نے احادیث کا یہ انتخاب صحاح، مسائید، سنن اور جوامع وغیرہ سے لیا ہے۔ اگر بعض احادیث کو کتب حدیث کے دوسرے درجے کی کتب سے لیا ہے تو اس کے تائیدی شواہد دوسری کتب سے بھی لیے ہیں۔ پھر ان احادیث کی تشریح وتوضیح اور تاویل وتحریج مشہور شروح احادیث اقوال سیرت صحابہ اور محدثین سے اخذ کی ہیں۔

مولانا مہر نے اسلام کے ایسے گوشے کو عام لوگوں کے سامنے نمایاں کیا ہے جس کی طرف عام لوگوں کی توجہ نہیں جاتی۔ اس طرح حقوق العباد میں عام لوگ غفلت برتتے ہیں۔ انہوں نے اس کام کو نبی اکرم صلعم کی سنت وسیرت کی روشنی میں واضح کیا ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولانا کی مساعی کو شرف قبولیت بخشے اور اسے صدقہ جاریہ بنائے اور انہیں۔۔۔۔ اجر جزیل سے نوازے۔ آمین

(ڈاکٹر ثناء اللہ بھٹو)
ڈین فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز
سندھ یونیورسٹی جام شورو، سندھ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ از مؤلف

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على رسوله الكريم والعاقبة للمتقين وعلىٰ آله واصحاب اجمعين، اما بعد۔ قرآن مجید، سیرت رسول، احادیث مبارکہ اور سیرت صحابہ کے مطالعے سے دین اسلام کا مجموعہ اس طرح سامنے آتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی بندگی قبول کر کے اور اسے اپنا کر اس کی عبادت میں اپنے آپ کو دیدے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ساتھ اطاعت کرے اور ابنائے بنی نوع انسانوں کی خدمت اپنی ذمہ داری سمجھ کر آخرت کے اجر وثواب کی نیت سے اور اللہ کی رضا کی خاطر کرے۔ اس میں تمام حقوق اللہ، حقوق العباد اور حقوق النفس شامل ہو جاتے ہیں اور ایک شخص کامل مومن اور سچا مسلمان بن جاتا ہے۔ اس بات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جوامع الکلم حدیث واضح القلم احادیث مبس اس طرح بیان فرمایا ہے۔ الدين نصيحة، قالو لمن يا رسول الله قال لله ولكتابه و لرسوله ولائمته المسلمين وعامنهم. دین خیر خواہی کا نام ہے پھر خیر خواہی کا دائرہ بیان فرمایا۔ اس خیر خواہی میں اللہ تعالیٰ، اس کی کتاب، اس کے رسول، مسلمانوں کے رہنماؤں اور ان کے عام لوگوں کی خیر خواہی شامل ہے اور اس کا دائرہ تمام انسانوں تک وسیع ہوتا ہے۔

موجودہ دور کے عام مسلمانوں کی حالت اور عمل و کردار دیکھ کر غیر مسلم اور خود بعض مسلمان یہ سمجھتے ہیں اسلام چند رسوم و رواج کا، چند ظاہری باتیں اختیار کرنے کا اور اسلام کے نام پر کھانے پینے اور لینے کا نام ہے۔ عملاً اسلام کے نام پر لینے، حاصل کرنے اور چندہ وصول کرنے کا کام زیادہ ہے جبکہ اسلام میں قربانی دینے، اپنی طرف سے دینے، اپنے اور اپنے بھائی کی ضرورت کو ترجیح دینے، اپنا مال، صلاحیت ابنائے جنس کے لیے خرچ کرنے کی ہدایت کی گئی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کے رفاہی اور اصلاحی کاموں کے کردار اور اعمال پر سیدہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا جامع تبصرہ بخاری شریف میں بیان ہوا ہے۔

''اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز کوئی تکلیف پہنچنے نہیں دے گا اس لیے کہ آپ صلۂ رحمی (رشتہ داروں کے

Marfat.com

حقوق ادا) کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، بے سہارا لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، جن کے پاس ضروریات زندگی نہیں ہے خود کما کر اُن کو دیتے ہیں، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کے معاملے تکلیف میں مبتلا شخص کی مدد کرتے ہیں یہ تمام باتیں حقوق العباد اور خدمت خلق اور انسانیت کی خدمت اور بھلائی کے ہیں۔ بعثت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹے بڑے انفرادی و اجتماعی خیر و بھلائی کے بہت سے رفاہی و اصلاحی کام سرانجام دیئے۔ ان میں سے چند تو اتنے نمایاں اور مشہور اور عظیم ہیں کہ دنیا ان کی مثال پیش نہیں کر سکی بلکہ وہ انہیں آپؐ کے عظیم کارنامے شمار کرتی ہے ان عظیم کارناموں میں مواخات اور میثاق مدینہ، غزوہ خندق اور دوسرے قیام امن کے معاہدے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں اپنے عمل و کردار، سیرت و سنت سے مثالیں پیش کی ہیں وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات، ہدایات و فرمودات اور قول و قرار سے رفاہی، اصلاحی، فلاحی اور سماجی باتوں کو بیان فرمایا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان فرمودات و ارشادات کو بہت سے علماء نے اربعینات احادیث کے نام سے جمع کیا ہے۔ ان علماء میں ابن ابی الدنیا، حافظ عبدالعظیم منذری اور الشیخ عطاء اللہ کوریجہ نذیل مکہ مکرمہ وغیرہ ہیں۔

احقر اس موضوع پر کافی وقت سے یعنی عرصہ بیس سال مطالعہ کرتا رہا ہے۔ مطالعہ، کتب کی ورق گردانی اور تلاوت قرآن کریم احادیث مبارک اور غور و فکر کی روشنی میں حاصل مطالعہ مرتب کرتا رہا، آخر اس کے نتیجے میں کتاب ''سراپا رحمت'' کی شکل کے قارئین کے لیے پیش خدمت ہے۔

میں نے کوشش کی ہے کہ موضوع یا عنوان پر دو تین احادیث، آیات قرآنی اور اقوال بزرگان پیش کروں۔ تاہم بعض موضوعات پر کتاب کے اختصار کی وجہ سے سیر حاصل تکمیل نہیں ہو سکی۔

قارئین کرام! اس کتاب میں صحیح اور علمی بات درست تاویل و تعبیر اور تشریح کے ساتھ ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا کرم و احسان ہے اور اگر کوئی سہو ہوا ہے اور غلط بات تحریر میں آئی ہے تو شیطان کا وسوسہ اور میری دینی کوتاہی ہے۔ لہٰذا اہل علم سے گزارش ہے کہ مجھے میری کوتاہی، سہو اور لغزش پر متنبہ فرمائیں۔ نہ صرف اپنی اصلاح کروں گا بلکہ کتاب کے آئندہ ایڈیشن میں تصحیح کروں گا اور مصلح کے لیے دعا کروں گا۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت تواب الرحیم،
سبحانک اللھم و بحمدک و نستغفرک واتوب الیک انک انت الغفور الرحیم.

Marfat.com

حضرت محمد ﷺ اور رفاہی کام

جب ہم رفاہی کاموں کا جامع تصور اور وسیع دائرہ سامنے رکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور رفاہی کاموں کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں اور دوسری مخلوقات کی جس قدر خدمت کی، اُن کی بھلائی کے لیے جتنی محنت و مشقت کی اور ان کے لیے تکلیفیں جھیلیں، اور جتنی ہمدردی وغم خواری کی ہے (۱) دنیا کے کسی مصلح، مربی اور خیر خواہ و بہی خواہ نے کی ہوگی۔ انسانوں کی بھلائی کی جتنی باتیں ہیں اور ان کی بہتری و خیر خواہی کے جتنے کام ہیں وہ سب آپ ﷺ نے ان کے سامنے رکھے، پھر ذہن نشین کرائے اور خود اُن پر عمل کر کے دکھایا۔ اُن کے نقصانات کی جتنی باتیں ہیں اور جتنے برے اخلاق و کردار ہیں، اُن سے انہیں خبردار کیا اور اُنہیں برے انجام سے بچانے کی پوری پوری کوشش کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگر خدمتِ خلق کے رواجی اور چھوٹے چھوٹے کام نہ بھی کرتے تو بھی آپ ﷺ کا یہ کارنامہ ایسا عظیم ہے کہ ان تمام کاموں پر بھاری ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

الٓرٰ ۟ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ (۱)

الف لام را، (اے محمد) یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے تمہاری طرف نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کو (اُن کے رب کی توفیق سے) تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاؤ، اُس اللہ کے راستے پر جو زبردست اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے۔

الظلمات سے مراد انسانی زندگی سے تعلق رکھنے والی کئی قسم کی تاریکیاں ہیں جیسے کفر و شرک، جہالت و نادانی، بدعات و خرافات، معاشرتی رسوم و رواجات، معاشی ظلم و زیادتیاں، اخلاقی برائیاں و خرابیاں، غلط اوہام و تصورات، طبقاتی نظام کے نقصانات اور جاہلیت کی باتیں وغیرہ۔ ان سب تاریکیوں سے نکالنے کی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور قرآن جیسی عظیم کتاب کے ذریعے آپ ﷺ نے یہ کارنامہ سرانجام دیا۔ اس آیت کی تفسیر میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں ''اور مقصد بھی اس قدر اعلیٰ و ارفع ہے کہ جس سے بلند تر کوئی مقصد ہو نہیں ہوسکتا۔ وہ یہ کہ اللہ کے حکم و توفیق سے تمام دنیا کے لوگوں

Marfat.com

کو خواہ عرب ہوں یا عجم، کالے ہوں یا گورے، مزدور ہوں یا سرمایہ دار، بادشاہ ہوں یا رعایا، سب کو جہالت واوہام کی گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نکال کر معرفت وبصیرت اور ایمان وایقان کی روشنی میں کھڑا کرنے کی کوشش کی جائے''۔(۲)

انسان شرک وتوہمات کی وجہ سے در در کی ٹھوکریں کھاتا پھرتا تھا، ہر چیز سے ڈرتا تھا۔ ہر حجر وشجر کے سامنے سجدہ ریز ہوتا تھا، اپنی مرادیں مانگتا تھا اور چڑھاوے چڑھاتا اور قربانیاں کرتا تھا، اسے ان تمام موہومات ومذعومات سے نکال کر آپ ﷺ نے ایک اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے سامنے جھکایا، ان سب باطل معبودوں سے نجات دلائی، اور اُسے نیکی وبدی، حرام وحلال اور جائز وناجائز کا شعور دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کی جان، مال، عزت وآبرو کو تحفظ عطا کیا اور امن وسکون سے رہنا سکھایا اور تمام انسانوں کو تعلیم دے کر اخوت وبھائی چارے پر مبنی معاشرے کی تشکیل فرمائی۔

آپ ﷺ نے حقوق وفرائض کا جامع اور کامل ترین نظام عطا کیا۔ ایسا نظام جس میں ہر شخص کے فرائض وحقوق متعین کئے، اُن کی حدیں واضح کیں اور ان کا عملی نمونہ اپنی حیاتِ طیّبہ اور اپنے صحابہؓ کی زندگیوں میں عملاً برپا کیا۔

آج امتِ مسلمہ میں خدمتِ خلق اور رفاہِ عامہ کا جتنا کام ہو رہا ہے یہ سارا کام آپ ﷺ کی جامع تعلیمات کا پَرتو ہے۔ آپ کے ان تمام کاموں کو دنیا اجزا کی شکل میں اپنے اپنے طور پر انجام دے رہی ہے۔ کوئی لوگوں کو شرک وتوہمات سے نجات دلا رہا ہے، کوئی فرسودہ رسوم ورواجات سے ان کی گلوخلاصی کرا رہا ہے، کوئی پیاسوں کو پانی پلا رہا ہے، کوئی بھوکوں کو کھانا کھلا رہا ہے، کوئی قیدیوں کو قید سے نجات دلا رہا ہے، کوئی بیماروں کی خدمت کر رہا ہے، اور کوئی معذوروں اور بے سہارا لوگوں کا سہارا بن رہا ہے۔ ان تمام کاموں کو آپ ﷺ نے اپنے قول وفعل اور عمل سے سرانجام دیا۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

حسنِ یوسف دم عیسیٰ، یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اسلامی وفلاحی ریاست کا قیام

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدمتِ خلق اور رفاہِ عامہ کے کام کو صرف وعظ وتبلیغ اور ترغیب وتحریص تک محدود نہیں رکھا اور نہ صرف چند انفرادی کارنامے سرانجام دینے پر اکتفا فرمایا، بلکہ، اس مقصد کے

Marfat.com

لیے ایک اسلامی وفلاحی ریاست قائم کر کے دکھائی۔ ایسی ریاست جس میں تمام انسانی ضروریات کا بندوبست ہو، جس سے انسان امن وآشتی اور آزادی وحریت سے اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے دوڑ دھوپ کر سکے، کاروبار وتجارت کر سکے اور اپنی جان، عزت وآبرو اور اپنے مال واسباب کا حکومت کی طرف سے تحفظ پائے۔

آج کل کی مہذّب وترقی یافتہ دنیا میں فلاحی ریاست کا جو اعلیٰ سے اعلیٰ تصور ہے وہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال پہلے اُس دور کے بگڑے ہوئے معاشرے میں اسلامی ریاست کی صورت میں قائم کر کے دکھایا۔ مزید برآں اس کام کو خلفائے راشدینؓ نے چار چاند لگائے، جو تاریخِ عالم کا ایک سنہری باب ہے۔

یہ چند اُصولی باتیں تھیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاحی ورفاہی کاموں کے لیے سرانجام دیں۔ اب مختصراً بطورِ تمثیل چند انفرادی کام جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وقتاً فوقتاً قبلِ نبوّت، بعدِ نبوّت مکی اور مدنی ادوار میں سرانجام دیے، اُن کا ایک جائزہ لیتے ہیں۔

خاندانِ رسالت اور خدمتِ خلق

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمتِ خلق کے حوالے سے چند کارنامے بیان کرنے سے پہلے ایک نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباواجداد کے چند رفاہی کاموں پر ڈالتے ہیں۔ آپ ﷺ کے جدِّ امجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے من جملہ دیگر دعوتی کارناموں، رفاہی کاموں اور قربانیوں کے اُن کا ایک کارنامہ مہمان نواز ہونا ہے۔ قرآنِ مجید نے جہاں اُن کی حیاتِ طیّبہ کی تفصیل بیان کی ہے وہاں اُن کا ایک کارنامہ مہمان نوازی اور مہمانوں کی خدمت کا بیان کیا ہے۔ عام مشہور ہے کہ جب تک کوئی مہمان اُن کے ساتھ کھانا کھانے والا نہیں ہوتا تھا تو وہ کھانا نہیں کھاتے تھے۔ قرآنِ مجید بیان کرتا ہے کہ وہ مہمانوں کی آمد پر بچھڑا ذبح کر کے بھون کر لائے اور اُن کے سامنے پیش کیا (۳)

آپ ﷺ کے قریبی آباواجداد کی جو خدمات تاریخ، سیرت اور احادیث کی کتب میں بیان ہوئی ہیں، اُن میں حجاجِ کرام کی خدمت خاص طور پر نمایاں ہیں۔ ان خدمات میں سے بڑے چار کام یہ ہیں

۱۔ **الرِفادہ:** حجاجِ کرام جب حج کے لیے آتے اور اُن میں سے جو لوگ اپنے کھانے کا بندوبست نہیں کر سکتے تو اُن کے کھانے کا انتظام قریش کی طرف سے کیا جاتا اور اُن کے واپس ہونے تک اُن کو کھانا ملتا رہتا تھا۔

Marfat.com

۲۔ **السِقایہ:** مکہ مکرمہ میں پانی کی عام طور پر تنگی رہی ہے۔ زم زم کا پانی کعبۃ اللہ اور اُس کے ارد گرد کے لوگوں کے لیے تھا۔ چنانچہ قریش نے تقسیم کار کر کے تمام حاجیوں کو حرم، منیٰ اور عرفات میں پانی پہنچانے اور پلانے کا کام اپنے ذمے لیا ہوا تھا۔ زم زم کے کنویں پر بھی یہ لوگ موجود رہتے اور پانی کھینچ کر لوگوں کو سیراب کرتے تھے۔

۳۔ **الحِجابہ:** کعبۃ اللہ کی دیکھ بھال، اس میں آنے والے تحائف و ہدایا کی وصولی اور اُس کی کلید برادری کی خدمت ان کے ذمے تھی۔ نیز اس کی مرمت و تعمیر بھی ان کے ذمے تھی۔

۴۔ **دارالندوہ اورا للواء:** بڑے اہم معاملات کے لیے قریش کی زیرنگرانی دارالندوہ یعنی مشورے اور فیصلے کرنے کی جگہ ان کے پاس تھی۔ نیز کسی لڑائی وغیرہ کے موقع پر پرچم ان کے پاس ہوتا تھا (۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پردادا ہاشم بڑی معروف شخصیت گزری ہے۔ ان کا اصلی نام عمرو تھا۔ پھر اُن کے ایک کارنامے کی وجہ سے ہاشم مشہور ہو گیا۔ اس کا مختصر تذکرہ آ رہا ہے۔ ان کے دو کارنامے جو کہ خالصتاً خدمتِ خلق اور رفاہی کام ہیں، نہایت مشہور ہیں۔ ہاشم بن عبد مناف نے سب سے پہلے قریش میں یہ دستور جاری کیا کہ سال میں دو مرتبہ تجارت کے لیے قافلے روانہ ہوا کریں گے۔ موسم گرما میں قافلہ شام کی طرف جاتا، جو لق و دق بیابانوں کو طے کرتا ہوا شام، غزہ، فلسطین اور انقرہ (انگوزہ) جا پہنچتا جو اس وقت قیصرِ روم کے زیرِ تسلط تھا۔ قیصرِ روم سے ہاشم نے قافلے کے اُن کے ملک میں آنے اور کاروبار کرنے کی اجازت لی ہوئی تھی۔ موسمِ سرما میں شمال کی طرف سردی اور برف باری ہوتی تھی اور یمن کی طرف گرمی ہوتی تھی۔ لہٰذا موسمِ سرما میں عربوں کے قافلے ریگستانوں کو طے کرتے ہوئے یمن جاتے، اور سمندری راستے سے آئی ہوئی اشیاء خرید کر اور کاروبار کر کے واپس لوٹتے۔ یہاں شاہِ حبشہ کی حکومت کی تھی، جناب ہاشم نے ان سے پروانۂ تجارت لیا ہوا تھا۔ اسی بات کو شاعر نے اس طرح بیان کیا ہے:

سفرین سَنَّھما له و لقومه سفر الشتاء ورِحلة الاصياف

ہاشم نے اپنی قوم کے لیے دو سفروں کا طریقہ جاری کیا ایک سفر سردیوں کا اور ایک سفر گرمیوں کا۔ (۵)

قرآنِ مجید نے اسی عمل کو قریش کے لیے نعمت و رحمت گناتے ہوئے اس طرح بیان کیا:

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ۙ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ ۚ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ ۙ الَّذِیْ

Marfat.com

اَطْعَمَهُمْ مِّن جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝ (٦)

''چونکہ قریش مانوس ہوگئے یعنی جاڑے اور گرمی کے سفروں سے مانوس۔ لہٰذا ان کو چاہیے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں جس نے انہیں بھوک سے بچا کر کھانے کو دیا اور خوف سے بچا کر امن عطا کیا''۔

ہاشم کا دوسرا کارنامہ جس کی وجہ سے اُن کا نام ہاشم مشہور ہوا یہ ہے کہ ایک مرتبہ مکے میں قحط پڑا اور لوگ بھوک سے نڈھال اور لاغر ہوگئے۔ اسی حالت میں انہوں نے اپنے اونٹ ذبح کیے، ان کا گوشت پکوایا اور شوربے میں روٹیاں چُور کر اہلِ مکہ کو کھلائیں اور یہ عمل حج کے دنوں میں بھی جاری رہتا۔ اس لیے ان کو ہاشم (روٹیاں چورنے والا) کہنے لگے۔ اسی طرح اُن کا دسترخوان بہت وسیع تھا جو مسافروں، غریبوں اور اجنبیوں کے لیے ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ (٧)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سگے دادا عبدالمطلب (المولود ٤٩٧ء) ہیں۔ یہ جود وسخا میں ہاشم سے بھی بڑھ کر تھے۔ اُن کی مہمان نوازی انسانوں سے گزر کر چرند و پرند تک پہنچ گئی تھی اس کی وجہ سے عرب کے لوگ ان کو فیاض اور مُطعِم طیر السماء (آسمانوں کے پرندوں کو کھانا کھلانے والا) کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ (٨) ان کے دو بڑے رفاہی کارناموں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

چاہِ زم زم کو کھودنا: آپ نے چاہِ زم زم کو از سرِ نو کھود کر کشادہ کیا، اور پھر اس کے اردگرد بڑے حوض بنوائے، جن میں پانی بھر کر حاجیوں اور مسافروں کو پلاتے تھے۔ (٩)

نذر پوری کرنا: عبدالمطلب نے نذر مانی تھی کہ میرے دس بیٹے ہوجائیں تو ایک بیٹے کو اللہ کے نام پر قربان کردوں گا۔ جب دس بیٹے ہوگئے تو نذر پوری کرنے کے لیے قرعہ ڈالا تو سب سے پیارے بیٹے عبداللہ (والد نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام نکلا۔ اب ان کو لے کر ذبح کرنے کے لیے حرم کی طرف چلے۔ اس پر جناب عبداللہ کی بہنیں چلانے لگیں اور آخرکار یہ طے ہوا کہ عبداللہ ایک طرف اور دس اونٹ دوسری طرف کر کے قرعہ ڈالا جائے۔ اس پر قرعہ اندازی کی گئی تو عبداللہ کا قرعہ نکلا، اس پر عبدالمطلب دس، دس اونٹ بڑھا کر قرعہ ڈالتے گئے مگر قرعہ عبداللہ کے نام ہی نکلتا تھا، آخر جب سو اونٹ ہوئے تو قرعہ اونٹوں کے نام نکلا۔ پھر انہوں نے سو اونٹ صفا اور مروہ کے درمیان ذبح کیے، اس عمل کی وجہ سے آپ ﷺ کو ابن الذبیحین کہا جاتا ہے۔ (ایک حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی اور ایک جناب عبداللہ کی قربانی) اس میں خدمتِ خلق کا پہلو یہ ہے کہ لوگوں نے پیٹ بھر کر گوشت کھایا اور اپنی غذائی ضرورت پوری کی۔ (١٠)

Marfat.com

جناب عبدالمطلب اخلاق کی تعلیم بھی دیتے رہتے تھے، جیسے لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے روکنا، شراب اور زنا سے دور رہنے کی تلقین وغیرہ۔ (۱۱)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آبا و اجداد کے رفاہی اور خدمتِ خلق کے کاموں کے یہ چند تذکرے ہیں جو مختصراً بیان کئے گئے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے قبل النبوۃ رفاہی کارنامے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل نبوت خدمتِ خلق اور رفاہِ عامہ کے متعدد کارنامے سرانجام دیے ہیں، لیکن سیرت و تاریخ میں اس دور کی بہت ہی کم باتیں مذکور ہیں۔ چنانچہ اس دور کے بارے میں حضرت خدیجہؓ کا ایک اہم اور جامع تبصرہ ایسا موجود ہے کہ جس سے اس دور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلمکے کاموں کا اندازہ ہوتا ہے، اسے ہم آگے بیان کریں گے۔

کعبۃ اللہ کی تعمیر میں حصہ لینا کعبۃ اللہ کی دیواریں گردشِ زمانہ اور سیلاب اور بارشوں سے زبوں ہوگئیں تو قریش نے اسے دوبارہ تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا۔ تعمیر کے لیے پتھر حرم کے شمالی جانب جبلِ کعبہ سے ڈھوکر لاتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پتھر ڈھونے والوں کے ساتھ پتھر کندھے پر اٹھا کر لاتے تھے۔ اس طرح آپ ﷺ نے تعمیرِ کعبہ میں حصہ لیا (۱۲) کعبۃ اللہ مسلمانوں کو تفرقے اور علیحدگی سے بچا کر ایک مرکز پر جمع کرنے کا کارنامہ سرانجام دیتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان بلکہ مکہ مکرمہ کے تمام باشندوں کا بڑا ذریعۂ معاش تجارت تھا جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے، کہ یہ لوگ قافلوں کی صورت میں شمال و جنوب کا تجارتی سفر کرتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے قبلِ نبوت شمال کی طرف متعدد تجارتی سفر کیے۔ ان سفروں میں آپ کی امانت و دیانت نمایاں ہوکر لوگوں کے سامنے آئی۔ پھر روزمرہ کی عام زندگی میں آپ کی عفت و پاک دامنی، نیکی و نیک نامی، شرافت و نجابت، شرم و حیا، طہارت و پاکیزگی، اخلاق و کردار اور حق جوئی و حق گوئی ہر ایک کے سامنے تھی۔ لہٰذا آپ ﷺ صادق اور امین کے لقب سے مشہور ہوگئے۔ نبوت سے پہلے آپ کی صداقت و امانت پر ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔ یہ واقعہ انسانوں کے ساتھ حسن خلق و حسنِ معاملہ کا بہترین نمونہ ہے۔

عبداللہ بن ابی الحمساءؓ سے روایت ہے کہ میں نے بعثت سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک کاروباری معاملہ کیا، میرے ذمے اس کی کچھ ادائیگی باقی تھی، میں نے عرض کیا کہ میں ابھی لے کر

Marfat.com

آتا ہوں، اتفاق سے گھر جانے کے بعد اپنا وعدہ بھول گیا تین روز کے بعد یاد آیا کہ میں آپ سے واپسی کا وعدہ کر کے آیا تھا، یاد آتے ہی فوراً وعدہ گاہ پر پہنچا تو آپ کو منتظر پایا۔ آپ ﷺ نے صرف اتنا فرمایا کہ تم نے مجھے زحمت دی، میں تین روز سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ (۱۳)

عبداللہ بن سائب کہتے ہیں کہ میں زمانۂ جاہلیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کا شریکِ تجارت تھا۔ جب مدینہ منورہ حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو پہچانتے ہو؟ میں نے کہا کیوں نہیں، آپ تو میرے شریکِ تجارت تھے اور کیا ہی اچھے شریک، پھر انہوں نے کہا **لا تداری ولا تماری** نہ کسی بات کو ٹالتے اور نہ ہی کسی بات پر جھگڑتے تھے۔ (۱۴)

قوم کو خونریزی سے بچانا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۳۵ سال کے لگ بھگ تھی کہ اس دوران قریش نے کعبۃ اللہ کی تعمیرِ نو کا فیصلہ کیا۔ کعبۃ اللہ کی عمارت بنانے میں تو سب شامل تھے، مگر جب حجرِ اسود نصب کرنے کا وقت آیا تو ان میں سخت اختلاف ہو گیا، کیونکہ ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ یہ کام اس کے ہاتھوں سرانجام پائے، چار دن تک برابر یہی جھگڑا چلتا رہا اور قریب تھا کہ تلواریں کھینچ لی جائیں اور خونریزی شروع ہو جائے۔ آخر ابوامیہ بن مغیرہ نے جو قریش میں سب سے بڑی عمر کا تھا، یہ رائے دی کہ کسی کو حکم بنا کر اس کے فیصلے پر عمل کریں چنانچہ اس رائے کو مانا گیا اور طے ہوا کہ اب جو شخص حرم میں سب سے پہلے آئے گا وہی سب کا حَکم سمجھا جائے گا۔ یہ بات طے ہوئی تھی کہ آنحضرت ﷺ تشریف لے آئے، آپ کو دیکھتے ہی سب نے کہا کہ **ھٰذا الامین رضیناہ** "امین آ گیا، ہم اس کے فیصلے پر رضامند ہیں"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دانائی اور معاملہ فہمی سے ایسی تدبیر کی کہ سب خوش ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ایک چادر بچھائی اور اس پر حجرِ اسود اپنے ہاتھ سے رکھا پھر ہر ایک قبیلے کے سردار کو کہا کہ سب سردار چادر کو پکڑ کر اٹھائیں، اس طرح اس پتھر کو وہاں تک لے گئے جہاں اسے نصب کرنا تھا، آپ ﷺ نے پھر اسے اٹھا کر اس کی اپنی جگہ یعنی کعبۃ اللہ کے کونے اور طواف کی جگہ پر لگا دیا۔ (۱۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مختصر اور بہترین تدبیر سے ایک خوف ناک جنگ کا انسداد کر دیا، ورنہ اس وقت کے اہلِ عرب میں ریوڑ کے پانی پلانے، گھوڑوں کے دوڑانے، اشعار کہنے اور ایک قوم کو دوسری قوم سے اچھا کہنے پر جیسی ذرا ذرا سی باتوں پر ایسی جنگ ہوتی تھی کہ دو دو ہائیوں تک ختم ہونے کو نہ آتی تھی۔

حلف الفضول میں شرکت: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک جب بیس سال کے لگ

Marfat.com

بھگ تھی ایک اہم معاہدے کی تجدید ہوئی، اس معاہدے کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ عرب ممالک کی عام بدامنی، راستوں کے خطرناک ہونے، مسافروں کے لٹنے اور غریبوں پر زبردستوں کے ظلم نے چند باشعور اور دردمند لوگوں کو مجبور کیا کہ وہ اس کا تدارک کریں، چنانچہ ایسا جذبہ رکھنے والے کچھ لوگ جمع ہوئے ان میں چند لوگ فضل بن فضالہ، فضل بن وداعہ اور فضل بن حارث نام کے تھے، انہوں نے ایک معاہدہ مرتب کیا، جو اُن کے نام پر حلف الفضول کے نام سے مشہور ہوا۔ (۱۶)

نبی ﷺ کی امن پسندی: حرب فجار جو واقعۂ فیل کے بعد بڑا واقعہ ہے، جس میں بہت خونریزی ہوئی تھی، اس کے نتیجے میں حجاز میں بڑی بدامنی ہوگئی تھی۔ چنانچہ زبیر بن المطلب کی تحریک پر اور بقول سلیمان منصور پوری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریک پر بنو ہاشم اور بنو تمیم دونوں عبداللہ بن جُدعان کے گھر جمع ہوئے اور حلف الفضول کی تجدید کی، اس معاہدے میں چار اہم شقیں تھیں اور ہر ممبر اس کا اقرار کرتا تھا۔ ۱۔ ہم ملک سے بدامنی دور کریں گے۔ ۲۔ مسافروں کی حفاظت کیا کریں گے۔ ۳۔ غریبوں کی امداد کرتے رہا کریں گے۔ ۴۔ اور ہم زبردست کو زیر دست پر ظلم کرنے سے روکیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس معاہدے میں شریک تھے اس کے نتیجے میں پھر کسی قدر امن قائم ہوگیا۔ آپ ﷺ اس معاہدے کا ذکر کرکے فرماتے تھے کہ اس معاہدے کے مقابلے میں مجھے سرخ اونٹ بھی دیے جاتے تو ہرگز پسند نہ کرتا اور اگر زمانۂ اسلام میں بھی اس قسم کے معاہدے کی طرف بلایا جاؤں تو اس کی شرکت کو ضرور قبول کروں گا۔ (۱۷)

قبلِ نبوت کارناموں پر جامع تبصرہ

نبوت سے قبل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ خلق کے اہم کارنامے تفصیل سے تو نہیں ملتے، البتہ ایک روایت جو امام بخاری اور مسلمؒ اور بعض دیگر محدثین نے حضرت خدیجہؓ کی زبانی بیان کی ہے، وہ روایت آپ کی حیاتِ مبارکہ کے اس پہلو سے پردہ اٹھاتی ہے کہ نزولِ وحی سے پہلے آپ ﷺ کس قسم کے کارنامے سرانجام دیتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے فرمایا:

كَلَّا، وَاللّٰهِ لَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا، اِنَّكَ تَصِلُ الرَّحِمَ، وَ تَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتُكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ، وَتَقْرِى الضَّيْفَ، وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ (۱۸)

ہرگز نہیں، آپ اطمینان رکھیں۔ اللہ کی قسم، اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی گز ند نہیں پہنچنے دے گا، آپ تو صلۂ رحمی کرتے ہیں، بے سہارا لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، ناداروں کو کما کر دیتے

Marfat.com

ہیں، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کی راہ میں آنے والی باتوں میں مدد کرتے ہیں"۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ جیسی زیرک، دانا، جہان دیدہ اور تجربہ کار خاتون نے یہ باتیں نہ تو بے بنیاد کہی ہیں اور نہ ہی جھوٹ موٹ کہی ہیں، بلکہ یہ آپؐ کے بارے میں ان کے چشم دیدہ اور آزمودہ واقعات وصفات ہیں جو آپ میں موجود تھیں۔ اس سے اندازہ کیجیے کہ آپ ﷺ اس دور میں خدمتِ خلق کا یہ عظیم کام کس وسعت سے سرانجام دیتے تھے۔ کیا آج کے دور کا بڑے سے بڑا انسان اس قسم کے ہمہ جہت کام بنفس نفیس خود سرانجام دیتا ہے یا دے سکتا ہے۔

بعثت کے بعد کے رفاہی کارنامے

آپ ﷺ کی بعثت کے مقاصد : دنیا کے بہترین مصلحین کے جو کارنامے گنوائے جاتے ہیں، اُن میں سرِ فہرست انسانوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنا، انہیں گندی اور خراب عادات واطوار سے نکالنا اور اخلاقِ حسنہ کا پیکر اور اچھا شہری بنانا ہے۔

قرآنِ مجید نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے جو چار اہم مقاصد بیان کئے ہیں ان میں یہ کارنامے شامل ہیں۔ ان مقاصد کے حصول وتکمیل کے لیے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے آج سے تقریباً چار ہزار سال قبل اللہ تعالیٰ سے آپ کو مانگا تھا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (۱۹)

اے رب، اِن لوگوں میں تُو انہی کی قوم سے ایک رسول اٹھائیو، جو اِنہیں تیری آیات سنائے، اِن کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور اِن کی زندگیاں سنوار دے، تو بڑا ہی مقتدر اور حکیم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کو شرفِ قبولیت بخشا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت اس کا اعلان فرمایا اور آپ ﷺ کی بعثت کو بلاواسطہ عربوں پر اور بالواسطہ تمام انسانوں پر ایک عظیم احسان قرار دیا اور اس کی قدر شناسی کی تاکید کی۔ (۲۰) اور آپ کی نبوت ورسالت اور آپ ﷺ کی بعثت کے مقاصد کے قیامت تک باقی رہنے کا اعلانِ کیا۔ فرمایا

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ

Marfat.com

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (۲۱)

وہی ہے جس نے امیوں کے اندر ایک رسول خود انہی میں سے اٹھایا جو انہیں اس کی آیات سناتا ہے ان کی زندگی سنوارتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

ان آیتوں میں چار مقاصد نمایاں طور پر بیان کئے گئے ہیں۔ تلاوتِ آیات، تعلیمِ کتاب، تعلیمِ حکمت اور تزکیہ۔ ان مقاصد کا تفصیلی بیان اور شرح تفسیروں میں مذکور ہے۔ البتہ تزکیے کے بارے میں ایک مختصر سا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ اس کا مادہ زک ی ہے اسی سے کلمۂ زکوٰۃ نکلا ہے، اور اسی سے تزکیہ بنا ہے اس کے لفظی معنی میں کسی چیز کو خرابی، گندگی اور نقص سے صاف کرنا، پھر اس میں خوبیاں اور اچھائیاں بھرنا (۲۲)۔ اس معنی کا لحاظ کرتے ہوئے اس کا مفہوم ہے اخلاق و عادات، معاشرت و معیشت، رسوم ورواجات اور تمدن وسیاست کی جو خرابیاں ہیں انہیں ان میں سے نکالنا، انہیں پاک کرنا پھر ان میں ان باتوں کی اچھائیاں اور خوبیاں بھرنا اور انہیں سنوارنا، جِلا دینا، پروان چڑھانا اور اُن کی تکمیل کرنا (۲۳)

یہ وہ عظیم مقاصد اور اہم مشن ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے لیے لے کر آئے، پھر اِس کی تکمیل کے لیے آپ ﷺ نے دن رات کام کیا اور آخر کار کامیاب ہوئے۔ ہزاروں، لاکھوں لوگوں کی زندگیاں آپ ﷺ نے خود سنواریں اور ان کو کامل ترین انسان، معاشرے کا بہترین فرد اور دوسرے انسانوں کا رہنما و رہبر کیا۔ بعد میں اس کام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکاروں اور عقیدت مندوں نے آگے بڑھایا۔ اس طرح ان چاروں مقاصد کی دنیا میں تکمیل ہوئی۔

آپ ﷺ کی مخلوق سے خیر خواہی و محبت: آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں کے خیر خواہ و بہی خواہ تھے، اُن کی بھلائی و بہتری کے لیے فکر کرنے والے، اُن پر رحم کھانے والے اور شفقت کرنے والے تھے، جو کام اور جو بات انسانوں کی دنیا و آخرت کے لیے نقصان دہ اور ضرر رساں ہے اس سے آپ کو سخت تکلیف پہنچتی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس کیفیت کو اس طرح بیان کیا ہے:

لَقَدْ جَآئَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (۲۴)

دیکھو تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے، تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق گزرتا ہے، تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے، ایمان لانے والوں کے لیے وہ شفیق

۸۰۰۲۵

Marfat.com

اور رحیم ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وقت اپنی امّت کا خیال رہتا تھا، اس کی دنیوی اور اُخروی فلاح کے لیے فکر مند رہتے تھے۔ اُس کی ہر قسم کی خرابیوں سے آپ کو تکلیف ہوتی تھی اور ان پر کڑھتے رہتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی تعلیم و تربیت، اپنے اُسوۂ حسنہ، اپنے ارشادات و فرمودات اور اپنے اوامر و نواہی سے کوشش کی کہ آپ کی امت تمام اخلاقی خرابیوں اور عیوب سے پاک رہے اور اخلاقی خوبیوں سے مزین ہو

بے غرض خدمت: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی اور انسانوں کی جتنی بھی خدمت کی، اصلاح و تبلیغ کا کام کیا، اُن کی تعلیم و تربیت کی اور اُن کی روحانی و اخلاقی تربیت کی، اس سے آپ ﷺ کی کوئی دنیاوی غرض وابستہ نہیں تھی۔ آپ نے کسی سے کبھی کوئی معاوضہ طلب نہیں کیا، کسی پر کوئی احسان نہیں جتایا، کسی کو کوئی ذہنی تکلیف نہیں دی اور اس کی تشہیر نہیں کی، یہ تمام کام محض اللہ کی رضا جوئی اور اپنے فرائض کی ادائیگی کے لیے کیا تھا۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَمَا تَسْئَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ط اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ (۲۵)

حالانکہ تم اس خدمت پر ان سے کوئی اجر بھی نہیں مانگتے ہو، یہ تو نصیحت ہے جو دنیا والوں کے لیے عام ہے۔

یہی وہ اہم فرق ہے جو رفاہی کام آخرت سے کٹ کر، اس کا تصور و عقیدہ درمیان سے نکال کر کیے جاتے ہیں ان میں وہ خیر و برکت اور پذیرائی نہیں ہوتی، اور نہ ہی اس کام کا آخرت میں کوئی ثمرہ سامنے آئے گا۔ بس چند دن کی واہ واہ ہو جاتی ہے۔ ایسے کام کو دوام و تسلسل نصیب نہیں ہوتا، اسلام کا یہی اصول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نیک عمل اس وقت قبول ہوگا جب اس کے ساتھ ایمان و ایقان کی دولت بے غرضی اور اخلاص کے ساتھ ہو۔

رحمت عالم: نبی صلی اللہ علیہ وسلم پوری دنیا کی تمام مخلوقات کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ رحمت کا فیضان ہر دور اور ہر زمان و مکان کے لیے عام ہے۔ آپ کی رحمت سے بالواسطہ اور بلاواسطہ ہر ذی نفس کو کسی نہ کسی طرح حصہ ملا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (۲۶)

ہم نے آپ کو جہانوں کے لیے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی تمام مخلوقات کے لیے بالعموم اور انسانوں کے لیے بالخصوص

Marfat.com

رحمت بن کر آئے ہیں۔ آپ تمام مظلوم و مقہور انسانوں، غلاموں، خادموں، نوکروں، مزدوروں، عورتوں، بچوں، بوڑھوں، کمزوروں اور بیماروں کے لیے رحمت بن کر آئے اور انہیں ظلم و زیادتی، مصیبت ونکبت سے نجات دلائی۔ ان کے معاشرتی، معاشی، سماجی وسیاسی حقوق بحال کئے۔ دنیا سے ہر قسم کی عصبیت وقومیت ختم کر کے اسلام میں داخل ہونے والوں کو ایک امت اور بھائی بھائی بنایا، عورتوں کو ہر قسم کے استحصال سے، چاہے وہ مالی ہو یا اخلاقی، یا معاشرتی ہو یا سیاسی سے نجات دلائی، اب اگر کوئی خود ہی اس رحمت سے منہ موڑے تو یہ اُس کی اپنی بدقسمتی ہے۔ آپ ﷺ کی رحمت تو عام ہے اور عام رہے گی۔

مظلوم کو حق دلانا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوتِ عام کی ابتدا کی اور کھلم کھلا لوگوں کو اسلام کی طرف بلانے لگے۔ اور آپ ﷺ دعوتِ دین کے کام کے ساتھ مظلوموں کی دادرسی اور حق رسانی کا فریضہ بھی سرانجام دیتے رہے۔ اس سلسلے کے دو واقعات پیش کئے جاتے ہیں۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ایک دفعہ اراش قبیلے کا ایک شخص کچھ اونٹ فروخت کے لیے لے کر مکے آیا، ابوجہل نے اس کے اُونٹ خرید لیے اور جب اُس نے قیمت طلب کی تو ٹال مٹول کرنے لگا۔ اراشی نے تنگ آ کر ایک روز حرمِ کعبہ میں قریش کے سرداروں کو جا پکڑا اور مجمعِ عام میں فریاد شروع کر دی۔ دوسری طرف حرم کے ایک گوشے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، قریشی سرداروں نے اس شخص سے کہا کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے، دیکھو وہ صاحب جو اُس کونے میں بیٹھے ہیں، اُن سے جا کر کہو وہ تم کو تمہارا حق دلا دیں گے۔ چنانچہ اراشی نبی کی طرف چلا اور قریش کے سرداروں نے کہا کہ آج لطف آئے گا۔ اراشی نے جا کر آپ ﷺ سے اپنی شکایت بیان کی۔ آپ اسی وقت اُٹھ کھڑے ہوئے اور اسے ساتھ لے کر ابوجہل کے مکان کی طرف روانہ ہو گئے۔ سرداروں نے ایک آدمی پیچھے لگا دیا کہ جو کچھ گزرے اس کی خبر لا کر دے۔ نبی ﷺ سیدھے ابوجہل کے دروازے پر پہنچے اور کنڈی کھٹکھٹائی۔ اُس نے پوچھا کون؟ آپ نے جواب دیا محمد، وہ حیران ہو کر باہر نکل آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا ''اس شخص کا حق ادا کرو'' وہ سیدھا اندر گیا اور اُس کے اونٹوں کی قیمت لا کر اُس کے ہاتھ میں دے دی۔ قریش کا مخبر یہ حال دیکھ کر حرم کی طرف دوڑا اور سرداروں کو سارا ماجرا سنا دیا اور کہنے لگا کہ واللہ! آج وہ عجیب معاملہ دیکھا ہے جو کبھی نہیں دیکھا تھا، حکم بن ہشام (ابوجہل) جب نکلا تو محمد ﷺ کو دیکھتے ہی اُس کا رنگ فق ہو گیا، اور جب آپ نے اُس سے کہا کہ اس کا حق ادا کرو تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے اُس کے جسم میں جان نہیں ہے۔ (۲۷)

Marfat.com

ایک اور واقعہ ہے۔ ابوجہل ایک یتیم کا سرپرست تھا، وہ بچہ ایک دن اُس کے پاس اس حالت میں آیا کہ اُس کے بدن پر کپڑے تک نہ تھے اور اس نے التجا کی کہ اُس کے باپ کے چھوڑے ہوئے مال میں سے کچھ دے دِے۔ مگر اس ظالم نے اُس کی طرف توجہ تک نہیں کی اور وہ مایوس ہوکر پلٹ گیا، قریش کے سرداروں نے ازراہِ شرارت اس سے کہا کہ محمد (ﷺ) کے پاس جا کر شکایت کرو، وہ ابوجہل سے سفارش کر کے تجھے تیرا مال دلا دیں گے، بچہ بے چارہ ناواقف تھا کہ ابوجہل کا حضور ﷺ سے کیا تعلق ہے، اور یہ بدبخت کس غرض سے اسے مشورہ دے رہے ہیں۔ وہ سیدھا حضور کے پاس پہنچا اور آپ سے اپنا حال بیان کیا۔ آپ ﷺ اُسی وقت کھڑے ہوئے اور اسے ساتھ لے کر اپنے بدترین دشمن ابوجہل کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ کو دیکھ کر اُس نے آپ کا استقبال کیا اور جب آپ نے فرمایا کہ اس بچے کا حق دے دو، تو وہ فوراً مان گیا اور اُس کا مال لا کر دے دیا۔ قریش کے سردار کسی مزیدار جھڑپ کی امید کر رہے تھے، مگر جب انہوں نے یہ معاملہ دیکھا تو حیران ہوکر ابوجہل کو طعنہ دیا کہ تم بھی اپنا دین چھوڑ گئے ہو؟ اس نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں نے اپنا دین نہیں چھوڑا، مگر مجھے ایسا محسوس ہوا کہ محمد ﷺ کے دائیں بائیں ایک، ایک نیزہ ہے جو میرے اندر گھس جائے گا اگر میں نے ذرا بھی اُن کی مرضی کے خلاف حرکت کی۔ (۲۸)

ہجرت کے بعد رفاہی کام

مسجدِ قباء کی تعمیر: نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ کی نواحی بستی قباء میں ۱۲ ربیع الاول ۱۳ نبوی کو پہنچے، یہاں آپ ﷺ نے چند روز قیام کیا اور ایک مسجد کی بنیاد رکھی جسے مسجد قباء یا مسجدِ تقویٰ کہا جاتا ہے۔ نبی ﷺ نے اس مسجد کی بنیاد رکھنے اور تعمیر میں بنفسِ نفیس حصہ لیا۔ سب سے پہلے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے ایک پتھر لا کر قبلہ رُخ رکھا، آپ کے بعد ابوبکرؓ نے اور ابوبکرؓ کے بعد عمرؓ نے ایک ایک پتھر رکھا، اُس کے بعد دیگر حضراتِ صحابہؓ نے پتھر لا کر رکھنا شروع کیے اور تعمیر کا سلسلہ جاری ہوگیا۔ صحابۂ کرامؓ کے ساتھ آپ ﷺ بھی بھاری پتھر اُٹھا کر لاتے اور بسا اوقات پتھر تھامنے کی غرض سے شکمِ مبارک سے لگا لیتے۔ صحابۂ کرامؓ عرض کرتے یارسول اللہ آپ رہنے دیں، ہم اُٹھا لیں گے تو آپ قبول نہ فرماتے۔ (۲۹)

مسجدِ نبوی کی تعمیر: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب قُباء کی بستی سے مدینہ منورہ کے مرکزی مقام میں تشریف لائے اور آپ ﷺ کی اُونٹنی اللہ کے حکم سے موجودہ مسجدِ نبوی کی جگہ بیٹھ گئی تو

Marfat.com

آپ نے اس جگہ قیام کا فیصلہ کیا۔ یہاں کھجوروں کا کھلیان اور مشرکین کی چند قبریں تھیں۔ یہ جگہ سہل اور سُہیل نامی دو یتیم لڑکوں کی تھی۔ یہ لڑکے حضرت اسعد بن زُرارہؓ کی کفالت میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلا کر یہ زمین فروخت کرنے کا فرمایا۔ ان لڑکوں نے عرض کی کہ ہم اس کی قیمت اللہ تعالیٰ سے ہی لیں گے اور آپ کی خدمت میں بطورِ ہبہ بلا قیمت پیش کرتے ہیں، لیکن آپ ﷺ نے ہدیہ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اس کی قیمت دے کر مسجد کی تعمیر شروع کرائی۔ (۳۰) یہ قیمت حضرت ابوبکرؓ نے ادا کی تھی۔

مسجد بنانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود صحابۂ کرامؓ کے ساتھ شریک رہتے تھے۔ آپ کچی اینٹیں اُٹھا اٹھا کر لے جا رہے تھے اور یہ شعر پڑھتے جا رہے تھے۔

اللّٰھم لا خیر الا خیر الآخرہ فاغفر الانصار والمھاجرہ

ھٰذا الحمال لاحمال خیبر ھٰذا ابر ربنا واطھر

یا اللہ آخرت کی خیر کے سوا کوئی خیر نہیں، پس انصار اور مہاجرین کو بخش، یہ بوجھ اُٹھانا (آخرت کے لیے ہے) یہ خیبر کا بوجھ اُٹھانا نہیں ہے، اے ہمارے رب یہ بوجھ اُٹھانا بہت بڑی نیکی کا کام ہے اور بہت پاکیزہ عمل ہے۔ (۳۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم مرتبہ اور مقام دیکھیے کہ سرورِ دو جہاں اور نبی الاولین والآخرین ہوتے ہوئے تمام صحابہ کے ساتھ اینٹیں اٹھا رہے ہیں، تعمیر کے کام میں ہاتھ بٹا رہے ہیں اور اصحابِ کرامؓ کو آخرت کا دائمی اجر و ثواب یاد دلا رہے ہیں اور مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کے لیے اجتماعی مرکز بنا رہے ہیں۔

صُفّہ اور اصحابِ صفّہ کی خدمت: مسجدِ نبوی کی بنیاد رکھنے کے ساتھ ہی صُفّہ کی ابتدا ہوگئی، صُفہ چبوترے کو کہتے ہیں جو مسجد نبوی سے متصل شمالی جانب تھا۔ ایسے نئے آنے والے مہاجرین اور طالبِ علم جو دین کی تعلیم حاصل کرنا چاہتے تھے یا مجاہدین جو جہاد کے لیے نکلنے کے انتظار میں رہتے تھے، یہاں آ کر مقیم ہوتے۔ یہ لوگ نہایت غریب، بے سہارا اور بے گھر ہوتے تھے۔ ان کی تعداد میں کمی و بیشی ہوتی رہتی تھی۔ کبھی تو بیس، پچیس اور پچاس ہوتے کبھی سینکڑوں تک ہو جاتے تھے۔ یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بیٹھ کر دین کی تعلیم و تربیت لیتے اور اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے اور بیچتے یا دوسری مزدوری ملتی تو وہ بھی کر لیتے، بعض اوقات مزدوری نہ ہونے اور کھانے کا بندوبست نہ ہونے کی وجہ سے بھوکے رہتے تھے۔ کوئی صاحبِ خیر کھانا

Marfat.com

کھلا دیتا تو کھالیتے ورنہ پانی پر گزارہ کرتے تھے۔

ان لوگوں کی پرورش اور ضروریات بقدرِ استطاعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔ کبھی ان کو دودھ پیش کرتے، کبھی کھانا دیتے۔ کھانے کی برکت کے سلسلے میں آپ ﷺ کے جو معجزات سیرت کی کتابوں میں بیان ہوئے ہیں، ان میں سے کچھ کا تعلق اصحابِ صفہ سے ہے۔ (۳۲) بہرحال آپ ﷺ کی خدمتِ خلق اور شفقت علی الخلق کی ایک اہم مثال اصحابِ صفہ کی خدمت و پرورش اور ان کی تعلیم و تربیت ہے

یہ صفہ و اصحابِ صفہ کا طریقہ اور سنت ہے جو دینی مدرسوں اور یتیم خانوں کی شکل میں مساجد کے پاس آج تک موجود ہے اور تا قیامت موجود رہے گا۔

مؤاخات: نبی اکرم ﷺ کے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد آپ ﷺ نے سب سے پہلے مسجد قباء اور مسجدِ نبوی کی بنیاد رکھی اور ابتدائی تعمیرات کیں۔ اس کے بعد سب سے اہم مسئلہ سیکڑوں ہزاروں مہاجروں کی آمد کا تھا۔ یہ لوگ اکثر خالی ہاتھ، بے سروسامانی کے عالم میں صرف اپنا جسم و جان سلامت لے کر آئے تھے۔ اکثر کے گھر بار، بال بچے اور بیویاں بھی اپنے علاقوں اور بستیوں میں رہ گئی تھیں یا کفار نے چھین لی تھیں۔

دوسری طرف اسلامی حکومت ابھی مستحکم نہیں ہوئی تھی اور بیت المال کا باقاعدہ سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا، لہٰذا حکومت کی مالی حالت اچھی نہیں تھی۔ ایسے حالات میں اتنے بے سروسامان لوگوں کا مدینہ کی چھوٹی سی بستی میں آجانا مسلمانوں اور حکومت کے لیے گھمبیر مسئلہ بن گیا تھا۔

آپ نے اسے مؤاخات کے ذریعے حل کیا۔ مؤاخات کا کلمہ اَخ و (بھائی) سے نکلا ہے۔ مؤاخات کے معنی ایک دوسرے کو باہمی بھائی بنانا۔ لہٰذا آپ نے سب سے پہلے مہاجرین پر توجہ فرمائی، کیونکہ ان کی رہائش، خورد و نوش اور ان کی ضروریاتِ زندگی اور خودداری کی حفاظت کے لیے کسی مستقل انتظام کی ضرورت تھی۔ اسی لیے آپ ﷺ نے انصار کو حضرت انس بن مالکؓ کے گھر جمع کیا (اس وقت مہاجرین کی تعداد ۴۵ تھی) اور فرمایا: ہر شخص ایک مہاجر خاندان کو اپنے لیے لے لے، دونوں مل کر کام کریں اور کمائی مل کر کھائیں۔ انصار نے ایثار کیا۔ قرآن مجید (سورۃ الحشر ۹:۹) میں ان کی تعریف یونہی نہیں فرمائی گئی۔ انھوں نے کہا: یارسول اللہ! ہماری آدھی زمینیں مہاجرین کو مستقل طور پر دے دیجیے، لیکن خوددار مہاجرین نے یہ قبول نہ کیا اور کہا: غیر مزروعہ زمینیں انھیں تقاوی پر دے دیں اور پیداوار کا ایک بڑا حصہ بطور اجرت لے لیا کریں۔ (۳۳) انھوں نے ایک مہاجر کو ایک انصاری کے بھائی بنائے

Marfat.com

جانے (مؤاخات) کے فرمانِ نبوی کو انتہائی خوشدلی سے قبول کیا اور اس طرح سیکڑوں بے روزگاروں کا مسئلہ ایک دن میں حل ہو گیا۔ اس مؤاخات میں کافی عرصے تک باہمی وراثت بھی چلتی رہی۔ پھر اس کو وحی (سورۃ الانفال ۸:۲۶) سے منسوخ کر دیا گیا۔ (۳۴)

کشادہ دلی، خودداری اور عمدہ ایثار کی ایک مثال حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی ہے کہ ان کے مواخاتی بھائی نے ان کو اپنے گھر لے جا کر کہا:

''یہ میری جائیداد ہے، میں اس کا نصف تمھیں دیتا ہوں۔ یہ میری دو بیویاں ہیں، ان میں سے جسے تم چاہو چُن لو، میں طلاق دیتا ہوں، عدت کے بعد نکاح کر لینا''۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے جواب دیا: ''اللہ تمھیں تمہارے مال و عیال میں برکت دے۔ مجھے ان کی ضرورت نہیں۔ مجھے تو صرف بازار کا راستہ دکھا دو''۔ انھوں نے بازار میں کام شروع کیا اور چند ہی دن میں اللہ تعالیٰ نے ان کو خوشحالی عطا فرما دی۔ (۳۵)

جنگِ بدر سے پہلے تو مؤاخاتی بھائیوں کو ان کے انصاری بھائیوں کے ترکہ میں سے بھی حصہ ملتا رہا۔ اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ انصاری حضرات اسلامی رنگ میں رنگ گئے۔ بعض انصار نے اپنے باغوں میں ایک ایک درخت آنحضرتﷺ کے لیے مختص کر دیا اور موسم میں اس کا پھل آنحضرتﷺ کی خدمت میں پیش کرنے لگے۔ (۳۶)

اس طرح کسی ایک پر بار نہ پڑا (ان درختوں کو آپﷺ نے بنوقریظہ اور بنونضیر کے جلاوطن ہونے کے بعد ان کے مالکان کو واپس کر دیا)۔

آنحضرتﷺ کی عادت مبارک تھی کہ جب کھانا کھاتے تو آٹھ دس حاضرین کو بھی اس میں شریک فرما لیتے۔ آپﷺ نے کچھ بکریاں اور اونٹنیاں خریدیں، جن کا دودھ کنبے میں خرچ ہونے لگا۔

مؤاخات کے ذریعہ آپﷺ نے نوزائیدہ اسلامی حکومت میں آمدہ مہاجرین کا معاشی، معاشرتی اور سیاسی مسئلہ حل کر دیا۔ یہ دنیا میں مہاجرین کے مسئلے کی پہلی واحد مثال ہے جو آپ نے مؤاخات سے قائم کی۔

میثاقِ مدینہ: میثاق کا کلمہ 'وثق'، سے نکلا ہے جس کے معنی مضبوط باندھنے اور مضبوط کرنے کے ہیں۔ میثاق ایسے معاہدے کو کہا جاتا ہے جو دو گروہوں، دو حکومتوں یا زیادہ کے درمیان کیا جائے۔ بعض نے اسے سیاسی معاہدوں میں سے شمار کیا ہے۔ چنانچہ میثاقِ مدینہ، مدینے کے مختلف النسل قوموں، گروہوں اور مذہب کے پیروکاروں کے درمیان ہوا تھا۔

Marfat.com

یہ دنیا کا پہلا معاہدہ تھا جو کولوگوں کے درمیان رواداری، برابری، ایک دوسرے کی سلامتی اور امن وعافیت کے لیے کیا گیا۔ یہ تحریری طور پر بڑی تفصیل سے لکھا گیا تھا۔ اسلام میں اس معاہدے کی بڑی اہمیت ہے۔ اس کی دفعات تین درجن سے زیادہ تھیں۔ ان میں تفصیل سے مدینے کے دفاع، قوموں کے حقوق وفرائض اور ذمہ داریوں کے بارے میں بتایا۔

مہاجرین وانصار کی مؤاخات کے بعد شہر کی بقیہ آبادی کی تنظیم پر توجہ دی گئی۔ حضرت انسؓ بن مالک راوی ہیں کہ ان کے والد کے مکان میں سارے مسلم وغیر مسلم قبائل کے نمائندوں کا اجتماع ہوا اور آنحضرت ﷺ کی تجویز پر سب متفق ہو گئے کہ بیرونی حملوں کے دفاع اور اندرونی جھگڑوں کے تصفیے وغیرہ کے لیے شہر میں ایک تنظیم عمل میں لائی جائے اور ایک شخص کو بطور حاکمِ اعلیٰ متعین کیا جائے۔

حقوق وفرائض تحریری طور پر مرتب کیے گئے۔ یہ دستاویز جو کسی مملکت کے لیے تحریری طور پر مدون کیے ہوئے دستور کی دنیا میں پہلی مثال ہے اور اجتماعی معاہدہ سے متعلق ہے، ہم تک ابنِ ہشام اور ابو عبید وغیرہ کی روایت سے کاملاً پہنچی ہے۔ (۳۷)

یہ دستاویز آنحضرت ﷺ کی تلوار کی میان میں ہمیشہ بندھی رہتی تھی۔ اس میثاقِ باہمی کی رو سے آنحضرت ﷺ کو، جو مسلمانوں کے تو آقا اور سردار تھے ہی، اب غیر مسلموں نے بھی اس حیثیت سے آپ کو تسلیم کر لیا۔ درحقیقت یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیاسی فتح تھی جو آگے چل کر مدینہ منورہ میں عظیم سیاسی اور عسکری نتائج پر منتج ہوئی۔

اس کے علاوہ میثاقِ مدینہ کی دفعات رواداری، مذہبی آزادی اور حسنِ تعاون پر مبنی تھیں، اس لیے یہودیوں اور دیگر غیر مسلموں کے پاس بے اعتباری کی کوئی وجہ نہ تھی۔ اس معاہدے کی دفعات سے اندازہ کیجیے کہ اسلام کس طرح لوگوں کے امن وعافیت اور سلامتی سے زندگی گزارنے اور ان کو اطمینان سے روزی کمانے کا موقع دیتا ہے۔

مدینہ منورہ میں مردم شماری: (۳۸) الصحیح للبخاری (کتاب ۵۶ باب ۱۸۱ حدیث ۱ [۲۶۳:۲]) وغیرہ نے روایت کی ہے کہ ایک دن آنحضرت ﷺ نے حکم دیا میرے سارے کلمہ گو (مَنْ يَلْفِظُ بِالْإِسْلَامِ) کے نام لکھو۔ اس طرح پندرہ سو نام درج ہوئے۔ چونکہ مؤاخات میں ۱۸۶ مکی خاندانوں کو اتنے ہی مدنی خاندانوں میں ضم کیا گیا تھا اور ہر خاندان میں بیوی بچوں کا اوسط چار ہی رکھا جائے تو پندرہ سو تعداد ہو جاتی ہے۔ اس لیے یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ مردم شماری بھی انہی ابتدائی تنظیمات کے زمانے، یعنی تقریباً پہلی ہجری میں ہوئی۔

Marfat.com

میثاقِ مدینہ کی طرز پر چھوٹے معاھدے: مسلمانوں کا قریشِ مکہ کے سوا کسی اور سے کوئی جھگڑا نہ تھا۔ اس لیے بیرونی دشمن سے نمٹنے کے لیے اندرونی تنظیم اور استحکام لازمی تھا جو میثاقِ مدینہ کی تکمیل سے ہو گیا تھا۔ اس کے لیے ایک طرف تبلیغِ دین کا سلسلہ جاری ہوا تو دوسری طرف وقتاً فوقتاً نئے احکام نازل ہو کر اسلامی قانون و شریعت بتدریج مکمل کرتے گئے۔ چنانچہ اذان، تحویل قبلہ، روزہ، حج، زکوٰۃ، قانونِ صلح و جنگ، غیر جانبداری، نیز قانون تعزیرات (حدود و ممانعت) اور عام اخلاق و احسان (تصوف) کے احکام اسی دوران نازل ہوئے اور شریعتِ اسلامیہ کا حصہ بنے۔

اب آنحضرت ﷺ کو بیرونی تعلقات میں قریش کی دھمکی اور جارحانہ اقدامات کا مقابلہ کرنا تھا۔ جب شہری مملکت مدینہ کے قیام سے کسی قدر اندرونی استحکام و اطمینان حاصل ہو گیا تو آنحضرت ﷺ نے مدینہ منورہ کے اطراف پر توجہ دی اور وہاں کے قبیلوں کو فوجی طور سے حلیف بنانا شروع کیا، چنانچہ بنو جھینہ اور بنو ضمرہ وغیرہ کے ساتھ ایسے معاہدے ہونے کا پتا چلتا ہے۔

بنو جھینہ مدینہ منورہ کے شمال مغرب میں اور بنو ضمرہ جنوب مغرب میں آباد تھے اور یہ وہ علاقہ ہے جہاں سے قریش کے تجارتی کارواں عراق، شام اور مصر جانے کے لیے گزرتے تھے۔ اس لیے ان سے فوری طور پر معاہدے کیے گئے۔ اس لیے بیرونی تعلقات مضبوط کیے گئے۔ (۳۹)

نبی ﷺ اور وقف: عرب میں اللہ کی راہ میں وقف کرنے کا طریقہ رائج نہیں تھا اور نہ ہی عرب اس سے متعارف تھے۔ ملکیت وقف کرنے کی ابتدا آپ ﷺ نے کی، اور مسجدِ نبوی کی زمین آپ نے دو نوجوانوں سہل اور سہیل سے خرید کر مسجد کے لیے وقف کر دی۔ عرب میں یہ پہلا وقف ہے (۴۰)

مدینہ منورہ میں پینے کے پانی کی قلت تھی۔ پھر جو کنویں تھے ان میں سے اکثر یہودیوں کے تھے۔ ان میں سے قریبی کنواں (بیر) رومہ تھا۔ یہ کنواں حضرت عثمان غنیؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے سے چار ہزار دینار میں اس کے یہودی مالک سے خریدا اور آپ ﷺ کے فرمانے سے انہوں نے حسبۃ اللہ وقف کر دیا۔ یہ دوسرا وقف ہے جو مدینہ منورہ میں قائم ہوا۔ (۴۱)

جب آیت لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۝ نازل ہوئی تو ابو طلحہ انصاری نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اپنا پیارا مال خرچ کرو، میرا پیارا مال یہ باغ ہے۔ یہ اللہ کے لیے صدقہ ہے۔ آپ جہاں چاہیں اسے صرف کریں۔ تو آپؐ نے فرمایا یہ نفع بخش مال ہے۔ اس لیے اسے اپنے رشتہ داروں میں صرف کریں۔ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ اسے انہیں دے دیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلحہ کے رشتہ داروں، چچا اور بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔ (۴۲)

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ایک وقت آیا کہ مسجدِ نبویؐ لوگوں کے لیے بہت تنگ ہوگئی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا کوئی بندہ ہے جو فلاں گھرانے کی زمین کا قطعہ خرید کر مسجد میں شامل کردے، تو اس کے عوض اللہ تعالیٰ جنت میں اس سے بہتر اس کو عطا فرمائے گا۔ تو حضرت عثمانؓ نے اسے اپنی ذاتی رقم سے خرید کر مسجد میں شامل کردیا، یہ تیسرا وقف ہے جو آپ ﷺ کی ترغیب سے کیا گیا۔ (۴۳)

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہؓ سے بعض باغات وقف شخصی اور وقف اجتماعی کرائے۔ یہ سلسلہ آگے چل کر مسلم امہ میں بہت بڑے خیر کا سبب اور رفاہی کاموں کی بنیاد بنا۔

حضرت سلمان فارسیؓ کے لیے باغ لگانا: حضرت سلمان فارسیؓ (م۔۳۵ھ) نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان پر اپنے یہودی آقا سے اپنی آزادی کے لیے مکاتبت (غلامی سے آزادی کا تحریری معاہدہ) کا معاملہ کیا۔ اس میں دو بڑی شرطیں تھیں۔ ایک تین سو کھجوروں کے درخت لگانا اور دوسری چالیس اوقیہ سونا دینا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ اپنے بھائی کے لیے کھجوروں کے درخت لگانے میں مدد کرو۔ چنانچہ ہر ایک نے اپنی بساط کے مطابق اُن کی مدد کی۔ کسی نے دس، کسی نے پندرہ، کسی نے بیس اور کسی نے تیس پودے مہیا کیے۔

حضرت سلمانؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا کہ تم درختوں کے لیے گڑھے کھودلو لیکن پودے لگانے سے پہلے مجھے اطلاع کرنا۔ یہ پودے میں اپنے ہاتھ سے لگاؤں گا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں گڑھے کھودنے میں لگ گیا اور دوسرے اصحابؓ نے بھی میرے کام میں ہاتھ بٹایا، آخر ہم نے تین سو گڑھے کھود لیے۔ جن اصحابِ کرامؓ نے کھجوروں کے پودے دینے کے لیے کہا تھا وہ بھی لے آئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود باغ میں تشریف لائے اور اپنے ہاتھ سے پودے لگائے۔ وہ قسم کھا کر کہتے ہیں کہ کھجور کا ایک بھی پودا مرجھایا نہیں۔ اس طرح یہودی کی یہ ایک شرط پوری ہوگئی۔ پھر دوسری شرط یعنی چالیس اوقیہ سونے کی بھی آپ ﷺ کے توسط سے پوری ہوگئی۔ اس طرح حضرت سلمانؓ یہودی کی غلامی کے طوق سے آزاد ہوکر ایک آزاد شہری کی حیثیت سے مسلم معاشرے میں شامل ہوگئے۔ (۴۴)

غزوۂ خندق: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحابِ کرام مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے یثرب آئے تو یہاں بھی کفار نے چین سے بیٹھنے نہیں دیا اور دعوت و تبلیغ کا کام کرنے اور اسلام کو عملاً نافذ کرنے میں رکاوٹیں ڈالیں۔ اسی بنیاد پر غزوۂ بدر اور غزوۂ اُحد اور دیگر درجنوں غزوات و سرایا برپا ہوئے۔

Marfat.com

شوال ۵ر ہجری میں کفار و مشرکین کی دس ہزار کے قریب تعداد نے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی تیاری شروع کی۔ چونکہ یہ لوگ مختلف قبیلوں، خطوں اور گروہوں سے تھے اس لیے انہیں احزاب (واحد حِزب) یعنی کئی گروہ کہا گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار سے مدینے کے دفاع کے لیے مشورہ کیا تو حضرت سلمان فارسیؓ نے عرض کیا کہ اہلِ فارس کا یہ طریقہ رہا ہے کہ جب دشمن کے محاصرے میں آنے کا اندیشہ ہو تو ایک خندق کھود لیتے ہیں، تاکہ دشمن پار کر کے آ نہ سکے۔ خندق کا کلمہ فارسی زبان کے لفظ کندہ سے ماخوذ ہے جس کے معنٰی ہیں کھودنا، جو عربی میں آ کر خندق ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مشورہ پسند آیا اور خندق کھودنے کا حکم دیا۔ چونکہ مسلمانوں کے پاس زیادہ نوکر چاکر اور غلام تو تھے نہیں جن سے کام لیتے۔ لہٰذا مہاجرین اور انصار سب ہی خندق کھودنے کے کام میں مشغول ہو گئے۔ خود سرورِ عالم ﷺ بھی بنفسِ نفیس کھودنے میں شریک تھے۔ یہ سردی کا زمانہ تھا، کھانے پینے کا خاص انتظام نہ تھا۔ تھوڑے سے جو چربی میں پکا کر سامنے رکھ دیے جاتے تھے، سو وہی کھا لیتے تھے جس کا حلق سے اترنا مشکل ہوتا تھا۔

خندق کھودنے کا کام تقسیم کیا گیا تھا اور دس افراد کو چالیس ہاتھ خندق کھودنے کے لیے دی گئی تھی۔ حضرت سلمان فارسیؓ جن کی تجویز پر یہ کام ہو رہا تھا وہ طاقت ور اور مضبوط آدمی تھے۔ ان کے بارے میں انصار کہنے لگے کہ ہمارے ساتھ مل کر کھودیں اور مہاجرین کہنے لگے کہ ہمارے ساتھ مل کر کھودیں اور ہر فریق کہتا تھا کہ سلمان ہم میں سے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلمان ہمارے اہل میں سے ہے۔ خندق کھودتے وقت ایک ایسی سخت جگہ آئی اور ایسے پتھر آئے کہ کسی سے بھی وہاں کھدائی نہ ہو سکی۔ آنحضرت ﷺ سے عرض کیا گیا، تو آپ نے فرمایا میں اندر اترتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے اتر کر جو کدال ماری تو وہ سخت حصہ ریت کا ڈھیر بن کر رہ گیا۔ اس وقت آپ ﷺ کے شکمِ مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا اور تین روز سے کسی نے کچھ بھی نہ کھایا تھا (۴۵)۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ان پتھروں کو توڑنے کے لیے کدال ماری اور ہر مرتبہ ان سے چنگاریاں اُڑیں۔ آپ ﷺ نے تینوں مرتبہ تین علاقوں یعنی شام، فارس اور یمن کے فتح ہونے اور امت کے قبضے میں آنے کی پیشین گوئی کی، جو سچی ثابت ہوئی۔ (۴۶)

اس موقع پر نبی ﷺ نے یہ شعر پڑھا اور صحابۂ کرام نے ساتھ دیا:

اللھم ان العیش عیش الآخرۃ فاغفر الا نصار والمھاجرۃ

یا اللہ! زندگی تو بس آخرت کی ہی زندگی ہے، سو تو انصار اور مہاجرین کو بخش دے۔

Marfat.com

خندق کھودتے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مذکورہ شعر کے علاوہ دوسرے اشعار پڑھنا بھی مروی ہے۔ حضرت براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ غزوۂ احزاب کے موقع پر میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ خندق کھود رہے ہیں اور شکم انور مٹی سے اٹا ہوا ہے، آپ عبداللہ بن رواحہؓ کے یہ اشعار پڑھ رہے ہیں

اللھم لولاأنت مااھتدینا ولا تصدقنا ولا صلّینا

یا اللہ، اگر تو ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے۔

فانزلن سکینة علینا وثبت الاقدام ان لاقینا

ہم پر سکینہ (قلبی سکون واطمینان) نازل فرما، اگر دشمن سے مڈبھیڑ ہوجائے تو ثابت قدم رکھ۔

ان الأ ولی قد بغوا علینا ارادوا فتنة اَبیَنا

ان لوگوں نے ہم پر ظلم کیا ہے۔ جب یہ لوگ فتنے میں ڈالنے کا ارادہ کریں گے تو ہم انکار کردیں گے۔ آخری لفظ کو سب مل کر بار بار کہتے تھے یعنی اَبَیْنا اَبَیْنَا۔ (۴۷)

یہ تمام عمل اسلامی ریاست کے تحفظ، اس کے باشندوں کے تحفظ اور مسلمانوں کی جانی اور مالی حفاظت وصیانت کے لیے تھا، اس پہلو سے یہ عظیم رفاہی کام ہے۔

آپ ﷺ کا معجزۂ طعام: جس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خندق کھود رہے تھے۔ اس وقت بھوک کا یہ عالم تھا کہ تین دن سے آپ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں نے کچھ کھایا نہ تھا، حضرت جابر بن عبداللہؓ وہاں موجود تھے، ان سے بھوک کی یہ حالت دیکھ کر رہا نہ گیا۔ سو آنحضرت ﷺ سے اجازت لے کر اپنے گھر گئے۔ بیوی سے کہا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت بھوک کی حالت میں دیکھا ہے۔ تمہارے پاس کچھ کھانے کے لیے ہے؟ یہ سن کر بیوی نے ایک تھیلی نکالی جس میں ایک صاع (ساڑھے تین کلو) جَو تھے اور گھر میں ایک چھوٹا بکرا تھا۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میری بیوی نے جو پیسے اور میں نے وہ بکرا ذبح کیا اور بوٹیاں کر کے تین پتھروں کا چولہا بنا کر ہانڈی میں چڑھا دیا، جب بوٹیاں گلنے کے قریب ہوگئیں اور آٹا گوندھے جانے کے بعد پکنے جیسا ہوگیا تو میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے نکلا۔ بیوی نے کہا کہیں ایسا مت کرنا کہ نبی ﷺ کے علاوہ آپ کے (سب یا اکثر) ساتھیوں کو لے آؤ اور کھانا کم پڑنے کی وجہ سے میری رسوائی کراؤ۔

حضرت جابر آئے اور چپکے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں کہا کہ ہم نے کھانے کا انتظام کیا ہے۔ آپ ﷺ چند صحابہؓ کے ساتھ تشریف لے چلیے، لیکن آپ نے تمام اہل خندق کو پکار کر کہا کہ

Marfat.com

''آجاؤ! جابرؓ نے دعوتِ عام کی ہے'' اور حضرت جابرؓ سے کہا کہ ''جب تک میں نہ آؤں، چولہے سے دیگچی نہ اتاری جائے اور روٹی نہ پکے'' آنحضرت ﷺ تمام لوگوں کو لے کر روانہ ہوئے، حضرت جابرؓ کے گھر آئے تو بیوی نے ناراضی ظاہر کی۔ انہوں نے کہا کہ میں کیا کروں، تم نے جو کہا تھا میں نے اس کی تعمیل کر دی۔ آپ ﷺ آئے تو بی بی نے آپ کے سامنے آٹا پیش کیا۔ آپ نے اس میں اپنا لعاب دہن مل دیا اور برکت کی دعا دی۔ اس طرح دیگچی میں بھی لعاب دہن ڈالا اور دعائے برکت کی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روٹی پکانے اور سالن نکالنے کا حکم دیا۔ کم وبیش ایک ہزار آدمی تھے، سب کھا کر واپس چلے گئے۔ لیکن آٹے اور گوشت میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ (۴۸)

معجزات میں رفاہی پہلو: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نوع کے درجنوں معجزات سیرت کی کتابوں میں مذکور ہیں، جن سے کھانے، دودھ، پانی اور دیگر غذائی اشیا میں برکت اور کثرت معلوم ہوتی ہے۔ دو چار افراد کا کھانا سینکڑوں افراد کے لیے کافی ہوتا ہے۔ ان کی غذائی ضروریات پوری ہوتی ہیں اور بعض اوقات یہ خوراک بچ جاتی ہے جسے بعد میں ایک عرصے تک استعمال کیا جاتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ تر معجزات ایسی اشیاء کے بارے میں ہیں جن سے سینکڑوں، ہزاروں لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اس لیے علماء نے معجزات کے دو بڑے پہلو بیان کئے ہیں۔ ایک ان کے ذریعے حجت قائم کرنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت، صداقت، دینِ اسلام کی حقانیت اور صداقت کو ثابت کرنا اور دوسرا پہلو منفعت اور لوگوں کی بھلائی و بہتری اور ضروریات کی تکمیل کرنا۔ (۴۹)

احمد شہاب الدین خفاجی نے بھی قاضی عیاض کے جملے **ومن معجزاته صلى الله عليه وآله وسلم تكثير الطعام ببركة ودعائه** کی وضاحت میں یہ لکھ کر معجزات میں حاجت کی تکمیل کے لطیف پہلو کی طرف اشارہ کیا ہے۔ **النافعين عندالحاجة**۔ (۵۰)

اس بنا پر معجزات زیادہ تر ان باتوں، اشیاء اور کاموں میں ظاہر ہوئے ہیں جن سے ایک طرف حجت و برہان قائم ہوئی ہے تو دوسری طرف لوگوں کو مالی، مادی اور جسمانی فائدے پہنچے ہیں۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کے تمام معجزات ایسے ہیں کہ جن سے لوگوں کی ضروریات پوری ہوئی ہیں۔ کہیں لوگ ڈوبنے سے بچائے گئے، تو کہیں پانی کی ضرورت پوری ہوئی، تو کہیں کھانے کی اشیاء ملیں تو کہیں اُن کے دشمنان پر رعب طاری ہوا اور موسیٰ علیہ السلام کے لائے ہوئے دین کی حقانیت ثابت ہوئی اور دشمن پر رعب طاری ہونے سے اس کی بنی اسرائیل پر گرفت ڈھیلی ہوئی اور وہ اس کے چنگل سے نکل گئے۔

Marfat.com

اس لیے معجزات کو ان کے منفعت کے پہلو کی وجہ سے رفاہی کاموں اور شفقت و رحمت علی الخلق کے کاموں میں جزوی طور پر شمار کرنا بالکل شریعت کی روح کے مطابق ہے۔

بھوکے کو کھانا کھلانے کا بندوبست: مدینہ منورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بھوکا شخص آیا اور کھانا طلب کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کی حالت دیکھ کر پریشان ہوئے اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔ گھر والوں نے بتایا کہ اس وقت سوائے پانی کے کوئی کھانے پینے کی چیز گھر میں نہیں ہے۔ آپ ﷺ واپس تشریف لائے اور صحابہؓ سے فرمایا کہ جو صاحب اس شخص کو اپنا مہمان بنائے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا۔ اس پر ابو طلحہؓ نے عرض کی کہ میں انہیں اپنا مہمان بناتا ہوں پھر وہ اسے اپنے گھر لے گئے اور جا کر اپنی زوجہ محترمہ سے صورت حال بتا کر پوچھا کہ گھر میں کھانے کے لیے کیا کچھ ہے؟ انہوں نے کہا کہ صرف بچوں کا کھانا موجود ہے۔ ابو طلحہؓ نے تجویز دی کہ بچوں کو بہلا کر سلا دو اور کھانا سامنے رکھ کر چراغ گل کر دو۔ ہم مہمان کے ساتھ بیٹھ کر کھانے کی سی صورت بنا لیں گے لیکن کھائیں گے نہیں اور مہمان پیٹ بھر کر کھا لے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، انہوں نے اور بچوں نے بھوک میں رات گزاری لیکن بھوکے مسافر اور زیادہ ضرورت مند نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ صبح کے وقت ابو طلحہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے اس حسن سلوک سے بہت خوش ہوئے۔ (۵۱)

حاجت مندوں کی خدمت: آپ ﷺ نے جس طرح ان حاجت مندوں پر رحمت و شفقت اور ان کی ضروریات پوری کیں۔ حضرت جریرؓ نے روایت کی کہ ایک دن صبح کے وقت ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ مضر قبیلے کے کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ لوگ ننگے پیر، ننگے بدن اور پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور گلے میں تلواریں لٹکائے ہوئے تھے۔ ان کے بھوک و افلاس کی یہ حالت دیکھ کر آپ کا چہرۂ مبارک دکھ سے متغیر ہو گیا۔ آپ ﷺ اپنے گھر میں گئے پھر جلد ہی واپس باہر تشریف لے آئے، اور حضرت بلال کو اذان دینے کا حکم دیا، چنانچہ انہوں نے اذان دی، پھر اقامت کہی اور آپ ﷺ نے نماز پڑھائی اور لوگوں سے خطاب کیا۔ آپ نے فرمایا

> لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں دنیا میں پھیلا دیے۔ اس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو اور رشتہ و قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو اور یقین جانو کہ اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے سورۂ حشر کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّاقَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط (۵۲) ''اللہ سے ڈرو اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لیے کیا سامان کیا ہے، اللہ سے ڈرتے رہو''۔ پھر فرمایا: ہر شخص اپنے دینار و درہم سے، اپنے کپڑوں سے، گندم کے صاع (ایک پیمانہ) اور کھجور کی مقدار سے صدقہ کرے یہاں تک کہ کھجور کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو

اس کے بعد انصار کا ایک شخص رقم کی ایک تھیلی لیکر آیا جس سے اس کے ہاتھ تھک رہے تھے بلکہ تھک ہی گئے تھے، پھر سامان لانے والوں کا تانتا بندھ گیا اور میں نے کھانے کی اشیاء اور کپڑوں کے دو بڑے ڈھیر دیکھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ مبارک خوشی و سرور سے سونے کی طرح چمکتا ہوا دیکھا۔

اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس شخص نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ نکالا اور اس کے لیے اس کا اجر ہے اور ان لوگوں کا بھی اجر ہے جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے اور ان پر عمل کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور جس شخص نے اسلام میں کوئی برا طریقہ رائج کیا تو اس پر اس کا گناہ ہوگا اور ان لوگوں کا بھی گناہ ہوگا جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے اور ان کے گناہوں میں سے کچھ بھی کمی نہیں کی جائے گی۔ (۵۳)

طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ یہ لوگ عبدالقیس کے وفد کے تھے اور اُونی کملیاں پہنے ہوئے تھے اور ان پر تکلیف کے اثرات تھے۔ ان لوگوں کی تکلیف دہ حالت کی وجہ سے آپ کو بھی تکلیف ہوئی اور اپنے گھر میں گئے پھر باہر آئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کرنے کا حکم دیا اور لوگوں کو اس پر ابھارتے ہوئے فرمایا: ''آدمی اپنی گندم کی مقدار میں سے صدقہ کرے''۔ (۵۴)

اس حدیث مبارکہ سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اگر حاجت مند اور مصیبت کے مارے ہوئے کو دیکھے تو اس کی حاجت پوری کرنے کی فکر کرنی چاہیے، اس کے فریاد کرنے کا انتظار نہیں کرنا چاہیے۔ دوسرے یہ کہ حاجت مندوں کی اعانت کیے لیے اپیل کرنا اور انفاق کی ترغیب دینا سنتِ رسول ﷺ ہے۔ سوم انسان جو نیکی یا بدی علانیہ کرتا ہے وہ اثر کے لحاظ سے اس نیکی یا بدی سے زیادہ مؤثر اور دور رس نتائج کی حامل ہوتی ہے جو خفیہ طور پر کرتا ہے۔ چہارم نیکی کی ترغیب کیلئے نفلی خیرات اور دیگر نیکیاں علانیہ کرنا جائز بلکہ افضل ہے۔ پنجم ہر شخص کو عمل کا بدلہ ملے گا اور اس کی وجہ سے کسی

Marfat.com

دوسرے کا عمل کم وبیش نہیں ہوگا۔ ششم اس واقعے میں حکمرانوں کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل ایک بہترین مثال ہے کہ وہ اپنے علاقے اور اپنی رعیت کی پریشانی کو کس طرح محسوس کریں اور کتنے بے چین ہو جائیں۔

اپنی ضرورت پر دوسروں کو ترجیح دینا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ضرورت وحاجت پر دوسروں کی ضرورت کو ہمیشہ ترجیح دیتے تھے۔ بعض اوقات آپ زیادہ ضرورت مند ہوتے ہوئے بھی دوسرے کے سوال کو پورا کر دیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک صحابیہؓ نے اپنے ہاتھ سے چادر بُن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی۔ آپ نے ضرورت مند ہونے کی بنیاد پر اس سے یہ تحفہ قبول کر لیا۔ ایک غریب صحابیؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! یہ چادر مجھے عنایت کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسی وقت اتار کر اس کے حوالے کر دی۔ (۵۵)

ضرورت مند کی مدد کرنا: نبی ﷺ ہر حاجت منداور ضرورت مند کی بات سنتے تھے، اس کی ضرورت پوری کرتے تھے، اگر خود پوری کرنے کی حالت میں نہیں ہوتے تو کسی اور کی طرف رہنمائی کرتے تھے۔ حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی ﷺ کے پاس آئی اور کہا کہ مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینے کے جس راستے پر چاہو جا کر بیٹھ جاؤ، میں آ کر تسلی سے تمہاری بات سنوں گا''۔ (۵۶)

یہ عورت ذہنی طور پر صحت مند نہیں تھی۔ پھر بھی آپ ﷺ نے اس کی دل شکنی نہیں کی اور اسے ملاقات وگفتگو کا وقت اس کی سہولت کے مطابق دے دیا۔ اس حدیث کی روشنی میں ہمارے قائدین، رہنما اور افسران اور بڑے لوگ اپنے طرزِ عمل کا جائزہ لیں اور اپنے سے ملنے والوں کی ضرورتوں اور مجبوریوں کو ملحوظ رکھیں، تاکہ حضور ﷺ کے اس اسوۂ حسنہ پر عمل ہو سکے، اور لوگوں کی ضرورتیں پوری ہوں۔

امور خانہ میں شرکت: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کے چھوٹے بڑے کام سرانجام دینے میں اپنے گھر والوں کا ہاتھ بٹاتے، ان کی مدد کرتے اور چھوٹے چھوٹے کام تک خود سرانجام دے لیتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں کیا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آدمیوں میں سے ایک آدمی تھے۔ اپنے کپڑے جھاڑ لیتے، خود ہی بکری کا دودھ نکال لیا کرتے اور اپنے کام خود ہی کر لیتے تھے۔ اسی طرح دوسری روایات میں ہے کہ اپنا کپڑا سی لیا کرتے، اپنے جوتے کا خود ہی پیوند لگا لیا کرتے اور اپنے کپڑے کو پیوند لگا لیا کرتے

Marfat.com

تھے۔(۵۷) یعنی اپنے گھر کا کام کرنے میں کچھ گرانی یا تکبر مانع نہیں ہوتا تھا اور جو کام لوگ اپنے گھروں میں کرتے ہیں وہ حضور ﷺ بھی کرلیا کرتے تھے اور کوئی عار نہیں سمجھتے تھے۔ گھر کے چھوٹے موٹے کام کرنے کا مقصد اپنے گھر والوں کا کام کاج میں ہاتھ بٹانا، ان کی دل جوئی کرنا، ان کی مدد کرنا اور امت کے لیے ایک اسوۂ حسنہ پیش کرنا تھا۔

اجتماعی کاموں میں شرکت: اجتماعی کاموں میں بھی آپ دوسروں کے کام میں مدد کرتے اور حصہ لیتے تھے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ اپنے آپ کو بالا سمجھ کر بیٹھ جائیں اور ان کے ساتھ شریک نہ ہوں۔ ایک مرتبہ کسی سفر میں چند صحابہؓ نے ایک بکری ذبح کرنے کا ارادہ کیا اور اس کام کو باہم تقسیم کرلیا۔ ایک نے اپنے ذمے اس کا ذبح کرنا لیا، دوسرے نے اس کی کھال نکالنا، اور کسی نے اس کا پکانا اپنے ذمے لیا، حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ پکانے کے لیے لکڑیاں اکٹھی کرنا میرے ذمے ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ کام ہم خود کرلیں گے۔ حضور نے فرمایا یہ تو میں بھی سمجھتا ہوں کہ تم لوگ بخوشی کرلو گے، لیکن مجھے یہ بات پسند نہیں کہ مجمع میں، میں ممتاز بنوں اور اللہ جل جلالہٗ بھی اس کو پسند نہیں فرماتے۔(۵۸)

مریضوں کی عیادت: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مریضوں کی عیادت کرنے، ان کی غذا و علاج کی ضروریات پوری کرنے اور دیکھ بھال کرنے کو ان کا حق، اجر و ثواب کا باعث اور اخلاقیات کا جزو بتایا۔ اس بارے میں متعدد احادیث آئی ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنے قول کے ساتھ عملی طور پر ان کی خدمت کی اور علاج و معالجے کا بندوبست کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکوں، یہودیوں اور منافقوں کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور اسی لیے علماء نے غیر مسلموں کی عیادت کو جائز و مستحب قرار دیا ہے۔

حضرت سعدؓ بن معاذ جب جنگِ اُحد میں زخمی ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا خیمہ مسجد میں نصب کرایا تاکہ بار بار ان کی عیادت اور دیکھ بھال کی جاسکے۔(۵۹)

معاشرتی باتوں کا لحاظ: دنیاوی زندگی کے اجتماعی معاشرے میں ہر انسان اور ہر خاندان پر اچھے اور برے دن آتے رہتے ہیں، منگنی، شادی، بیاہ، بچے کی پیدائش، موت و فوت، مالی نقصانات، لڑائی جھگڑے وغیرہ۔ ایسی معاشرتی تقریبات اور مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں شرکت فرماتے۔ خوشی کے موقع پر مبارکباد دیتے اور غم کے موقع پر غم میں شریک ہوتے اور دکھ و غم بانٹتے اور ان لوگوں کا غم ہلکا کرتے، اس سلسلے کی درجنوں روایات اور واقعات ہیں جو سیرت کی کتب میں

Marfat.com

موجود ہیں۔

حضرت عائشہ بنتِ سعد رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ میرے والد نے اپنا قصہ سنایا کہ میں ایک بار مکے میں سخت بیمار ہوا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے تو میں نے پوچھا کہ میں کافی مال چھوڑ رہا ہوں اور میری صرف ایک بچی ہے، کیا میں اپنے مال میں سے دو تہائی کی وصیت کر جاؤں، اور ایک تہائی بچی کے لیے چھوڑ جاؤں؟'' فرمایا! نہیں۔ تو میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ پھر ایک تہائی کی وصیت کر جاؤں؟ فرمایا۔ ہاں ایک تہائی کی وصیت کر جاؤ، اور ایک تہائی بہت ہے۔ (۶۰)

حضرت سعدؓ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نصیحت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایک مومن کو اپنے مال میں سے کچھ حصہ رشتے داروں، مستحقین اور حاجت مندوں کے لیے رکھنا چاہیے

حضرت زید بن ارقمؓ کہتے ہیں کہ ایک بار میری آنکھیں دُکھنے لگیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے اور کہنے لگے زید! تمہاری آنکھوں میں یہ تکلیف ہے تو تم کیا کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ صبر سے برداشت کرتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم نے آنکھوں کی اس تکلیف میں صبر و برداشت سے کام لیا تو تمہیں اس کے صلے میں جنت نصیب ہوگی'' (۶۱)

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (ایک بوڑھی خاتون) ام السائب کی عیادت کے لیے آئے، ام السائب بخار کی شدت سے کانپ رہی تھیں۔ پوچھا کیا حال ہے؟ خاتون نے کہا اللہ اس بخار کو سمجھے اس نے گھیر رکھا ہے۔ یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخار کو برا بھلا نہ کہو، مومن کے گناہوں کو اس طرح صاف کر دیتا ہے جیسے آگ کی بھٹی لوہے کو صاف کر دیتی ہے''۔ (۶۲)

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ایک یہودی لڑکا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ ایک بار وہ بیمار ہوا تو آپ ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ اس کے سرہانے بیٹھے اور اسلام کی دعوت دی۔ لڑکا اپنے باپ کی طرف دیکھنے لگا جو پاس ہی موجود تھا (کہ باپ کا کیا خیال ہے؟) باپ نے لڑکے سے کہا کہ ابوالقاسم ﷺ کی بات مان لو، چنانچہ لڑکا مسلمان ہوگیا، اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہتے ہوئے باہر آئے کہ شکر ہے اللہ کا جس نے اس لڑکے کو جہنم سے بچالیا (۶۳)

اس آخری واقعے سے اندازہ کیجیے کہ دعوت و تبلیغ کا کام ہر موقع اور ہر وقت کیا جانا چاہیے۔ مرض میں چونکہ انسان کا دل نرم ہوتا ہے اس لیے حق کو آسانی سے قبول کر لیتا ہے۔ پھر دکھ کے وقت کی

Marfat.com

ہمدردی اور اعانت انسان کو یاد رہتی ہے۔ ان ہی باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے عیسائیوں نے اسپتالوں کے ذریعے مشنری کام کو وسیع پیمانے پر کیا ہے اور کر رہے ہیں۔

مہمانوں کی خدمت: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہمان نوازی اور میزبانی کی فضیلت، اہمیت اور اس کا اجر وثواب بڑی تفصیل سے بیان فرمایا۔ پھر آپ نے بذاتِ خود مہمانوں کی خاطر تواضع کی، ان کی خدمت کی اور اُن کے کھانے، پینے اور رہنے کا بندوبست کیا۔ آپ کے ہاں ہر مذہب، ہر علاقے اور حیثیت کے لوگ آ کر مہمان بنتے اور آپ ﷺ ان کی مہمانی و میزبانی کرتے۔ آپ ﷺ کے مہمانوں میں مومن، کافر، مشرک، عیسائی، یہودی اور منافقین وغیرہ ہوتے تھے۔ آپ اور آپ کے ساتھی ان کی خدمت کرتے، ان کے ٹھہرنے کا بندوبست کرتے، ان کے کھانے کا انتظام کرتے۔ یہ رواداری اور خدمت اس دور میں تھی جبکہ دنیا اس وقت تک مختلف عصبیتوں، نفرتوں، تفرقوں، قومیتوں اور قبیلوں میں بٹی ہوئی تھی۔

ایک مرتبہ نجران کے نصاریٰ کا بڑا وفد آپ کی خدمت میں آیا، آپ ﷺ نے انہیں مسجد میں ٹھہرایا۔ جب مغرب کا وقت ہوا تو انہوں نے اپنی عبادت کرنے کی ضرورت بیان کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے یہ بندوبست کیا کہ مسجد کے ایک طرف وہ عبادت کریں اور دوسری طرف مسلمان نمازِ مغرب ادا کریں۔ (۶۴) کیا اس وقت کی دنیا میں ایسی مثال پیش کی جاسکتی ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مہمان کو اپنے دسترخوان پر کھانا کھلاتے تو بار بار فرماتے کہ اور کھایئے اور کھایئے۔ جب مہمان خوب آسودہ ہوجاتا اور انکار کرتا تب آپ ﷺ اصرار سے باز آتے۔ ذیل میں ہم دو روایتیں بیان کر رہے ہیں جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہمان نوازی کی کیفیت معلوم ہوتی ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا کہ میرے پاس سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گزرے اور مجھے اشارے سے بلایا، چنانچہ میں جب قریب ہوا تو میرا ہاتھ پکڑا اور ہم چلنے لگے پھر ہم آپ ﷺ کی ازواجِ مطہراتؓ میں سے ایک زوجۂ محترمہ کے حجرے کے پاس آئے، میں دروازے پر رکا اور آپ ﷺ اندر چلے گئے پھر مجھے اندر آنے کی اجازت دی تو میں اس پردے والے گھر میں داخل ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجۂ محترمہ سے پوچھا کہ تمہارے پاس کھانا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ جی ہاں! پھر روٹی کی تین ٹکیاں پیش کیں۔ آپ ﷺ نے وہ دستر خوان پر رکھیں پھر آپ نے ان میں سے ایک ٹکیہ اٹھا کر اپنے سامنے رکھی اور دوسری اٹھا کر میرے سامنے رکھی پھر تیسری کو اٹھا کر دو ٹکڑے کئے، آدھا ٹکڑا اپنے سامنے رکھا اور آدھا ٹکڑا میرے سامنے

Marfat.com

رکھا پھر آپ ﷺ نے گھر والوں سے پوچھا کوئی سالن ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ سرکے کے سوا اور کچھ نہیں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اسے لے آؤ اور وہ تو بہت اچھا سالن ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ اور حضرت جابرؓ اس میں روٹی ڈبو کر کھانے لگے۔ (۶۵)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کافر مہمان بنا اس کی مہمان نوازی کے لیے آپؐ نے ایک بکری کا دودھ نکال کر لانے کا حکم دیا جب دودھ آیا تو وہ کافر سارا پی گیا، پھر دوسری بکری کا دودھ نکال کر لایا گیا تو وہ بھی پی گیا، اس طرح سات بکریوں کا دودھ نکال کر لایا گیا تو وہ پی گیا۔ پھر صبح وہ مسلمان ہوگیا۔ اس کے ناشتے کے لیے ایک بکری کا دودھ نکال کر لایا گیا تو وہ پی گیا پھر جب دوسری بکری کا دودھ نکال کر لایا گیا تو وہ نہیں پی سکا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن ایک آنت میں پیتا ہے اور کافر سات آنتوں میں پیتا ہے"۔ (۶۶)

آپ ﷺ کی عمومی جود و سخا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجسم جود وسخا کے تھے، کسی سائل کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے تھے، اور اگر گھر میں کوئی چیز دینے کے لیے نہیں ہوتی تھی تو دوسروں سے لے کر دیتے تھے۔ پھر اگر سائل کو جواب دینا ہوتا تو نہایت نرمی اور شفقت کے ساتھ جواب دیتے۔

اس سلسلے میں حضرت حسینؓ سے ایک طویل روایت ہے جس کا ایک حصہ پیش کیا جاتا ہے:

قال فسألته عن مجلسه فقال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم لايقوم ولايجلس الا على ذكر واذا انتهى الىٰ قوم جلس حيث ينتهى به المجلس ويأمر بذالك. ويعطى كل جلسائه بنصيبه ولايحسب جليسه ان احدا اكرم عليه منه من جالسه اوفاؤضه فى حاجة صابرة حتى يكون هوالمنصرف ومن سأله حاجة لم يرده الابها او بيمَيسُور من القول (٦٧)

حضرت حسینؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد حضرت علیؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کے حالات دریافت کیے تو انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ کی نشست و برخاست سب اللہ کے ذکر کے ساتھ ہوتی تھی، اور جب کسی جگہ تشریف لے جاتے تو جہاں جگہ ملتی وہیں بیٹھ جاتے اور اسی کا لوگوں کو بھی حکم دیتے۔ آپ ﷺ حاضرینِ مجلس میں سے ہر ایک کا حق ادا فرماتے اور آپ کے پاس ہر بیٹھنے والا یہ سمجھتا تھا کہ حضور ﷺ سب سے زیادہ اکرام میرا فرما رہے ہیں۔ جو آپ کے پاس بیٹھتا یا کسی معاملے میں آپ کی طرف رجوع کرتا تو حضور ﷺ اس کی طرف متوجہ رہتے یہاں تک کہ وہ خود اُٹھنے کی ابتدا کرے۔ جو آپ ﷺ

Marfat.com

سے کوئی چیز مانگتا تو آپ اس کو دیتے یا (اگر نہ ہوتی) تو نرمی سے جواب دیتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمومی طریقہ رہا ہے کہ اپنی ضرورت پر دوسروں کی ضرورت کو ترجیح دیتے اور ایثار کرتے ہوئے ان کی ضرورت پوری کرتے۔

قیدیوں سے حسن سلوک: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں خطۂ عرب اور خاص طور پر حجاز میں قید خانوں کا رواج نہیں تھا اور نہ ہی ایسے حالات تھے کہ کسی کو طویل عرصہ قید کیا جاتا۔ اسلام میں باقاعدہ قید خانے کی ابتدا حضرت عمرؓ نے کی۔ انہوں نے صفوان بن امیہ کا گھر چار ہزار درہم میں خرید کر اسے قید خانہ بنایا۔ اس میں مختلف قیدی بند کیے جاتے تھے۔ پھر حضرت علیؓ نے قید خانہ بنوایا۔ اور اس کا نام نافع رکھا، لیکن یہ کوئی مضبوط قلعہ نہیں تھا۔ اس لیے بعض قیدی اس سے بھاگ جاتے تھے۔ بعد میں اسے دوبارہ تعمیر کرایا جو مضبوط تھا، جس سے قیدیوں کے فرار کی صورت نہیں تھی۔

تاہم جو لوگ وقتی طور پر گرفتار ہو کر آتے انہیں روکے رکھنے کے لیے عارضی طور پر یا تو مسجد کے ستونوں سے باندھ دیا جاتا یا مختلف صحابۂ کرامؓ کے حوالے کر دیا جاتا جو ان کی نگرانی اور دیکھ بھال کے ساتھ ان کے خورد و نوش اور دیگر ضروریات کا بندوبست کرتے۔ جاہلی نظام میں جنگی قیدی فاتح کے رحم و کرم پر ہوتے تھے، ان پر ظلم توڑے جاتے تھے، ان سے بدسلوکی کی جاتی اور ان کو غلامی میں ڈال دیا جاتا۔ اور ان کے کھانے کے لیے ان سے بھیک منگوائی جاتی، آج کے مہذب دور میں بھی جنگی قیدیوں کے ساتھ جو وحشیانہ سلوک روا رکھا جاتا ہے وہ گوانتاناموبے اور پل چرخی افغانستان اور اس کے قید خانوں سے واضح ہوتا ہے۔

نبی ﷺ نے جنگی قیدیوں کو نیا مرتبہ دیا، چنانچہ بدر کے قیدی جو تاریخِ مدینہ میں پہلی مرتبہ زیادہ تعداد میں قید ہوئے تھے، ان کے بارے میں ہدایت کی گئی کہ قیدیوں کو نہایت آرام سے رکھا جائے۔ بعض صحابہؓ نے اس کی تعمیل میں خود کھجوریں کھا کر اپنے ذمے آئے ہوئے قیدیوں کو پیٹ بھر کر اچھا کھانا کھلایا۔ ایک بدری قیدی ابوعُزیر (مُصعب بن عُمیر کے بھائی) کا بیان ہے کہ جن انصاریوں کے ہاں مجھے رکھا گیا تھا، وہ خود کھجوروں پر گزر کرتے اور مجھے اچھا کھانا لا کر دیتے۔ اس سلوک کی وجہ سے میں سخت شرمسار ہوتا۔ جن اسیروں کے پاس لباس کم تھا، ان کو کپڑے دیے گئے۔ حضرت عباسؓ کے بدن پر لمبے قد کی وجہ سے کوئی کرتہ پورا نہ اترتا تھا، لہٰذا ان کے لیے عبداللہ بن ابیؓ نے کرتہ بھجوایا۔ ان قیدیوں میں سہیل بن عمرو بھی تھا جو اپنا پورا زورِ بیان اور فصاحت حضور ﷺ کے خلاف تقریریں کرنے میں صرف کرتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے مشورہ دیا کہ اس کے سامنے کے دانت اُکھڑوا دیے جائیں، تاکہ

Marfat.com

جوشِ خطابت نہ دکھا سکے، کوئی اور ہوتا تو اپنے بے بس قیدی کے ساتھ بدترین سلوک کرنے میں تأمل نہ کرتا، لیکن رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں اس کے کسی حصۂ بدن کو بگاڑ دوں (مُثلہ کروں) تو میرے نبی ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ سزا کے طور پر میرے اس حصے کو بگاڑ دے گا۔ (۶۸)

ثُمامہ بن آثال سے حسنِ سلوک: ثمامہ بن آثال نامی نجد کے سردار کو گرفتار کر کے مدینہ منورہ لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مسجد کے ایک ستون سے بندھوا دیا۔ یہ تین دن تک اس سے بندھے رہے۔ آپ بذاتِ خود اس کی دیکھ بھال کرتے اور اس کی خیریت پوچھتے اور گفتگو کرتے۔ وہ کہتا کہ حضور مجھے آزاد کر دیں گے تو مجھ پر احسان کریں گے اور اگر قتل کریں گے تو ایک مجرم کو قتل کریں گے۔ آخر تیسرے روز آپ ﷺ نے اسے آزاد کرنے کا حکم دے دیا، وہ آزاد ہوتے ہی مدینے کے قریب ایک تالاب پر گیا، نہا دھو کر پاک صاف ہو کر آپ کی خدمت میں آیا اور کلمہ پڑھ کر حلقۂ اسلام میں داخل ہو گیا۔ اپنے وطن واپس جا کر قریش سے کہلا بھیجا کہ اب یمن کی طرف تمہارا تجارتی قافلہ نہیں آ سکتا، اس لیے کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں اور اسلام اور مسلمانوں کا دفاع کروں گا اور تمہاری کوئی حمایت نہیں کروں گا۔ یہ سب کچھ آپ ﷺ کے اسیروں کے ساتھ حسنِ سلوک، رواداری، تحمل مزاجی اور عفو و درگزر کرنے کی وجہ سے ہوا۔ (۶۹)

اسیرانِ جنگ کے ساتھ حسنِ سلوک اور مساوات کے سلسلے کا وہ عظیم واقعہ بھی تاریخِ اسلام کا شہ پارہ اور مسلمانوں کے لیے اسوۂ حسنہ ہے جب بدر کے قیدی گرفتار کر کے لائے گئے تو ان کے ہاتھ ان کی پیٹھ پر سخت کس کر باندھے ہوئے تھے۔ جس کی وجہ سے ان کو تکلیف ہو رہی تھی۔ پہلی رات کو انہیں مسجدِ نبوی کے صحن یا اس کے قریب رکھا گیا تھا۔ چنانچہ حضرت عباسؓ تکلیف کی وجہ سے کراہ رہے تھے جب ان کی آواز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں میں پڑی تو کراہنے کی وجہ دریافت کی۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ رسیوں کی سخت بندش کی وجہ سے ایسے ہو رہا ہے۔ اس پر آپؐ نے حکم دیا کہ چچا عباس کے ساتھ تمام دوسرے قیدیوں کی بھی رسیاں ڈھیلی اور نرم کر دی جائیں۔ سبحان اللہ و بحمدہٖ۔ (۷۰)

یہ ہے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیدیوں پر شفقت اور عنایت، پھر مساوات کہ اپنے چچا اور تمام اسیروں کے ساتھ یکساں برتاؤ و رویہ برتا جا رہا ہے۔

بدر میں کفار جس ارادے سے آئے تھے اور مسلمانوں کے خلاف جو سخت جذبات و خیالات رکھتے تھے اور مسلمانوں کا قلع قمع کرنے کا عزم رکھتے تھے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ان کے عزائم و جرائم کی وجہ سے وہ قتل کے لائق تھے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی اجازت تھی۔ حضرت عمرؓ کی رائے بھی

Marfat.com

یہی تھی، لیکن آپ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کی رائے پر عمل کرتے ہوئے ان قیدیوں سے فدیہ لے کر آزاد کر دیا۔ جن کے پاس مالی فدیہ نہیں تھا، ان سے مسلمانوں کے دس، دس بچوں کو پڑھانے کے عوض رہا کر دیا۔ (۷۱)

جن مقامات پر انسان کا دل نرم ہوتا ہے اور اسے غور و فکر کا موقع ملتا ہے ان میں سے ایک مقام جیل ہے۔ لہٰذا قیدیوں کے ساتھ خلوص سے جو حسنِ سلوک ہوگا وہ ضرور اپنا رنگ لائے گا۔ آج قیدیوں میں سے سب سے زیادہ اسلام قبول کرنے والے امریکی جیلوں کے نیگرو اور کالے لوگ ہیں۔ کیا ہم مسلمان آپ ﷺ کے امتی اور شیدائی دوسرے ملکوں، مقامات اور جیلوں میں بھی اسی شفقت و رحمت کے ساتھ دعوت و تبلیغ کا کام کرنے پر غور کریں گے؟ آپ ﷺ نے قیدیوں کی عزت و احترام اور ان کے حقوق کے بارے میں جو ہدایات دی ہیں وہ آج کے جنیوا چارٹر سے کئی گنا اعلیٰ و ارفع ہیں۔ اے کاش کہ مسلم ممالک اور مسلمان امت اس کا مظاہرہ کرے۔

صحابہ کی مالی ضرورتوں کا خیال رکھنا: انسان اور مال کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ مال انسان کی بنیادی ضرورت ہے، انسان کی بقا کا ذریعہ ہے اور اس کی زندگی کی زینت ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَاتُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِىْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا (۷۲)

''اور تم بے وقوفوں کو ان کے مال حوالے نہ کرو جن کو اللہ نے تمہارے قیام کا ذریعہ بنایا''۔

مال مسلمان کے دین کی ڈھال ہے اور اس کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ بعض وقت فقر و فاقہ مسلمان کے لیے دین کے زوال کا سبب بن جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كَادَ الفقر ان يكون كفراً (۷۳) تنگ دستی و فاقہ انسان کو کفر میں پہنچا دیتا ہے۔

لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحابِ کرامؓ کی مالی ضرورتوں کا خیال رکھتے ہوئے ان کی مالی ضرورتوں کو پورا کرنے کا بندوبست کیا اور انہیں کام سے لگایا۔ اس قسم کی درجنوں روایتیں آتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہت سے سائل، حاجت مند اور مالی پریشانیوں میں مبتلا مسلمان آئے اور آپ ﷺ نے مختلف طریقوں اور ذریعوں سے ان کا بندوبست کیا۔ آپ فرماتے ہیں: انما انا قاسم و خازن والله يعطى (۷۴)

میں تو صرف بانٹنے والا اور خازن (سنبھالنے والا) ہوں اور اللہ دیتا ہے۔

ہجرتِ مدینہ کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہزاروں مہاجرین کی ضروریاتِ زندگی کا

Marfat.com

بندوبست جس طریقے سے مؤاخات کے ذریعے کیا، یہ تاریخِ اسلامی کا روشن باب ہے۔ مدینے جیسی چھوٹی سی بستی میں بے سروسامان ہزاروں مسلمانوں کا آجانا ایک گمبھیر مسئلہ تھا۔خوراک، رہائش، روزگار، تعلیم وتربیت کے کئی پہلو تھے۔سرورِعالم صلی اللہ علیہوسلم نے مؤاخات کی جامع تجویز سے اسے نہایت بہترین انداز سے حل کردیا۔ ان مؤاخاتی بھائیوں کے درمیاں بے تکلفی واپنائیت رہی ہے، برادرانہ تعلقات قائم رہے ہیں، رہائش کا معقول بندوبست ہوا ہے اور روزگار کا بندوبست بھی تھا۔

اپنے اصحابِ کرام کی مالی ضرورتیں نہایت عمدہ طریقے سے پوری کرنے کے سلسلے کے متعدد واقعات میں سے صرف چند ایک واقعات پیش کئے جاتے ہیں۔

ایک دفعہ ایک شخص خدمتِ اقدس میں آیا اور دیکھا کہ دور تک آپ کی بکریوں کا ریوڑ پھیلا ہوا ہے۔اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بکریاں دینے کی درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سب کی سب دے دیں۔ اس شخص نے اپنے قبیلے میں جاکر کہا کہ لوگو اسلام قبول کرلو۔ محمد (ﷺ) ایسے فیاض ہیں کہ مفلس ہوجانے کی پرواہ نہیں کرتے"۔(۷۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فیاضی اور دوسروں کی ضرورت کا خیال کرنے کا یہ حال تھا کہ جو شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا، اگر آپ کے پاس کچھ سرمایہ موجود ہوتا تو اس کو کچھ نہ کچھ ضرور عطا کرتے ورنہ وعدہ فرماتے۔اس معمول کی بنا پر لوگ اتنے دلیر ہوگئے تھے کہ ایک مرتبہ عین اقامتِ نماز کے وقت ایک بدو آیا، آپ کا دامن پکڑ کر کہا میری ایک معمولی سی حاجت باقی رہ گئی ہے، ڈر ہے کہ میں اسے بھول نہ جاؤں، سو اُس کو پورا کردیجیے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ تشریف لے گئے اور اس کی حاجت برآری کرکے آئے تو نماز پڑھی۔(۷۶)

ایک دفعہ آپ ﷺ صحابہؓ کے مجمع میں تشریف فرما تھے، ایک بدو آیا اور آپ کی چادر کا گوشہ پکڑ کر زور سے کھینچ کر بولا محمد (ﷺ) یہ مال نہ تیرا ہے اور نہ تیرے باپ کا ہے۔ایک اونٹ کا بار (سامان) دے دے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اونٹ کو جو اور کھجوروں سے لدوادیا۔(۷۷)

بعض اوقات ایسا ہوتا کہ ایک شخص سے ایک چیز خریدتے، قیمت چکادینے کے بعد پھر وہ چیز اس کو بطورِ عطیہ کے عنایت فرماتے، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ سے اونٹ خریدا اور پھر اسی وقت عبداللہ بن عمرؓ کو دے دیا۔ حضرت جابرؓ کے ساتھ بھی اسی قسم کا ایک واقعہ بخاری شریف میں مذکور ہے۔

حضرت جابرؓ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک غزوے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، میرے اونٹ کے تھکنے کی وجہ سے وہ پیچھے رہ گیا، اس دوران نبی ﷺ میرے پاس آئے اور فرمایا: کیا جابر ہے؟

Marfat.com

میں نے عرض کیا جی ہاں! آپ ﷺ نے پوچھا کیا بات ہے؟ میں نے کہا کہ میرا اونٹ تھکنے کی وجہ سے آہستہ ہوگیا اور میں پیچھے رہ گیا ہوں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نوک دار چھڑی لے کر اپنی سواری سے اترے اور اونٹ کو اس کا کچوکا دیا پھر فرمایا: سوار ہو جاؤ، میں اس پر سوار ہوگیا تو وہ اتنا تیز چلنے لگا کہ مجھے اس کے رسول اللہ ﷺ سے آگے نکلنے کے ڈر کی وجہ سے اس کی باگ کھینچنی پڑی۔

آپ صلی اللہ علیہ سلم نے اس موقع پر پوچھا کیا تو نے شادی کی ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! فرمایا۔ کنواری سے یا بیوہ سے؟ میں نے کہا کہ بیوہ سے کی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کنواری لڑکی سے کیوں نہیں کی جس سے تم دونوں میں ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگی ہوتی؟ میں نے عرض کیا کہ میری بہنیں ہیں۔ لہٰذا میں نے چاہا کہ میں ایسی عورت سے شادی کروں جو ان کو اکٹھا رکھے، ان کے بال سنوارے اور ان کو کنگھی کرے اور ان کی دیکھ بھال کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، سنو اب تم پہنچنے والے ہو، جب پہنچ جاؤ تو ہوشیاری سے کام لو، پھر فرمایا: کیا اپنا اونٹ بیچو گے؟ میں نے کہا جی ہاں! چنانچہ آپ نے اسے ایک اوقیہ میں خرید لیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے پہلے مدینہ تشریف لے گئے اور میں صبح کو پہنچا اور مسجد کی طرف گیا تو آپ ﷺ کو مسجد کے دروازے پر پایا، آپ نے پوچھا کہ اب آئے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا۔ اپنا اونٹ چھوڑ دو اور مسجد میں جا کر دو رکعت نماز ادا کرو۔ سو میں نے مسجد میں جا کر نماز پڑھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلالؓ کو ایک اوقیہ (چاندی) تول کر دینے کا حکم دیا۔ انہوں نے میری ادائیگی کے لیے ترازو میں جھکتا ہوا وزن کر کے مجھے دیا۔ میں پیٹھ پھیر کر چلا گیا تو آپ ﷺ نے کسی سے فرمایا کہ جابر کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ میں نے دل میں کہا کہ آپ مجھے اونٹ لوٹا دیں گے، جبکہ مجھے اس سے زیادہ کوئی چیز ناپسند نہیں تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اپنا اونٹ لے جاؤ اور اس کی قیمت بھی تمہاری ہے (۷۸)

اس واقعے سے اندازہ کیجیے کہ کس طرح نبی ﷺ نے اپنے ایک ساتھی کی دل جوئی کی اور اس کی مالی ضرورتیں پوری کیں۔ آپ ﷺ نے جابرؓ کی نئی شادی، بہنوں کی ذمہ داری اور پرورش اور سواری کی خستہ حالت دیکھ کر ان کی مالی ضرورتوں کا اندازہ لگایا اور ایسے طریقے سے اعانت کی کہ ان کی عزتِ نفس کو ٹھیس نہیں پہنچی اور نہ ہی انہیں مالی اعانت لینے کا احساس ہوا۔

اس قسم کے بہت سے واقعات سیرتِ طیبہ میں ملتے ہیں جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے اصحاب کی دل جوئی، ہمدردی اور مالی معاونت کا پتہ چلتا ہے۔

Marfat.com

حضرت محمد ﷺ اور رفاہی کام
(احادیث کی روشنی میں)

نبی اکرم ﷺ تمام جہانوں اور جہان والوں کے لیے رحمت بن کر تشریف لائے، آپ ﷺ کی عام اور خاص رحمت سے نہ صرف انسان مستفید اور بہرہ ور ہوئے بلکہ تمام حیوانات، نباتات اور جمادات تک نے رحمت سے فیض پایا۔

جمادات کے استفادے کا مشاہدہ اس حدیث مبارک سے کیجئے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ راستے کا حق ادا کرو، لوگوں نے پوچھا کہ راستے کے حقوق کون سے ہیں؟ تو آپ نے راستے کے حقوق ارشاد فرمائے۔ ان حقوق پر غور کیا جائے تو ایک اسلامی راستے (راہ) کی پاکیزگی، کشادگی، صفائی، سنجیدگی اور امنیت کا نقشہ سامنے آتا ہے۔ اس سے اندازہ کیجئے کہ آپ نے اپنی رحمت کس قدر عام کی اور اس کا پرتو کہاں کہاں پہنچا اور کس قدر پہنچا۔

اس حصے میں آپ کے ان ارشادات کو نمایاں کیا جا رہا ہے جو آپ نے رفاہ عامہ اور خدمت خلق اور شفقت و رحمت علی الخلق کے سلسلے میں بیان فرمائے، اس سے اس موضوع کی ابتدائی جھلک اور منظر سامنے آئے گا۔ بس مشتے نمونہ از خروارے ہے۔

ا۔ خدمت خلق کا وسیع تصور

اسلام نے اپنے پیروکاروں کو نیک عمل کے لیے ایک وسیع نظام بنا کر دیا ہے۔ جس میں حقوق اللہ، حقوق العباد اور حقوق النفس کے کئی پہلو آ جاتے ہیں، تاہم ان کا آخری نقطہ یہ ہے کہ انسان اگر نیکی نہ کر سکے تو کم از کم برائی تو نہ کرے اور اپنے اعمال نامے کو برائیوں سے پاک رکھے، یہ بھی اس کے لیے ایک گونہ کامیابی ہے، شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

قوت نیکی نداری بد مکن　　بر وجود خود ستم بے حد مکن

اگر تم نیکی کی طاقت نہیں رکھتے تو برائی تو نہ کرو اور اپنے ناتواں وجود پر ظلم تو نہ کرو۔

اس مضمون کی ایک حدیث مبارک ملاحظہ کریں:

Marfat.com

عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ، قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَئَیْتَ اَنْ لَمْ یَجِدْ؟ قَالَ یَعْمَلُ بِیَدِهٖ فَیَنْفَعُ نَفْسَهٗ وَ یَتَصَدَّقُ، قَالُوْا اَرَئَیْتَ اِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ؟ قَالَ یُعِیْنُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوْفِ قَالُوْ اَرَئَیْتَ اِنْ لَمْ یَفْعَلْ؟ قَالَ یَأْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ. قَالُوْا اَرَئَیْتَ اِنْ لَمْ یَفْعَلْ؟ قَالَ یُمْسِکُ عَنِ الشَّرِّ فَاِنَّهَا لَهٗ صَدَقَةٌ (۷۹)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر ایک مسلمان پر صدقہ (نیکی کرنا لازم) ہے، انہوں (صحابہ) نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو یہ نہیں پاتا؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ وہ اپنے ہاتھ سے کام کرے جس سے اپنی ذات کو نفع پہنچائے اور صدقہ بھی کرے، انہوں نے پھر پوچھا کہ وہ اگر یہ نہ کر سکے تو کیا کرے؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا: کسی مجبور حاجت مند کی مدد کرے، انہوں نے پوچھا کہ وہ اگر یہ بھی نہ کر سکے تو کیا کرے؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا: وہ نیکی کا حکم دے۔ انہوں نے پوچھا کہ اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے تو کیا کرے؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا: وہ برائی سے رک جائے یہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے۔

ہر شخص کا نیکی و بھلائی کے کام کرنے اور مالی صدقات کرنے کا دل چاہتا ہے، پھر اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے اور رفاہی و سماجی کام کرنے کی خواہش ہوتی ہے، کہ اس کے پاس مادی یا جسمانی وسائل ہوتے تو وہ کوئی خیر کا کام کرتا۔ ایسے لوگوں کے لیے آپ ﷺ نے نیکی کے کام کرنے کے ایسے طریقے بتائے ہیں کہ جن کے کرنے سے ویسا ہی اجر و ثواب ملتا ہے، اور صدقہ کرنے کی خواہش پوری ہو جاتی ہے۔

حدیث زیر مطالعہ میں نبی اکرم ﷺ نے صدقہ (نیکی) کرنے کی پانچ ایسی صورتیں بیان کی جو ایک دوسرے کی متبادل ہیں اور دوسرے پہلو سے اپنی جگہ پر بڑی نیکیاں، اجر و ثواب کا باعث اور خدمت خلق کے کام ہیں۔ لہٰذا انسان ان میں سے جو نیکی بھی کر سکتا ہے وہ کرے، اس حدیث مبارکہ سے اس طرف اشارہ نکلتا ہے کہ کسی ایک نیکی کے کام یا عمل کو اپنے سامنے نہ رکھے بلکہ وہ نہ ہو سکے تو دوسرا اختیار کر لے، اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو تیسرا اپنا لے، اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ ان میں سے جو کام کر سکتا ہے وہ ضرور کرے اور اپنے لیے اجر کمائے اور آخرت کا توشہ بنائے۔

صدقے کا کلمہ صدق اور صداقت (سچائی) سے نکلا ہے، جس کے مفہوم میں یہ بات خود بخود

Marfat.com

شامل ہے کہ ان میں سے جو کام کرے سچائی کے جذبے ونیت اور جائز طریقے سے کرے، اس عمل میں نیت اللہ تعالیٰ کی رضا چاہنا، اپنی ذمہ داری پوری کرنا اور انسانوں کی خدمت کرنا ہو۔

یہی وہ بنیادی فرق ہے جو عام این جی اوز (خدمت گزار اور اصلاحی تنظیموں) اور مسلم این جی اوز میں نمایاں ہے، ایک مومن جو کام بھی کرے گا اس میں اللہ کی رضا وخوشنودی، ذمے داری پوری کرنے اور اپنے لیے اجر چاہنے کی نیت سے کرے گا۔ اس فرق کی وجہ سے ایک مسلم کا رفاہی کام دوسرے فریقوں سے اعلیٰ واکمل اور ممتاز ہے اس کے برخلاف دوسرے لوگ مختلف مقاصد، اغراض اور جذبے رکھتے ہیں۔

اس حدیث مبارکہ سے ایک خاص بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جو بھی نیکی کا کام کرے وہ جائز اور حلال طریقے سے کمائے ہوئے رزق سے کرے۔ اسلام کسی صورت میں ایسی نیکی، صدقہ اور رفاہی کام کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور نہ ہی اسے پسند کرتا ہے اور نہ ہی اس پر اجر وثواب دیتا ہے جس میں ناجائز وحرام سے کمائے ہوئے مال سے خرچ کیا جائے یا اس کام میں ناجائز عمل شامل ہو، جیسے کوئی شخص رشوت، سود یا دھوکے سے کمائے ہوئے مال سے صدقہ خیرات کرے یا کسی کا حق غصب کر کے یا کسی ایک سے زیادتی کر کے دوسرے کی خدمت یا رفاہی کام کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

وَ لَا صَدَقَةٌ مِنْ غُلُوْلٍ۔ (۸۰)

دھوکے سے حاصل کئے ہوئے مال پر صدقہ قبول نہیں ہوگا۔

غلول (دھوکے) سے ہر وہ مال مراد ہے جو حرام اور ناجائز طریقے سے حاصل کیا ہوا ہو۔

مذکورہ بالا حدیث میں ان یعمل بیدہ کے الفاظ آئے ہیں، اسی طرح کے الفاظ ایک اور حدیث میں ہیں، مقدام بن معدیکرب سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

مَا اَكَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ اَنْ يَّاْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ وَ اِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوُدُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَاْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ (۳)

"کسی شخص نے اپنے ہاتھ سے کمائے ہوئے کھانے سے زیادہ اچھا کھانا نہیں کھایا اور داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کمائے ہوئے کھانے سے کھاتے تھے"۔

عمل الید کے ظاہری معنیٰ تو ہاتھ کی کمائی یعنی ہاتھ پاؤں چلا کر کمانا ہے، لیکن الفاظ عمومیت کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔ اس سے مراد محنت کر کے، منصوبہ بنا کر، جدوجہد کر کے اور جائز طریقے سے کمائی کرنا ہے۔

Marfat.com

یہاں پہلی بات یہ بتائی گئی کہ اگر کسی شخص کا دل مالی انفاق کرنے، مال خرچ کرنے اور کسی کی مالی امداد کرنے کو چاہتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص محنت کرے، جائز مال کمائے اور انفاق کرے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی وجہ سے جائز مال نہیں کما سکتا تو اسے چاہیے کہ وہ مصیبت کے مارے ہوئے لوگوں اور مصیبت میں گھرے ہوئے لوگوں کی مدد کرے، ان کا ہاتھ تھامے، انہیں ظلم و زیادتی سے بچائے، ان کی رہنمائی کرے، انصاف کے مقامات تک ان کو پہنچائے۔ اس کی بہت سی صورتیں ہوسکتی ہیں اس کا ابتدائی درجہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی ہمت باندھے، درخواست لکھ کر دے اور جس طرح ہوسکے ان کی مدد کرے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص یہ دوسرا کام جو خدمت خلق کا اعلیٰ ترین کام ہے، نہیں کرسکتا تو اسے چاہیے کہ امر بالمعروف (نیکی کا حکم کرے) یعنی نیکی کی اشاعت کرے، دعوت و تبلیغ کا کام کرے، جہاں اس کا بس چلے وہاں اپنی طاقت سے نیکی پھیلائے جیسے اس کے اپنے اہل خانہ مثلاً بیوی، بچے اور دیگر زیردست ہیں ان میں نیکی کو فروغ دے۔ امر بالمعروف کرنا اس امت کے ہر فرد کی ذمے داری ہے اس ذمے داری کا لازم ہونا قرآن مجید کی آیات اور متعدد احادیث مبارکہ سے ثابت ہے، نیز اس حدیث سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے لہٰذا ہر مسلمان کو یہ ذمے داری پوری کرنی چاہیے۔

لیکن کوئی شخص یہ کام بھی نہیں سرانجام دے سکتا تو اسے چاہیے کہ برائی سے رک جائے، یہ بھی اس کا صدقہ کرنا ہی ہے، کیونکہ اس طرح وہ اپنی ذات پر ظلم تو نہیں کرے گا اور کم از کم برائی کرنے سے تو بچا رہے گا۔

فراغت کا وقت اور فرصت کی عمر جب کہ بڑھاپے کی وجہ سے آدمی فارغ ہوگیا ہو تو ایسی صورت میں انسان اپنے ساتھیوں اور ہم عمروں کے ساتھ بیٹھ کر کسی کے عیب نکالے گا، کسی کی غیبت کرے گا، لوگوں کی برائیاں بیان کرے گا، کسی کو برے لقب سے پکارے گا اور کسی کی بدخواہی کرے گا۔ اس طرح ایک طرف وہ اپنے اوپر ظلم کا مرتکب ہوگا تو دوسری طرف اپنے مسلمان بھائی کی حق تلفی کرے گا۔ اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ برائی سے رک جائے، یہ بھی اس کا صدقہ کرنا ہے۔

اس حدیث مبارک میں جو افعال و اعمال کی صورتیں اور متبادل صورتیں بیان کی گئیں وہ تمام کی تمام حقوق اللہ اور حقوق العباد سے متعلق ہیں، اس سے اسلام کے مزاج اور نظام کا اندازہ ہوتا ہے کہ یہ دین انفرادیت، رہبانیت، تنہائی پسندی اور گوشہ نشینی کا دین نہیں ہے بلکہ یہ تو معاشرتی اصلاح، اس کی تعمیر و ترقی کا دین ہے، یہ انفرادی اصلاح اور خدمت خلق کا دین ہے۔

Marfat.com

۲۔رفاہی کام چھوٹی نیکیاں

ہر انسان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ میں دوسرے انسانوں کی خدمت کروں، ان کو سکھ پہنچاؤں اور ان کی تکالیف دور کروں۔ یہ کیفیت دراصل انسان کی فطرت ہے اور اس کے مطابق یہ خواہش ہے، لیکن عام انسانوں کا نیکی کے بارے میں تصور اور ہے، آپ ﷺ نے اس خواہش اور مؤمن ہونے کی حیثیت سے اس پر عمل کرنے کی تمنا کو سامنے رکھ کر بیان کیا ہے کہ ہر انسان جب وہ اٹھتا ہے تو اس پر صدقہ کرنا لازم ہو جاتا ہے، یہ صدقہ ادا کرنے کے کئی طریقے اور کئی راہیں ہیں۔ لہٰذا جو طریقہ اور راستہ اس کے مناسب حال ہو وہ اختیار کر لے، اس طرح وہ بھی نیکی کرنے والوں میں شامل ہو جائے گا اور اجر و ثواب کا مستحق ہوگا، اس سلسلے میں حدیث کا مطالعہ کریں:

۲. عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رِضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كُلُّ سُلَامٰى مِنَ النَّاسِ عَلَیْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ یَوْمٍ تَطْلُعُ فِیْهِ الشَّمْسِ یَعْدِلُ بَیْنَ الْاِثْنَیْنِ صَدَقَةٌ، وَ یُعِیْنُ الرَّجُلَ عَلٰی دَابَّةٍ فَیَحْمِلُ عَلَیْهَا اَوْیَرْفَعُ عَلَیْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ وَالْكَلِمَةُ الطَّیِّبَةُ صَدَقَةٌ وَكُلَّ خُطْوَةٍ یَخْطُوْهَا اِلَی الصَّلٰوةِ صَدَقَةٌ وَ یُمِیْطُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقُ صَدَقَةٌ(۸۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر روز جب سورج طلوع ہوتا ہے تو لوگوں کے ہر عضو (جوڑ) پر صدقہ لازم ہو جاتا ہے (اس کی ادائیگی کی بعض صورتیں یہ ہیں) تم دو آدمیوں کے درمیان عدل و انصاف کرو یہ صدقہ ہے، تم کسی آدمی کو اس کی سواری پر بٹھانے میں مدد کرو یا سواری پر اس کا سامان اٹھا کر دو یہ صدقہ ہے، کسی سے پاکیزہ (میٹھی) بات کرو یہ صدقہ ہے، نماز کے لیے جو قدم بھی اٹھا کر جاؤ یہ صدقہ ہے اور راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹاؤ یہ صدقہ ہے۔

آپ ﷺ نے جو نیکی کے طریقے بتائے وہ سب اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والے اور انسان کو اجر و ثواب کا مستحق بنانے والے ہیں، اب اسے اپنے بارے میں سوچ کر فیصلہ کرنا چاہیے کہ میں کون سا کام کر سکتا ہوں۔

(۱) دو انسانوں کے درمیان انصاف کرنا

ان کے اختلافات کو ختم کرنا، اور کوئی شخص دوسرے پر زیادتی کر رہا ہو تو اسے روکنا بڑی نیکی ہے، عدل و انصاف کرنا یہ اعلیٰ عمل ہے جس کے سرانجام دینے کی آپ ﷺ کو تاکید کی گئی اور آپ کی طرف

Marfat.com

سے اعلان کرایا گیا کہ میں عدل قائم کرنے کے لیے آیا ہوں۔ ارشاد باری ہے:

وَ اُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَکُمْ (۸۳)

اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔

آیہ کریمہ کے اس حصے کا مقصد یہ ہے کہ میں ان ساری گروہ بندیوں سے الگ رہ کر بے لاگ انصاف کرنے کا مامور ہوں، میں جس حق کو تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں اس میں کسی کے لیے بھی کوئی امتیاز نہیں ہے بلکہ سب کے لیے یکساں ہے اور یہ کہ میں دنیا میں عدل قائم کرنے پر مامور ہوں۔ دو افراد کے درمیان عدل کرنا اور عدل کا نظام قائم کرنا بہت بڑی نیکی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ دنیا میں عدل و انصاف کا نظام قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ بھی نیکی کا کام کر رہے ہیں او راجر و ثواب کما رہے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ لوگوں کے درمیان صلح کرانا، انصاف کی بات کہنا اور دو انسانوں کو باہم شیر و شکر کرنا بڑی نیکی ہے۔

(۲) کسی کو سواری پر بٹھانا

پرانے زمانے میں اونٹ کو بٹھا کر ایک فرد اسے پکڑے رکھتا تھا تا کہ اٹھنے میں جلدی نہ کرے یا فوراً کھڑا نہ ہو جائے یا کوئی معذور ہے تو اسے سہارا دے کر سواری پر سوار کرنا یا اس کا سامان اونٹ، گھوڑے، گدھے، یا گاڑی پر لدوانا یا اس کی سواری کھڑی ہے تو اسے سامان اٹھا کر پکڑانا۔ آج کے دور میں گاڑی، بس، ٹرک یا دوسری سواری پر کسی کمزور و ضعیف اور عمر رسیدہ کو سوار کرنا یا اس کا سامان اٹھا کر اوپر رکھنا نیکی اور صدقہ ہے۔ اسی طرح کسی کو اپنی سواری پر لفٹ دینا اور بٹھانا اس میں داخل ہے، اگر چہ یہ معمولی کام معلوم ہوتا ہے اور دنیاوی کام معلوم ہوتا ہے لیکن نبی اکرم ﷺ نے اسے صدقہ قرار دیا ہے اور تقابل کر کے بتایا کہ جس طرح نماز باجماعت کے لیے مسجد کی طرف جانا نیکی ہے اسی طرح یہ بھی نیکی کا کام ہے، جس طرح مسجد کی طرف قدم اٹھانے سے ثواب ملتا ہے اسی طرح ان کاموں میں بھی اجر و ثواب ملتا ہے۔

(۳) پاکیزہ بول

اچھا بول، اور مفید بات اپنے مسلمان بھائی سے یا کسی انسان سے کہنا نیکی ہے، خوش خلقی سے ملنا، میٹھے بول بولنا مومن کے اوصاف میں سے ہے، ایک دوسری حدیث میں ہے، حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: نیکی کے کسی کام کو ہرگز حقیر (کمتر) نہ سمجھو، خواہ اپنے بھائی سے کشادہ روئی سے ملنا ہی کیوں نہ ہو۔ (۸۴)

Marfat.com

امام مسلم رحمہ اللہ نے خوش خلقی اور خوش روئی سے سے ملنے کو مستحب بتایا ہے، آج جدید دور کی تہذیب میں کہا یہ جاتا ہے کہ مرد وعورت جس شخص سے بھی ملیں مسکرا کر ملیں اور بات کریں، جب کہ اسلام نے روز اول سے ہی خوش روئی، خوش خلقی اور مسکرا کر ملنے کی تاکید کی ہے۔

(۴)نماز باجماعت میں شرکت

جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کے لیے مسجد جانا نیکی اور اجر کا کام ہے، نبی اکرم ﷺ نے اس انفرادی عمل کو خدمت خلق، معاشرتی اور سماجی کاموں کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس سے اسلام کے مزاج اور اس کی تعلیمات کی عمومیت معلوم ہوتی ہے، جس میں حقوق اللہ، حقوق العباد اور حقوق النفس کا باہمی تعلق، ان کی وسعت اور عمومیت اور اجر وثواب کا اندازہ ہوتا ہے۔

(۵)راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا

یہ نیکی اور صدقہ کا کام ہے۔ ہمارے قدیم شارحین اور عوام میں، راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانے کے تصور سے کانٹے دار لکڑی، ٹہنی، یا اینٹ، پتھر ہٹانے کی طرف ذہن جاتا ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس دور میں راستے کی تکلیف دہ چیزوں میں زیادہ کانٹے والی چیزیں ہی ہوتی تھیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ ایک دوسری حدیث میں ٹہنی کا لفظ آیا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے، فرمایا کہ ایک وقت میں ایک شخص راستے پر جا رہا تھا کہ اس نے کانٹے والی ٹہنی دیکھی تو اس سے کہا: اللہ کی قسم میں مسلمانوں کو تکلیف سے بچانے کے لیے اسے ضرور ضرور ہٹاؤں گا، (اس عمل کی وجہ سے) وہ جنت میں داخل کیا گیا، اور مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس فعل کو پسند کیا اور اس کی بخشش کر دی۔ (۸۵)

ان تینوں احادیث کو جو ایک متن ہی میں مذکور ہیں اور مسلم کی یہ دو روایتیں ملا کر مطالعہ کریں تو راستے کے حقوق اور آداب معلوم ہوتے ہیں، راستے پر سے ہر ایک گزرتا ہے، مسلم و غیر مسلم، کافر و مشرک، امیر و غریب، گنہگار، پاک دامن، فاسق و فاجر و مؤمن و محسن وغیرہ۔ تاہم راستہ صاف کرنے اور صاف اور کھلا رکھنے کا اجر اس شخص کو ضرور ملے گا جو یہ رفاہی کام کرتا ہے۔

علماء اور شارحین حدیث نے حدیث کے اس آخری جز (راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا) کی تشریح میں کئی ایسے پہلو بیان کئے ہیں جو اس کے دائرے میں آتے ہیں اور آپ ﷺ کے اس فرمان کی وسعت ظاہر کرتے ہیں۔

۱۔ کانٹے، خاردار جھاڑیاں، ٹہنیاں، اینٹیں اور پتھر اور تعمیراتی سامان ہٹانا۔

Marfat.com

۲۔ کیچڑ، گرا ہوا ڈیزل اور تیل، کیلے کے چھلکے اور دوسری پھسلنے والی چیزیں ہٹانا۔

۳۔ ناجائز اور غلط تعمیرات ختم کرنا۔

۴۔ ٹھیلہ، کیبن اور تھڑے بنانا اور کچرا راستے کے درمیان ڈال دینا بھی اس کے دائرے میں شامل ہے، لہٰذا انہیں ہٹانے اور صاف کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔

۵۔ شامیانے، مجلسیں لگانا اور کرسیاں لگا کر کوئی تقریب کرنے کی ممانعت بھی اس حدیث سے ثابت ہوتی ہے۔

۶۔ گڑھے کھود کر انہیں پر نہ کرنے کی ممانعت بھی اس سے ثابت ہوتی ہے۔

۷۔ گاڑی غلط پارک کرنا (کھڑی کرنا) یا راستے کے درمیان گاڑی روک کر سامنے آنے والی گاڑی والے سے باتیں کرنا جب کہ پیچھے آنے والا ٹریفک جام ہو رہا ہو۔ یہ عمل بھی اس حدیث کے دائرے میں آتا ہے۔

راستہ کھلا رکھنا، اسے صاف رکھنا اور لوگوں کے گزرنے کے لیے سہولت پیدا کرنا اور اسے تکلیف دہ اور رکاوٹ والی چیزوں اور باتوں سے بچانا اسلامی تہذیب و ثقافت میں سے ہے اور اجر و ثواب کا باعث ہے۔

حدیث مبارکہ کی پانچوں باتوں پر غور کریں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دین اسلام انسانوں کے لیے رحمت و شفقت اور ان کی ہر پہلو سے بھلائی و بہتری اور اجتماعی و انفرادی خیر کا نظام ہے۔ ایسا نظام جس میں اس کی چھوٹی بڑی تمام باتوں کا لحاظ رکھا گیا ہے، نیز اس میں حقوق اللہ، حقوق العباد اور حقوق النفس کا حسین امتزاج ہے۔

۳۔ تمام مخلوق کو فائدہ پہنچانے میں رضائے الٰہی

دین اسلام نے انسانوں کے بارے میں جو آفاقی و ابدی نظریہ دیا ہے اس میں پیدائش کے لحاظ سے وحدت انسانیت کا تصور ہے، ارشاد باری ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝ (۸۶)

اے انسانو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، بلاشبہ اللہ کے ہاں تم میں سب سے زیادہ عزت

Marfat.com

والا وہ ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ متقی ہے، بے شک اللہ جاننے والا اور خبردار ہے۔

اسلام نے تمام انسانوں کو بغیر کسی نسلی، وطنی، اور قومی تفریق کے خطاب کیا، چنانچہ قرآن مجید میں عام دعوت وتبلیغ کے خطاب کا انداز یا ایھا الناس (اے انسانو) ہے، اسی طرح محمد ﷺ کو تمام انسانوں کے لیے رسول، رحمۃ للعالمین اور کافۃ للناس اور انی رسول اللہ الیکم جمیعا اور قرآن مجید کو ھدی للناس کہا گیا۔ اس مضمون ومفہوم کی ایک حدیث ملاحظہ کریں:

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اَلْخَلْقُ کُلُّھُمْ عَیَالُ اللّٰہِ، فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ اَنْفَعُھُمْ لِعَیَالِہٖ (۸۷)

حضرت انس نے روایت کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تمام مخلوق اللہ کا عیال (کنبہ) ہے، سو ان میں سے اللہ کو سب سے زیادہ پیارا وہ شخص ہے جو اس کے عیال کو زیادہ نفع پہنچانے والا ہے۔

یہ حدیث تمام مخلوق کو اللہ کا کنبہ قرار دیتی ہے، جس طرح ایک کنبہ اور خاندان کے افراد اس میں تمام حقوق کے حقدار ہوتے ہیں، اسی طرح تمام انسان اس دنیا میں اللہ کی ربوبیت وحاکمیت میں ہیں اور تمام مخلوق کا اللہ خالق، مالک، رازق وآقا ہے اور ان کی خبر گیری کرتا ہے، خالق واحسن الخالقین اللہ کی وہ صفت ہے جسے قرآن مجید میں مختلف صیغوں اور کلمات سے اڑھائی سو مرتبہ بیان کیا گیا ہے، پھر فھل من خالق غیرہ کہہ کر چیلنج کیا گیا کہ دوسرا تمہارا کوئی خالق ہے تو اسے لاؤ، جب وہ خالق ہے تو مالک اور سب کا پالنے والا بھی ہے۔

لہٰذا جو لوگ اللہ کی مخلوق کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوتے ہیں، اس لیے ایک مومن کو خدمت خلق اور شفقت علی الخلق کی جذبے سے تمام انسانوں سے بھلائی کرنی چاہیے، یہ بات آپ ﷺ کے قول وعمل سے پوری طرح واضح ہوتی ہے، بہت سی آیات واحادیث اور آپ کی سیرت طیبہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے مسلموں اور غیر مسلموں کے ساتھ نیکی کرنے کی ترغیب دی اور اسے بڑی نیکی قرار دیا۔ آپ کا ایک بیمار یہودی لڑکے کی عیادت کرنا، ایک یہودی کے جنازے کی آمد پر کھڑے ہو جانا، پیاسے کتے کو پانی پلانے پر بڑے اجر کی بشارت دینا، ایک بلی کو بھوکی پیاسی باندھنے پر عذاب کی خبر دینا، اور دیگر جانوروں کا لحاظ کرنے کی ترغیب دی ہے، اس حدیث مبارک میں یہ دلیل ہے کہ تمام مخلوق اللہ کا عیال ہے اور کسی کے عیال کے ساتھ بھلائی کی جائے تو وہ نہ صرف خوش ہوتا ہے بلکہ اس کا اجر بھی دیتا ہے، اس حدیث کا یہی خلاصہ اور حاصل ہے۔

Marfat.com

ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ لِلّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ خَلْقًا خَلَقَھُمْ لِحَوَائِجِ النَّاسِ، یَفْزَعُ اِلَیْھِمِ النَّاسُ فِیْ حَوَائِجِھِمْ، اُولٰٓئِکَ الْاٰمِنُوْنَ مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی (۸۸)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی کچھ مخلوق (بندے) ایسی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے پیدا کیا ہے، لوگ اپنی ضرورتوں کے وقت ان کے پاس گھبرا کر آتے ہیں (اور یہ ان کی ضرورتیں پوری کرتے ہیں) یہ لوگ (قیامت کے دن) اللہ کے عذاب سے محفوظ رہیں گے۔

ایک دوسری حدیث اس طرح ہے: کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف المزنی اپنے والد سے اور وہ اپنے والد (عمرو بن عوف) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جنہیں اللہ نے لوگوں کی حاجتیں پوری کرنے کے لیے پیدا کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھائی کہ انہیں دوزخ کی آگ کا عذاب نہیں دیں گے، پس جب قیامت کا دن ہوگا تو ان کے لیے نور کے ممبر رکھے جائیں گے جن پر بیٹھ کر وہ اللہ تعالیٰ سے گفتگو کریں گے جب کہ دوسرے لوگ حساب میں مبتلا ہوں گے۔ (۸۹)

قرآن شریف واحادیث مبارکہ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ خدمت خلق کے جائز اور اچھے کاموں سے ایسا ہی ثواب ملتا ہے جیسا دوسری عبادتوں سے ملتا ہے اور دوزخ سے ایسے ہی نجات حاصل ہوتی ہے جیسے دوسری نیکیاں کر کے ہوتی ہے۔

اسلام کی مجموعی تعلیم اور رسول اللہ ﷺ کی سنت اور سیرت اور آپ کے ارشادات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ایک مسلمان کو اپنی اصلاح کے لیے جہاں ذاتی نیکیاں، عبادتیں اور ریاضتیں کرنا چاہییں وہاں اپنے ابنائے جنس (انسانوں) کی دینی و دنیائی بھلائی، بہتری اور خدمت کے لیے بھی کام کرنا چاہیے، جس طرح معروف عبادات سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے اسی طرح اس کی رضا کی نیت سے اللہ کے بندوں سے بھلائی کرنے سے بھی ہوتی ہے۔ جس طرح عبادات واطاعت سے مومن جنت کا حق دار بنتا ہے اسی طرح اللہ کی مخلوق سے بھلائی کرنے سے بھی وہ جنت کا حق دار حقدار ہوتا ہے۔

Marfat.com

۴۔ مسلمانوں کو خوش کرنا

مؤمن صرف اپنی ذات کے گرد نہیں گھومتا بلکہ اپنے دوسرے بھائیوں کے دکھ درد میں بھی شریک ہو کر ان کے دکھ درد کا مداوا کرتا ہے جو بات انہیں دکھ پہنچا رہی ہے، اسے دور کرتا ہے، اس کا حل تلاش کرتا ہے، اس سے نجات کی راہیں نکالتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے انسانوں سے خوش ہوتے ہیں جو اپنے مسلمان بھائی کا غم ہلکا کرتا ہے، اس کے دکھ بانٹتا ہے۔ بڑی نیکیوں میں سے ایک نیکی یہ بیان فرمائی کہ وہ بندہ بہت اچھا ہے جو کسی انسان کو خوش کرتا ہے، خاص طور پر ایسا انسان جو رنج وغم میں مبتلا ہو، کسی حادثے کا شکار ہو گیا ہو اور کسی صدمے کی وجہ سے نڈھال ہو رہا ہو، ایسے انسان کے پاس جانا، اس کا غم ہلکا کرنا اور اسے خوش کرنا نیکی کا کام ہے، اس مفہوم کی متعدد روایتیں ہیں:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ اَنْ تُدْخِلَ عَلٰی اَخِیْکَ الْمُسْلِمِ سُرُوْرًا اَوْ تَقْضِیَ عَنْهُ دَیْنًا اَوْ تُطْعِمَهُ خُبْزًا (۹۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ کون سا عمل سب سے زیادہ فضیلت والا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے مسلمان بھائی کو خوش کرو یا اس کا قرض ادا کرو یا اسے کھانا کھلاؤ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کام اور باتیں مغفرت لازم کرنے والی ہیں ان میں سے ایک اپنے مسلمان بھائی کو خوش کرنا ہے یعنی اس کی بھوک دور کرنا اور اس کی پریشانی (تکلیف) دور کرنا ہے۔ (۹۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی مسلمان کی دنیا کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کر دے گا، اور جس شخص نے تنگ دست پر آسانی کی تو اسی قدر دنیا و آخرت میں اس پر آسانی کی جائے گی اور اللہ تعالیٰ بندے کی مدد کرتا ہے جب تک وہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔ (۹۲)

اس مضمون کی ایک حدیث اس طرح آئی ہے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے ابدال جنت میں اپنے عملوں کی وجہ سے داخل نہیں ہوں گے لیکن وہ اللہ کی رحمت سے، اپنے نفسوں کی سخاوت سے، سینوں کی سلامتی سے، اور تمام مسلمانوں پر

Marfat.com

رحمت کی وجہ سے جنت میں جائیں گے۔(۹۳)

ان روایتوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مومن صرف انفرادی نیکیوں میں نہ لگا رہے بلکہ اپنی انفرادی نیکیوں، عبادتوں، اور وظائف کے ساتھ اپنے دوسرے بھائیوں کی خیر خبر معلوم کرے، ان کے پاس جائے، ان کے دکھ درد دور کرے۔ انہیں تسلی دے، کچھ وقت ان کے ساتھ گزارے، آپ ﷺ کا یہ اسوہ حسنہ ہے، آپ زیادہ وقت خاص طور پر دن کا زیادہ وقت اجتماعی معاملات میں صرف کرتے، ان کے اجتماعی و انفرادی مسائل معلوم کرتے، پھر انہیں حل فرماتے، آپ ﷺ کا مشہور ارشاد ہے: مومن سراپا الفت ومحبت ہے اور اس شخص میں سرے سے کوئی بھلائی نہیں جو نہ تو دوسرے سے محبت کرے اور نہ ہی دوسرے اس سے محبت کریں۔(۹۴)

ایک اور روایت ہے: جو مسلمان بندہ لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے اور ان کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں کو برداشت کرتا ہے وہ اس شخص سے کہیں بہتر ہے جو لوگوں سے الگ تھلگ رہتا ہے اور ان کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں سے دل برداشتہ ہوتا ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی ایک سو سے زائد مجلسوں میں بیٹھا ہوں، ان مجلسوں میں صحابہ کرام اشعار بھی پڑھا کرتے تھے اور زمانہ جاہلیت کے قصے کہانیاں بھی سناتے، نبی ﷺ خاموشی سے یہ سب سنتے رہتے تھے، بلکہ کبھی کبھار خود بھی ان کے ساتھ شریک ہو جایا کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا، آپ، نجران کی بنی ہوئی موٹے کناروں والی چادر اوڑھے ہوئے تھے، راستے میں ایک بدو ملا، اس نے آپ ﷺ کی چادر کو پکڑ کر زور سے کھینچا، جس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی گردن پر نشان پڑ گیا، اس نے کہا: اے محمد! مجھے بیت المال سے کچھ دلایئے، اتنے زور سے چادر کھینچنے کو آپ نے برا نہیں منایا، بلکہ آپ مسکرائے اور بیت المال سے کچھ دینے کا حکم صادر فرمایا۔(۹۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مدینے کا درمیانی یا آخری دور ہے، جب بیت المال قائم ہوا تھا اور اس میں مال جمع ہونے لگا تھا، آپ ﷺ اس وقت اسلامی ریاست کے حکمران اور سربراہ تھے، ایسے موقع پر ایک بدو کے قریب آنے میں کوئی روک ٹوک نہیں معلوم ہوتی، پھر اتنی عظیم شخصیت ہونے کے باوجود آپ غصہ نہیں کرتے، بدو کو ڈانٹ ڈپٹ نہیں کرتے، بلکہ الٹا مسکرا دیتے ہیں اور اسے بیت المال سے مال دلواتے ہیں، یہ ہے اسلام کا اجتماعی، سماجی اور سیاسی معاشرہ

Marfat.com

جس پر اس کی بنیاد رکھی گئی، جو صدیوں تک جاری وساری رہا اور غیر مسلم اسے دیکھ کر اسلام کی طرف جوق در جوق چلے آتے تھے۔

آج مسلمانوں کو انفرادی واجتماعی طور پر ایسے معاشرے کی طرف لوٹنا ہے جو اپنے اندر مذکورہ بالا صفات رکھتا ہو اور ایک مثالی اور معیاری معاشرہ ہو اجب ایسا معاشرہ قائم ہوگا تب ہی لوگ اسلام کی طرف پلٹیں گے اور اسلام کا حقیقی غلبہ ہوگا۔

۵۔ ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنا

دین اسلام کی خصوصیات اور امتیازات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے پیروکاروں کی ایسی تربیت کرتا ہے کہ ان کا ظاہر و باطن، اندر و باہر اور زبان و دل ایک ہو، اس میں دوئی اور دورنگی نہ ہو، جو بات دل میں سوچے وہ ہی زبان پر آئے، اگر کسی شخص کا دل اور زبان ایک نہیں ہے تو اسلام اس کو نفاق اور منافقت کہتا ہے اور اسے دھوکے (خدع) کا نام دیتا ہے:

عَنْ اَبِیْ رَقِیْبَةَ تَمِیْمِ بْنِ اَوْسِ الدَّارِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ، قُلْنَا لِمَنْ؟ قَالَ لِلّٰهِ وَلِکِتَابِهٖ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِیْنَ وَ عَامَّتِهِمْ (۹۶)

حضرت تمیم بن اوس الداری رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا دین سراپا خیر خواہی ہے، صحابہ کہتے ہیں کہ ہم نے پوچھا: کس کے لیے خیر خواہی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے لیے، اللہ کی کتاب (قرآن مجید) کے لیے، اللہ کے رسول کے لیے، مسلمانوں کے سربراہوں اور ان کے عام لوگوں کے لیے خیر خواہی کرنا۔

متن میں لفظ النصیحہ آیا ہے جس کا مادہ نصح ہے، یہ کلمہ قرآن مجید میں مختلف شکلوں میں تیرہ مرتبہ آیا ہے، اور احادیث میں بہت سے مقامات پر آیا ہے، عربی زبان میں یہ کلمہ اپنے معنی میں بڑی وسعت رکھتا ہے، ابن دقیق العید (۷۰۲ھ) کہتے ہیں: ''کلام عرب میں ایسا کوئی کلمہ نہیں ہے جو اس کلمے کے معنی واضح کر سکے، اور اپنے اندر سمو سکے''۔

مدینہ منور میں اسلام قبول کرنے کے بارے میں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے بیان کیا کہ ہم جب آپ ﷺ کی خدمت میں اسلام قبول کرنے آئے تو آپ نے بیعت کرتے وقت عہد لیا:

عَنْ جَرِیْرَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَقُوْلُ بَایَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاشْتَرَطَ عَلَیَّ وَالنُّصْحُ لِکُلِّ مُسْلِمٍ (۹۷)

Marfat.com

حضرت جریر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے ہر مسلم کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنے امتیوں سے بیعت لی (عہد و پیمان لیا) کہ ہر مسلم کے ساتھ خیر خواہی کی جائے، پھر مختصر جملوں میں یہ خیر خواہی جن کے ساتھ کی جائے ان کے نام لے کر وضاحت کی، اسی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ نام گنوائے ہیں کہ ان کے ساتھ خیر خواہی کا رویہ اختیار کیا جائے، ظاہر ہے کہ ان ہستیوں سے خیر خواہی کا تقاضا اور انداز علیحدہ علیحدہ ہوگا، اس کا مختصر سا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

حدیث شریف میں دین کے بارے میں ایک جامع تصور دیا گیا ہے، اور دین کا دائرہ کار بتایا گیا ہے۔ دین کے بارے میں ایک عام تصور یہ ہے کہ دین کا تعلق صرف اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ہے یعنی چند عقائد، ذکر و فکر، چند مقرر عبادات اور اخلاقیات سے اپنے رب کو راضی کیا جائے اور زندگی کے دوسرے معاملات اور خاص طور پر اجتماعی معاملات سے دین کا تعلق نہیں ہے۔ حالانکہ اس سلسلے میں یہ حدیث واضح رہنمائی کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ دین کا دائرہ بہت وسیع ہے، جس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کے بہت سے پہلو شامل ہیں۔ مختصر یہ پہلو اس طرح سے ہیں۔

اَلنَّصِیْحَۃُ لِلّٰہِ (اللہ کے ساتھ خلوص و خیر خواہی) کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات پر اخلاص و سچائی سے ایمان لائے اور نفاق کو قریب نہ پھٹکنے دے، اللہ کی ذات و صفات، اختیارات، احکامات اور حقوق و آداب میں کسی کو ساجھی اور شریک نہ ٹھہرائے، اس کی اطاعت میں لگا رہے، اس کی نافرمانی سے بچتا رہے اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرے، اللہ تعالیٰ سے اخلاص و خیر خواہی اختیار کرنے میں انسان دراصل اپنے آپ سے ہی خیر خواہی کرتا ہے اور اپنی ہی دنیا اور آخرت سنوارتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِہٖ (۹۸)

جو شخص نیک عمل کرتا ہے وہ اپنی ذات کے لیے ہی کرتا ہے۔

اَلنَّصِیْحَۃُ لِکِتَابِہٖ (اس کی کتاب سے اخلاص) کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید پر اخلاص سے ایمان لانا کہ یہ اللہ کا کلام ہے، اس کی طرف سے نازل ہوا ہے، اس کی تعظیم کرنا، اس کی تعلیم حاصل کرنا، اس کی عمدگی سے تلاوت کرنا، اس کے معانی و مطالب کو سمجھنا، اس کی تعلیم میں تفکر و تدبر کرنا، اس کے تمام احکام پر عمل کرنا اور جن پر عمل نہ ہو سکے ان کو روبہ عمل لانے کے لیے جدوجہد کرنا، اس کے

Marfat.com

دیئے ہوئے اجتماعی نظام کو قائم کرنا، اس کی تعلیمات میں شبہات پیدا کئے جاتے ہیں ان سے اپنے آپ کو بچانا اور اس کا دفاع کرنا، اس کی تعلیم عام کرنا، لوگوں کو اس کی تعلیم کی طرف دعوت دینا، اور یہ یقین رکھنا کہ اس میں جو کچھ ہے وہ حق ہے اور میری دنیا و آخرت کی بھلائی و فلاح اور میری نجات اس پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔

اَلنَّصِیْحَۃُ لِرَسُوْلِہٖ (اس کے رسول ﷺ کے ساتھ اخلاص) کے معنی ہیں کہ محمد کو اللہ کا آخری رسول ماننا، آپ ﷺ کے حقوق و آداب پہنچاننا اور انہیں ادا کرنا، آپ سے محبت رکھنا، آپ جو شریعت لے کر آئے ہیں اس کی تصدیق کرنا، آپ کی سنتوں کو معلوم کرنا اور ان پر عمل کرنا، آپ ﷺ کے اصحاب سے محبت کرنا، آپ پر درود و سلام بھیجنا، آپ ﷺ کی سنتوں میں کمی بیشی کرنے والوں سے دور رہنا، اور جو اسلامی نظام آپ لے کر آئے ہیں اسے قائم کرنا، اور آپ کی تمام سنتوں پر عمل کرنا۔

اَلنَّصِیْحَۃُ لِاَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ (مسلمانوں کے رہنماؤں کی خیر خواہی) کے مطلب پر گفتگو کرنے سے پہلے لفظ آئمہ جو کہ امام کی جمع ہے کا مفہوم سمجھنا چاہیے۔ عربی زبان میں امام، قائد، رہنما اور حاکم کو کہتے ہیں، لفظ آئمہ میں ہر قسم کے رہنما شامل ہیں جیسے وقت کا حاکم، دینی رہنما، دینی جماعتوں کے پیشوا اور قائدین وغیرہ۔

ان سے خیر خواہی کا مطلب یہ ہے نیکی، بھلائی اور حق و انصاف کے کاموں میں ان کا اخلاص سے ساتھ دینا، ان کی ذمے داریوں کی ادائیگی میں ان کا ہاتھ بٹانا، تابعداری کرنا، انہیں حق بات کہنا اور ان کی کوتاہیوں سے انہیں آگاہ کرنا۔

اَلنَّصِیْحَۃُ لِعَامَّتِھِمْ (عام مسلمانوں سے خیر خواہی کرنا) اس بارے میں علامہ ابن دقیق العید ان کے اخلاقی، معاشرتی، معاشی اور قانونی حقوق ادا کرنے کے بارے میں لکھتے ہیں: دنیا و آخرت کی بھلائی والے کاموں میں ان کی رہنمائی اور مدد کرنا، ان کی لازمی ضروریات پوری کرنا، ان کے عیوب کی ستر پوشی کرنا، ان سے مصیبتیں ٹالنا، ان کی بھلائی کے لیے سوچنا، نرمی، اخلاص اور دردمندی سے نیکی کا حکم دینا، برائیوں سے روکنا، ان پر رحم و شفقت کرنا، بڑوں کی عزت کرنا، چھوٹوں پر شفقت کرنا، ان سے دھوکہ اور حسد نہ کرنا، جو بات اپنے لیے پسند ہو ان کے لیے بھی پسند کرنا، ان کی عزتوں اور مالوں کی حفاظت کرنا، بیماروں کی عیادت کرنا، ظالم کو ظلم سے روکنا، مظلوم کی دادرسی کے لیے جدوجہد کرنا، کوئی فوت ہو جائے تو اس کے جنازے میں شریک ہونا اور اس کے پسماندگان کو تسلی دینا۔

یہ ہے دین کی خیر خواہی ہونے کا مختصر اور جامع نقشہ جو اس حدیث شریف میں ہمارے سامنے آتا

Marfat.com

ہے، دراصل دین کا تعلق انسان کی پوری زندگی سے ہے، جس میں پوری انفرادی اور اجتماعی زندگی شامل ہے، اس کی بنیاد پر قائم ہونے والے اسلامی معاشرے میں ہر طرف خیر خواہی اور ایک دوسرے کی بھلائی کا جذبہ کارفرما نظر آتا ہے، ایسا معاشرہ رحمت وشفقت، امن وسلامتی، حقوق وفرائض اور محبت و اخلاص والا ہوتا ہے، جس میں ہر انسان عزت واحترام سے پیار ومحبت کے ساتھ اور بے خوفی سے امن وسکون کی زندگی گزارتا ہے۔ اس کے علاوہ خیر خواہی کرنے کا دائرہ مسلمانوں سے بڑھ کر غیر مسلموں تک وسیع ہوتا ہے، جو ہماری خیر خواہی کے مستحق ہیں۔

آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ سے واضح ہوتا ہے کہ آپ نے جس طرح مسلموں اور مومنوں سے خیر خواہی کی ہے ایسی ہی غیر مسلموں سے کی ہے، ان کی خیر خواہی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی، غیر مسلموں کی خیر خواہی کے لیے ان کے پاس گئے، انہیں دین کی دعوت دی، ان کے دین ودنیا کی بہتری کے لیے سوچا، ان کے اسلام قبول کرنے اور اسلام میں اہم کردار ادا کرنے کے لیے دعائیں کیں، ان کی مہمان نوازی کی، ان کی عیادت کی اور ان کو عطیات دیئے۔ لہٰذا ہمیں بھی ان سے خیر خواہی کرنی چاہیے اور خدمت کرنی چاہیے، اس خیر خواہی کی درج ذیل صورتیں پیش کی جارہی ہیں۔

۱۔ غیر مسلموں سے سب سے بڑی خیر خواہی یہ ہے کہ انہیں اسلام کی دعوت دینی چاہیے اور انہیں اس رحمت بھرے دین سے بہرہ ور کیا جائے، اس دین کی جو رحمتیں اور برکتیں ہیں ان میں سے ان کا حصہ دیا جائے، انہیں شرک وبدعات اور رسموں ورواجوں کے جال سے آزاد کرا کے اچھا شہری بنایا جائے۔

۲۔ غیر مسلموں کو اللہ کی بہت بڑی نعمت یعنی جنت کا حق دار بنانے کی جدوجہد کی جائے، انہیں اسلام کے دائرے میں رہ کر اچھے اعمال کی ترغیب دی جائے، ان کے لیے اسلام پر عمل کرنا آسان بنایا جائے۔ اس طرح اللہ کی بڑی سزا یعنی دوزخ سے بچانے کی فکر کی جائے، یہ نبی اکرم ﷺ کا طریقہ اور مومن کی ذمہ داری ہے۔

۳۔ ان کو دنیاوی خرابیوں، برائیوں، فساد، بدامنی، منشیات، بیماریوں اور بھوک وغربت سے نکالا جائے، یہ ان کی بہت بڑی خیر خواہی ہے، ان کو نسلی، لسانی اور رنگ ونسل کی عصبیتوں سے نکالا جائے۔

۴۔ غیر مسلموں کو اسلامی نظام اور اسلام کی دینی نعمتوں میں سے حصہ دیا جائے۔

۵۔ جو مسلمان اس طرح انسانوں کے ساتھ خیر خواہی کرے گا اور اس کے اس عمل کی وجہ سے لوگ اس

Marfat.com

کردار کو اپنائیں گے تو یہ ایسے مصلح کے لیے آخرت کے اجر وثواب کا باعث ہوگا اور اللہ تعالیٰ راضی ہوں گے اور اپنی دنیاوی اور اُخروی نعمتوں سے نوازیں گے۔

ایسا معاشرہ اس وقت قائم ہوسکتا ہے جب ہر ایک مسلمان اپنے فرائض و ذمے داریوں کے احساس سے اسلام کے تمام احکام پر اخلاص، سچائی، ایمان داری اور خیر خواہی کے جذبے سے خود عمل کرے اور دوسرے بھائیوں کو بھی ان باتوں کی تلقین وتبلیغ کرے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ایسا معاشرہ ہمیں نصیب کرے۔ آمین

٦۔ باہم تعاون کرنا

اسلام جس قسم کا پاکیزہ معاشرہ بنانا چاہتا ہے اس کی بنیاد باہمی تعاون وتوافق، اتحاد و یک جہتی اور نیکی و بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد پر ہے۔ چاہے افراد کی اجتماعیت ہو یا حکومت کا نظم و نسق ہو یا غیر سرکاری ادارے، انجمنیں، تنظیمیں اور جماعتیں ہوں، ان کا نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا اسلام کا رہنما اصول ہے، اسی پر قرآن مجید کی بعض آیات اور چند احادیث کی روشنی میں مطالعہ کیا جاتا ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ نَفَّسَ عَنْ اَخِیْهِ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ الدُّنْیَا، نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَ مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ فِیْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِیْ عَوْنِ اَخِیْهِ (٩٩)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے بھائی کی کسی دنیا کی تکالیف میں سے کوئی تکلیف دور کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف اس سے دور کردے گا اور جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی عیب پوشی کرے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی عیب پوشی کرے گا، اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد کرتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں مشغول ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا حدیث میں لفظ عون (ع ون) آیا ہے جس کے معنیٰ ہیں مدد، نصرۃ اور کسی کام میں مدد کرنا، مدد دینا۔ قرآن مجید میں یہ کلمہ تیرہ مرتبہ آیا ہے۔ ان میں سے زیادہ تر کلمات باب استفعال یعنی استعانت سے آیا ہے جس کے معنی ہیں مدد چاہنا، مدد طلب کرنا۔ البتہ احادیث میں یہ کلمہ درجنوں مرتبہ

Marfat.com

آیا ہے، عون سے تعاون کا کلمہ بنا ہے، جس کے معنی ہیں ایک دوسرے کی مدد کرنا، ایک دوسرے کے دست و بازو بننا، اس کلمے کے معانی میں بڑی وسعت ہے۔ ایک فرد کی مدد سے لے کر گروہوں، جماعتوں، تنظیموں کا ایک دوسرے کے لیے مددگار بننا، بلکہ اور وسعت دی جائے تو حکومتوں کا ایک دوسرے سے تعاون کرنا۔ پھر اس مدد کا دائرہ بھی وسیع ہے، جیسے اخلاقی، مالی، قانونی اور مادی وغیرہ۔ اس مدد اور تعاون کو کسی ایک نوع میں محدود کرنا مناسب نہیں ہے۔ اسلام کے اس اصول کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا:

وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ (۱۰۰)

جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں ان میں سب سے تعاون کرو اور جو کام گناہ اور زیادتی کے ہیں ان میں کسی سے تعاون نہ کرو، اللہ سے ڈرو بلاشبہ اس کی سزا بہت سخت ہے۔

یہ حکم اس وقت دیا گیا جب مسلمانوں اور مشرکین عرب کے درمیان جنگ برپا تھی، مکے پر مشرکین قابض تھے اور عرب کے ہر حصے سے مشرک قبیلوں کے لوگ حج اور زیارت کے لیے کعبۃ اللہ کی طرف جاتے تھے اور بہت سے قبیلوں کے راستے مسلمانوں کی زد میں تھے۔ اس وقت حکم دیا گیا کہ یہ لوگ مشرک ہی سہی، تمہارے اور ان کے درمیان جنگ ہی سہی مگر جب یہ اللہ کے گھر کی طرف جاتے ہیں تو انہیں نہ چھیڑو، کیونکہ ان کے بگڑے ہوئے مذہب میں خدا پرستی کا جتنا حصہ باقی ہے وہ بجائے خود احترام کا مستحق ہے، نہ کہ بے احترامی کا۔

اس آیت میں آمدہ الفاظ کی عمومیت اور اس کا سیاق وسباق بتاتا ہے کہ نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ہر شخص کے ساتھ تعاون کیا جائے گا، چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم اور اپنے مذہب ومسلک کا پیروکار ہے یا کسی دوسرے کا۔ یہ اسلام کی بے مثال آفاقیت اور وسعت نظری اور رواداری ہے۔ اے کاش ہم مسلمان اسے اپنائیں تو بہت سے اختلافات کم ہو جائیں اور نفرتیں مٹ جائیں اور دوریاں ختم ہو جائیں، پھر نیکی پھلے پھولے، بڑھے اور پروان چڑھے۔

ایک روایت میں آتا ہے:

عَنْ عَلِی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ مَشٰی فِیْ عَوْنِ اَخِیْهِ وَ مَنْفِعَتِهٖ فَلَهٗ ثَوَابُ الْمُجَاهِدِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (۱۰۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی

Marfat.com

(مسلم) کی مدداور فائدہ کے لیے چلا تو اسے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں جیسا ثواب ملے گا۔

مومن کو دوسرے انسانوں اور مسلمانوں کی مدد کے لیے ضرور کچھ نہ کچھ کرنا چاہیے، یہی اسلام کی روح ہے اور دوسرے کے کام آنا عبادت اور اجر وثواب کا ذریعہ ہے اور معاشرے کو اسلامی معاشرے میں ڈھالنے کا وسیلہ ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے مومنوں کے اس رویے کو عبادت کرنے اور اجر وثواب حاصل کرنے کا ذریعہ بتایا ہے۔ اس بات کو آگے بڑھائیں تو یہ حدیث بھی رہنمائی کرتی ہے:

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ کَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ بَعْضُہٗ بَعْضًا (۱۰۲)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک مومن دوسرے مومن کے لیے ایسے ہے جیسے دیوار کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے۔

جس طرح دیوار کی اینٹیں ایک دوسری سے جڑ کر ایک مضبوط دیوار بن جاتی ہیں اور اسے گرنے، بکھرنے اور خستہ ہونے سے بچاتی ہیں، ایسے ہی مومنین باہم مل کر تعاون کر کے ایک طاقت بن جاتے ہیں اور انہیں بدی کی طاقتیں، دشمن قوتیں اور مخالف ہلا نہیں سکتے۔ ایک دوسری حدیث میں مومنوں کے باہمی تعلقات، روابط اور تعاون کو آپ ﷺ نے اس طرح واضح کیا ہے:

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَثَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ فِیْ تَوَادِّھِمْ وَ تَرَاحُمِھِمْ وَ تَعَاطُفِھِمْ کَمَثَلِ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَکٰی مِنْہُ عُضْوٌ تَدَاعٰی لَہٗ سَائِرُ الْجَسَدِ فِی السَّھْرِ وَ الْحُمّٰی (۱۰۳)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومنوں کی مثال باہم محبت کرنے ایک دوسرے پر رحم کھانے اور مہربانی کرنے میں ایک جسم کی طرح ہے، جب اس کے کسی ایک عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو پورا جسم جاگ کر اور بخار میں مبتلا ہو کر اس کا ساتھ دیتا ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں ملاحظہ کیجئے کہ مسلمانوں کے باہمی تعلقات کو کتنا گہرا، کتنا قریبی اور کتنا مضبوط اور انہیں کس قدر ایک دوسرے کے لیے دکھ درد میں شریک بتایا گیا ہے:

☆ ایک مومن کو دوسرے مومن بلکہ دوسرے انسان کی تکلیف کو محسوس کرنا چاہیے۔

Marfat.com

☆ اس کی تکلیف میں خود بخود شریک ہونا چاہیے اور اپنی تکلیف سمجھنا چاہیے۔

☆ دوسرے کی جتنی اور جس قدر مدد کر سکتا ہے وہ کرنا چاہیے اور اسے کم نہیں سمجھنا چاہیے۔

شیخ سعدی نے اس منظر کو اپنے ابیات میں اس طرح سمویا ہے:

بنی آدم اعضاء یک دیگر اند — کہ در آفرینش ز یک جواہر اند
چوں عضوے بدرد آورد روزگار — اگر عضوہا را نماند قرار
تو از محنت دیگراں بے غمی — نشاید کہ نامت نہند آدمی

آدم کی اولاد (انسان) ایک دوسرے کے عضو ہیں کیونکہ پیدائش میں ایک اصل (آدم) سے ہیں، جب ایک عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو دوسرے اعضاء بے چین ہو جاتے ہیں، اے انسان! جب تو دوسروں کی تکلیف سے بے فکر ہے تو تیرا نام آدمی نہیں رکھنا چاہیے یعنی پھر تو آدمی نہیں ہے بلکہ جانور ہے۔

اسلامی اور اخلاقی تعلیمات کے مطابق وہ شخص بڑے اجر و ثواب والا ہے جو انسانوں کے دکھ سکھ میں ساتھ دیتا ہے اور ان کی خوشی و غمی اور تکلیفوں میں کام آتا ہے، ان کی خدمت کرتا ہے اور ان کے خراب رویے پر صبر کر کے ان کی خدمت سے ہاتھ نہیں کھینچتا اور نہ ہی تنگ ہوتا ہے۔ درحقیقت یہی عظیم انسان ہے اور انبیائے کرام کی یہی صفت ہے۔

آیت مذکورہ کے دوسرے حصے میں فرمایا: وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ اور جو کام گناہ اور زیادتی کے ہیں، ان میں تعاون نہ کرو۔ اس سے یہ رہنمائی ملی کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی، برائی اور ظلم و زیادتی کے کام ہیں ان میں کسی سے تعاون نہیں کیا جائے اور نہ ساتھ دیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

مَنْ مشی مع ظالم لِيُعِينَهٗ وَ هُوَ يَعْلَمُ اَنَّهٗ ظَالِمٌ فَقَدْ خَرَجَ عَنِ الْاِسْلَامِ (۱۰۴)
جو شخص کسی ظالم کی مدد کرنے کے لیے اس کے ساتھ چلا جب کہ وہ جانتا ہے کہ (جس کا یہ ساتھ دے رہا ہے) وہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے نکل گیا۔

ہمارے معاشرے میں عام طور پر رجحان پایا جاتا ہے کہ اپنی برادری، اپنے گروہ، اپنی نسل، زبان، اور اپنے علاقے اور ہم مسلک کی طرف سے کوئی بھلائی کا کام ہو رہا ہے تو اس میں اعانت اور مدد کی جائے جب کہ اگر کسی رفاہی و نیکی کا کام کرنے والے میں یہ باتیں نہ پائی جائیں تو اس کی مدد نہیں کی جاتی بلکہ اس سے کنارہ کشی اختیار کی جاتی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ اور آپ ﷺ کے ان مندرجہ بالا

Marfat.com

ارشادات کو دیکھا جائے تو عام اصول یہ سامنے آتا ہے کہ ہر نیکی کے کام میں مدد کی جائے، اگر چہ اس کام کا کرنے والا کسے باشد اور وہ مدد ک کے لیے کہے یا نہ کہے لیکن اگر ضرورت ہو تو آگے بڑھ کر دست تعاون بڑھایا جائے، اور اگر کوئی برائی کا کام کر رہا ہے پھر وہ چاہے اپنا ہی کیوں نہ ہو اور وہ تعاون کے لیے پکارے تو اس کی مدد نہیں کی جائے گی۔ اجتماعی زندگی میں مومن کا کردار اور رویہ ایسا ہی ہونا چاہیے۔

اسلام نے خدمت کرنے کے کئی درجے، متعدد راہیں اور مختلف صورتیں بتائی ہیں، لیکن ان سب میں یہ بات ملحوظ رہنی چاہیے کہ کام کرنے میں اللہ کی رضا مطلوب ہو، اخلاص ہو اور ریا ہرگز نہ ہو، نیز اعتدال اور میانہ روی کو بھی پیش نظر رکھا جائے۔ یہ بات اسلامی احکام کے مطابق نہیں کہ اس کے گھر کے افراد تو ضرورت مند ہوں اور وہ دوسروں کی مدد کرتا پھرے، یا قرض لے کر اور اپنے مستقبل کو داؤ پر لگا کر کسی کی مدد کرے اور پھر خود پریشان حالی میں مبتلا ہو جائے اور ضرورت مند بن جائے اور اپنی ضرورت کے لیے دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا پھرے، اسی طرح ضرورت مند کے کام کی نوعیت کو شرعی، اخلاقی اور معاشرتی نقطہ نظر سے دیکھنا بھی ضروری ہے کہ وہ کام جائز، اچھا اور فی نفسہ نیکی کا ہے۔ شریعت سے بے خبر بعض جاہل دوسروں کی مدد کرنے کے جوش میں اس کام کے جائز و ناجائز، صحیح وغلط ہونے پر غور و فکر نہیں کرتے بس مدد کرنے پر کمر بستہ ہو جاتے ہیں اور ساتھ دیتے ہیں۔ یہ رویہ اور عمل صحیح نہیں ہے۔

بہر حال مومن کو دوسرے انسانوں اور مسلمانوں کی مدد کے لیے کچھ نہ کچھ روزانہ ضرور کرنا چاہیے تا کہ اس کے لیے صدقہ بن جائے، یہی اسلام کی روح، عبادت، اجر و ثواب کا سبب اور معاشرے کو اسلامی معاشرہ بنانے کا ذریعہ ہے۔

۷۔ لوگوں کے درمیان صلح کرانا

اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے ایک اہم تعلیم یہ ہے کہ دو بھائیوں، دو فریقوں، دو خاندانوں اور انسانوں کے درمیان کسی بات پر اختلاف پیدا ہو جائے جو تنازع (جھگڑے) کی صورت اختیار کر لے تو دوسرے مسلمانوں کو آگے بڑھ کر ان جھگڑنے والوں میں صلح صفائی کرا دینی چاہیے۔

یہ صلح جہاں معاشرے کے دو افراد اور دو خاندانوں کے درمیان کرانی چاہیے وہاں مسلمانوں کے گروہوں، دو فریقوں، دو مملکتوں اور ملکوں کے درمیان جھگڑے اور جنگ و جدال کی صورت میں بھی صلح

Marfat.com

کرانا ضروری ہے، بلکہ اجتماعی صلح کا اصول قرآن مجید میں واضح طور پر موجود ہے، پھر احادیث مبارکہ اور آپ ﷺ کی سنت مطہرہ سے دو قبیلوں، دو گروہوں اور خاندانوں اور افراد کے درمیان صلح کرانے کے متعدد واقعات ملتے ہیں، اس طرح آپ ﷺ اور خلفائے راشدین اور بعد کے ادوار میں صلح و اصلاح کا عمل کثرت سے ملتا ہے، صلح حدیبیہ جیسی صلح اور فتح مبین کا واقعہ اور چھوٹے چھوٹے درجنوں واقعات موجود ہیں، مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے کا واضح حکم سورۃ الحجرات میں موجود ہے۔

عَنْ اَبِی الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَلَغَهُ اَنَّ بَنِی عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ كَانَ بَيْنَهُمْ شَیْءٌ فَخَرَجَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ فِی النَّاسِ فَحُبِسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ حَانَتِ الصَّلٰوةُ فَجَاءَ بِلَالٌ اِلٰی اَبِیْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ حُبِسَ وَ حَانِتِ الصَّلٰوةُ فَهَلْ لَكَ اَنْ تَؤُمُّ النَّاسَ؟ قَالَ نَعَمْ اِنْ شِئْتَ، فَاَقَامَ بِلَالُ الصَّلٰوةَ وَ تَقَدَّمَ اَبُوْ بَكْرٍ فَكَبَّرُ وَ كَبَّرَ النَّاسُ (۱۰۵)

حضرت ابوالعباس سعد بن الساعدی رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی کہ قبیلہ عمرو بن عوف میں فساد ہو گیا ہے اس پر رسول اللہ کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر ان کی صلح کرانے کے لیے روانہ ہوئے پس رسول اللہ اس کی وجہ سے وہاں رک گئے اور اس دوران نماز کا وقت آ گیا، چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا: اے ابوبکر! رسول اللہ ﷺ روک دیئے گئے ہیں جب کہ نماز کا وقت آ گیا ہے، کیا آپ لوگوں کی امامت کرائیں گے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اگر آپ چاہتے ہیں تو میں تیار ہوں۔ چنانچہ بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ امامت کے لیے آگے بڑھے اور انہوں نے تکبیر (تحریمہ) کہی اور لوگوں نے بھی تکبیر کہی۔

صلح عربی زبان کا لفظ ہے جو فساد کی ضد ہے، لفظی معنی میل ملاپ اور آشتی کے ہیں، اس سے لفظ اصلاح نکلا ہے، صلح کو انسانی اور اسلامی معاشرے میں بہت اہمیت حاصل ہے، یہ کلمہ قرآن مجید میں اس مادے ص ل ح سے ۱۲۹ بار آیا ہے، اور اکثر اصلاح کرنے، باہمی میلاپ کرانے اور رنجشیں دور کرنے کے معانی میں ہے، اسی طرح یہ کلمہ احادیث میں کثرت سے استعمال ہوا ہے، سورۃ الحجرات میں ارشاد ربانی ہے جس سے واضح طور پر صلح وصفائی کرانے کا حکم معلوم ہوتا ہے:

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى

Marfat.com

الْاُخْرٰی فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآئَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ o اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَo (۱۰۶)

اور اگر اہل ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ، پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم پر لوٹ آئے، پھر اگر وہ پلٹ آئے تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرا دو، اور انصاف کرو کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے، مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات کو درست کرو اور اللہ سے ڈرو، امید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَ لَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَیْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَ تَتَّقُوْا وَ تُصْلِحُوْا بَیْنَ النَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌo (۱۰۷)

اور اللہ کے نام کو ایسی قسمیں کھانے کے لیے استعمال نہ کرو جن سے مقصود نیکی اور تقویٰ اور اللہ کے بندوں کی بھلائی (اصلاح کے کاموں) سے باز رہنا ہو، اللہ تمہاری ساری باتیں سن رہا ہے اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔

امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الجامع الصحیح کی کتاب الصلح میں صلح و مصالحت کے لیے ایک حصہ یعنی کتاب الصلح علیحدہ رکھا ہے، اس میں چودہ ابواب اور اکیس حدیثیں بیان کی ہیں، ان احادیث مبارکہ میں آپ ﷺ کی لوگوں کے درمیان صلح کرانے قباء والوں کے درمیان صلح کرانے، ظلم پر صلح کر کے اتحاد کرنے کی مذمت اور صلح حدیبیہ مشرکوں (غیر مسلموں) سے صلح، حضرت حسن کی صلح کرانے کی پیش گوئی، مقروضوں، تقسیم میراث، قرض کی ادائیگی پر صلح وغیرہ کا تذکرہ موجود ہے۔

کسی معاشرے کا امن و سلامتی سے باہم آہنگ ہو کر رہنا اس کی اہم بنیادوں میں سے ہے، لہٰذا اسلام نے اسے اسلامی اصولوں پر برقرار رہنے کے لیے صلح و مصالحت کرانے کا حکم دیا ہے، صلح کرانا نہ صرف ایک معاشرتی پہلو رکھتا ہے بلکہ مسلمان کی ذمہ داری، اللہ کی رضا کا وسیلہ، اس کے لیے آخرت کے اجر و ثواب کا ذریعہ اور اس کی عزت افزائی کا باعث بھی ہے، اسلام نے صلح جیسا عظیم فریضہ انجام دینے کے لیے مصلحین (صلح کرانے والوں) کو کچھ رعایتیں بھی دی ہیں، ان رعایتوں میں ایک

Marfat.com

رعایت یہ ہے کہ انہیں مقصد براری کے لیے کسی قدر غلط بیانی کرنے کی اجازت دی ہے، چنانچہ امام بخاری نے ایک باب باندھا ہے لَیْسَ الْکَذَّابُ الَّذِیْ یَصْلُحُ بَیْنَ النَّاس وہ شخص جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کراتا ہے:

عَنْ اُمِّ کُلْثُوْمٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اَخْبَرَتْہُ اَنَّھَا سَمِعَتْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ لَیْسَ الْکَذَّابُ الَّذِیْ یُصْلِحُ بَیْنَ النَّاسِ فَیَنْمِیْ خَیْرًا اَوْ یَقُوْلُ خَیْرًا (۱۰۸)

ام کلثوم رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے، وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کراتا ہے، پس اچھی بات پہنچاتا ہے یا اچھی بات کہتا ہے۔

امام مسلم نے اس حدیث میں اس طرح اضافہ روایت کیا ہے کہ ام کلثوم رضی اللہ عنہ کہتی ہیں جو لوگ باتیں کرتے ہیں ان میں سے میں نے آپ کو تین باتوں کے علاوہ کسی بات میں رخصت دیتے ہوئے نہیں سنا یعنی جنگ، لوگوں کے درمیان مصالحت کرانے اور شوہر کا اپنی بیوی سے اور بیوی کا اپنے شوہر سے بات کرنا (ان میں جھوٹ موٹ کہنے کی اجازت دیتے تھے)۔ ابن بابویہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مصالحت میں غلط بات کہنے کو پسند کرتے ہیں اور فساد پھیلانے میں سچ بات کہنے کو ناپسند کرتے ہیں۔ (۱۰۹)

شیخ سعدی شیرازی رحمہ اللہ نے کہا ہے: دروغ مصلحت آمیز بہ زراستی فتنہ انگیز

جو جھوٹ مصالحت کے لیے بولا جائے وہ اس صداقت سے بہتر ہے جو فتنہ فساد پیدا کرے۔

اگرچہ لوگوں کے درمیان صلح و مصالحت کرانے کی سعادت اور فضیلت ہر مسلمان اپنی بساط کے مطابق حاصل کرسکتا ہے تاہم ہمارے معاشرے کے کچھ لوگ ایسے ہیں جو یہ کام سرانجام دیتے ہیں اور لوگوں کو باہم ملاتے اور شیر و شکر کرتے ہیں۔ ان میں علماء و مشائخ صاحبان قومی سردار، جرگے کے ممبران، پنچ (پنچائیت کے ممبران) عدالتیں، پولیس افسران، اداروں کے بڑے اور صاحبِ حیثیت لوگ وغیرہ، یہ لوگ اگر اپنے کام میں درج ذیل باتوں کا لحاظ رکھیں تو ان کا یہ عمل اجر و ثواب کا باعث اور ان کے لیے دعاؤں کا ذریعہ اور نیک نامی کا سبب بن جائے گا۔

۱۔ یہ لوگ اپنے کام میں اخلاص سے اصلاح بین المسلمین اور اصلاح بین الناس کی نیت رکھیں، اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی امید رکھیں۔ اور کوئی دنیاوی غرض و لالچ نہ رکھیں۔

Marfat.com

۲۔ فساد ٹالنے، دو فریقوں کو ملانے اور معاشرے میں امن قائم کرنے کے لیے پوری کوشش کریں۔
۳۔ اپنے فیصلوں میں عدل و انصاف کریں جس کا جتنا حق ہو وہ دلائیں اور کسی سے زیادتی نہ کریں اور طاقتور اور کمزور کو ایک نظر سے دیکھیں۔
۴۔ فریقین کی باتیں غور سے سنیں، گواہوں کا بیان لیں، دونوں فریقوں کی باتوں پر غور کر کے اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر فیصلہ مرتب کریں۔
۵۔ اگر یہ باتیں ملحوظ رکھی جائیں تو فیصلے نہ صرف صحیح ہوں گے بلکہ منصفین (فیصلہ کرنے والوں) کے لیے اجر و ثواب کا باعث، اللہ تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ اور نبی ﷺ کی سنت پر عمل ہوگا، اور ایسے منصفین کے لیے قیامت کے دن موتیوں کے ممبر رکھے جائیں گے، جن پر وہ بیٹھیں گے۔

۸۔ نیک کام کی سفارش کرنا

اسلام نے جس طرح حاجت مند، مظلوم و مجبور اور مصیبت کے مارے ہوئے انسان کی مدد کرنے کی ترغیب دی ہے اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے طور پر کسی کی مدد نہیں کر سکتا تو اسے ترغیب دی اور توجہ دلائے کہ وہ اپنے ضرورت مند بھائی کو لے کر کسی ایسے شخص کے پاس جائے جو اس کی مدد کر سکتا ہے۔ ایسے انسان کے ساتھ چلنے، دو بول بولنے، اس کی بات صاحب حیثیت تک پہنچانے کو نیکی شمار کیا اور اس کے لیے اجر و ثواب کا ذریعہ بتایا ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

اَلدَّالُ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ (۱۱۰)

نیکی کے کام میں رہنمائی کرنے والا، نیکی کرنے والے کی طرح ہے یعنی اجر و ثواب میں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً یَّکُنْ لَّهٗ نَصِیْبٌ مِّنْهَا وَ مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَیِّئَةً یَّکُنْ لَّهٗ کِفْلٌ مِّنْهَا وَ کَانَ اللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّقِیْتًا ○ (۱۱۱)

جو بھلائی کی سفارش کرے گا وہ اس میں سے حصہ پائے گا اور جو برائی کی سفارش کرے گا وہ اس میں سے حصہ پائے گا اور اللہ ہر چیز پر نظر رکھنے والا ہے۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا جَاءَهُ السَّائِلُ اَوْ طَلِبَتْ اِلَیْهِ حَاجَةٌ قَالَ اشْفَعُوْا تُؤْجَرُوْا وَ یَقْضِی اللّٰهُ عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّهٖ مَا شَاءَ (۱۱۲)

Marfat.com

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ کے پاس جب کوئی سائل آتا یا آپ سے کوئی ضرورت مانگی جاتی تو آپ ﷺ فرماتے: سفارش کروتا کہ تمہیں اجر ملے اور اللہ اپنے نبی کی زبان سے جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے۔

آپ ﷺ نے مذکورہ بالا حدیث میں ارشاد فرمایا کہ تم لوگ کسی کی سفارش کروتا کہ تم اجر وثواب حاصل کرو۔ مظلوم شخص کے ساتھ چلنے میں اسے قدم قدم پر اجر ملے گا، نبی ﷺ کا اسوہ حسنہ بھی یہی بتاتا ہے کہ آپ کسی سائل کا سوال خود پورا نہیں کرسکتے تو اسے کسی اور کے پاس بھیج دیتے تھے۔ اس طرح ضرورت مند کے لیے بھاگ دوڑ کرنے والا گویا خود اس کی مدد میں شریک ہوتا ہے، اس کے برخلاف کسی غلط اور ناجائز کام کی سفارش کرنے والا خود اسی گناہ میں شریک ہے، اس لیے سفارش کرنے والوں کو سب سے پہلے اس کام کی نوعیت، کیفیت دیکھنی چاہیے، اگر وہ کام جائز ہے تو سفارش کرنی چاہیے۔

چونکہ کسی مجبور کی سفارش کرنا نیکی اور بھلائی کا کام ہے اس لیے اس کام میں نیت اللہ کی رضا، آخرت کا اجر اور انسان کی خدمت ہونی چاہیے، اس کام میں دنیوی نفع کی طمع رکھنا یا نفع حاصل کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ اگر وہ حاجت مند کوئی ہدیہ اور تحفہ دے تو وہ بھی قبول نہیں کرنا چاہیے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی کی سفارش کی اس پر اس نے سفارش کرنے والے کو کوئی ہدیہ دیا اور اس نے اسے قبول کرلیا تو اس نے سود کی بڑی قسموں میں سے ایک قسم کو اختیار کیا۔ (۱۱۳)

اس ارشاد سے اندازہ کیجئے کہ سفارش کے عمل کو کس طرح پاکیزہ اور بے لوث رکھنا چاہیے اور اس میں کسی ذاتی اور گروہی مفاد کو سامنے نہیں رکھنا چاہیے۔ خلاف شریعت اور بے جا سفارش کرنا کتنا بڑا اور غلط کام ہے اس کا اندازہ ایک واقعے سے کیجئے:

نبی ﷺ کے مدنی دور میں فاطمہ نامی ایک مخزومی عورت سے چوری کا فعل سرزد ہوگیا اور اس جرم پر اسے ہاتھ کاٹنے کی سزا ملی، اس پر بنی مخزوم قبیلے کے معزز لوگ نبی ﷺ کے پاس اس کی سزا معاف کرنے یا اس میں تخفیف کرنے کی سفارش لے کر آئے لیکن آپ کے سامنے سفارش کرنے کی جرأت نہ کرسکے، آخر کار اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما جو آپ ﷺ کے خاص خادم اور پیارے تھے انہیں اس کام کے لیے آمادہ کرکے لے آئے، چنانچہ حضرت اسامہ نے آپ سے اس کی سزا کے بارے میں سفارش کی، نبی ﷺ اس کی سفارش کی بات سن کر بہت غصے ہوئے اور اسے ڈانٹتے ہوئے فرمایا: تم لوگ اللہ کی حدود (قانون) میں سفارش کرتے ہو، اس پر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے عرض کی یا رسول اللہ!

Marfat.com

میرے لیے استغفار فرمائیں اور مجھے معاف فرمائیں، پھر آپ ﷺ نے تقریر کی اور اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا:

سابقہ قومیں اس لیے ہلاک ہوئیں کہ ان میں جب کوئی شریف آدمی ایسا کام کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور کمزور چوری کا کوئی جرم کرتا تو وہ اس پر حد (قانون) جاری کر دیتے تھے۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کے بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

پھر آپ ﷺ نے اس مخزومی عورت کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اور ہاتھ کاٹا گیا، اس کے بعد اس نے نہایت اچھے طریقے سے اللہ سے توبہ کی اور اپنی اصلاح کر لی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ اپنی کسی ضرورت کے لیے میری پاس آتی اور میں اس کی ضرورت اللہ کے رسول ﷺ تک پہنچاتی تھی۔ (۱۱۴)

۱۔ اسلام میں ضرورت مند کی جائز سفارش کرنا، اس کے ساتھ چلنا اور اس کی جہاں ضرورت پوری ہو، وہاں لے جانا، اجر وثواب اور اللہ کی رضا کا باعث اور خدمت خلق کا کام ہے۔

۲۔ جائز سفارش جائز حد تک قبول کر لینی چاہیے، یہ سنت رسول ہے۔

۳۔ شریعت کی رو سے ناجائز اور غلط سفارش قبول نہیں کرنی چاہیے ایسا کرنے سے دوسرے لوگوں کا حق مارا جائے گا ان پر زیادتی ہوگی اور اس گناہ میں سفارش کرنے والا اور قبول کرنے والا دونوں شریک ہوں گے۔

۴۔ حقوق العباد میں سفارش سوچ سمجھ کر کرنی چاہیے، ایسا نہ ہو کہ ایک کی بہتری میں دوسرے کا حق مارا جائے اور نیکی وثواب کے بجائے الٹا گناہ لازم آئے۔

۵۔ ناجائز اور غلط سفارش معاشرے کے لیے نقصان دہ ہے، اس سے انصاف کا خاتمہ ہوتا ہے، اہل افراد کا حق مارا جاتا ہے اور نااہل لوگ آگے آتے ہیں۔

۶۔ کسی نااہل اور خیات کار کی سفارش کرنے، اس کے بارے میں سفارش قبول کرنے اور اسے کوئی ذمہ داری حوالے کرنے کے بعد وہ جو غلط، ناجائز اور گناہ کے کام کرے گا اس میں سفارش کرنے والے کو وبال اٹھانا ہوگا اور وہ بھی گنہگار ہوگا۔

۷۔ سفارش کرنے پر سفارش کرانے والے شخص سے ہدیہ تحفہ وغیرہ لینے سے اس کا اجر ضائع ہو جائے گا اور اس کی روحانی واخلاقی خوبیاں ختم ہو جائیں گی۔

Marfat.com

۸۔ سفارش کا دائرہ چھوٹے کاموں سے لے کر بڑے کاموں تک وسیع ہوتا ہے۔

۹۔ بے سہارا، غریب، نادار اور سادہ لوگوں کی سفارش کرنا بڑا نیکی کا کام ہے۔

۱۰۔ اخلاص سے سفارش کرنے والے کو اجر ملے گا، چاہے اس کی سفارش قبول ہو یا نہ ہو۔

۹۔ غلاموں، نوکروں اور خادموں پر شفقت

نبی امی رحمت عالم ﷺ نے جہاں معاشرے کے کمزور طبقات کا خیال رکھا اور ان کے دکھ درد کو دور کیا وہاں اس کمزور ترین اور بے اثر طبقے یعنی غلاموں اور خادموں کی دادرسی بھی کی، ان کو ان کے حقوق دلائے اور ان کو انسانیت کا اعلیٰ مقام دلایا اور معاشرے کو مساوات کی نعمت سے سرفراز کیا۔ یہاں آپ ﷺ کے دو تین ارشادات اور ان کی تشریح پیش کی جارہی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِلْمَمْلُوْكِ طَعَامُهٗ وَ كِسْوَتُهٗ وَ لَا یُكَلَّفُ مِنَ الْعَمَلِ اِلَّا مَا یُطِیْقُ (۱۱۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: غلام کا حق یہ ہے کہ اسے کھانا اور کپڑا دیا جائے اور اس پر کام کا صرف اتنا ہی بوجھ ڈالا جائے جس کو وہ سہار سکتا ہو۔

متن میں بیان کردہ حدیث کا حکم صراحتاً تو غلام اور لونڈی کا ہے لیکن دوسری نصوص سے حکم عام معلوم ہوتا ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ ایک مسلمان آقا کا ایسا ہی معاملہ اس مستقل نوکر کے ساتھ ہونا چاہیے جس کا شب و روز اس کے ساتھ بسر ہوتا ہے، خادموں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے سلسلے میں ابو قلابہ کی یہ روایت پیش نظر رہے، ابو قلابہ کہتے ہیں کہ میں سلمان کے پاس ان کے گورنری کے زمانے میں ایک دن گیا، میں نے دیکھا کہ آپ اپنے ہاتھ سے آٹا گوندھ رہے ہیں، میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے اپنے خادم کو ایک کام سے باہر بھیج دیا ہے اور ہمیں یہ بات ناپسند ہے کہ اس کے اوپر دونوں کاموں کا بوجھ ڈالیں۔

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لونڈی اور غلام تمہارے بھائی ہیں، انہیں اللہ نے تمہارے ماتحت کیا ہے، پس جس بھائی کو اللہ نے تم میں سے جس کے قبضہ میں دے رکھا ہو تو اس کو چاہیے اسے وہی کھلائے جو خود

Marfat.com

کھاتا ہے، اور اسے وہ کپڑا پہنائے جو وہ خود پہنتا ہے اور اس پر کام کا اتنا بوجھ نہ ڈالے جو اس کی طاقت سے باہر ہو اور وہ اسے کر نہ پا رہا ہو تو اس کام میں اس کی مدد کرے۔ (۱۱۶)

آپ ﷺ نے گھر کے خادم جو کھانا پکاتے ہیں اور کھانا کھلانے کی خدمت سرانجام دیتے ہیں، کا کتنا خیال رکھا ہے اس ارشاد نبوی میں غور کیجئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب تم میں سے کسی کا خادم کھانا پکائے، پھر اسے اس کے پاس لائے اور حال یہ ہے کہ اس کھانا پکانے میں گرمی اور دھوئیں کی مصیبت برداشت کی ہے۔ تو مالک کو چاہیے کہ اسے ساتھ بٹھا کر کھلائے اور اگر کھانا تھوڑا ہو تو ایک لقمہ یا دو لقمے اس میں سے اس کے ہاتھ میں رکھ دے۔ (۱۱۷)

اس حدیث کے مندرجات پر غور کیجئے کہ کتنی اعلیٰ تعلیم ہے جو غلاموں، خادموں اور گھروں میں کام کرنے والوں کے بارے میں دی گئی ہے، ان کے کام کی قدر کرنے کی تعلیم ہے، ان کی عزت و احترام کی ترغیب ہے اور ان کی دل جوئی کی تحریض ہے۔

خادموں سے حسن سلوک کے بارے میں ایک اور حدیث مبارکہ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''اپنے غلاموں اور خادموں پر اپنے اختیار کو غلط استعمال کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا، لوگوں نے پوچھا: اللہ کے رسول! کیا آپ نے ہم کو نہیں بتایا ہے کہ اس امت میں دوسری امتوں کے مقابلے میں غلام اور یتیم زیادہ ہوں گے، آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں میں نے تمہیں یہ بات بتائی ہے پس تم لوگ اپنی اولاد کی طرح ان کی خاطر کرو اور ان کو وہ کھانا کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو۔ (۱۱۸)

خادموں، نوکروں اور ملازموں کی جتنی عزت اور دل جوئی کی جائے گی، ان کے ساتھ جتنا مشفقانہ برتاؤ کیا جائے گا، اتنے ہی وہ وفادار و اطاعت شعار اور فرمانبردار ہوں گے، خدمت و امانت، کارگزاری میں سچائی سے کام کریں گے اور خیر خواہی کریں گے۔

آپ ﷺ نے اپنے خادموں کے ساتھ کیسا اچھا عمدہ برتاؤ برتا تھا، چنانچہ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں آپ کی خدمت میں دس سال تک رہا، لیکن کبھی آپ ﷺ نے مجھے یہ نہیں فرمایا کہ یہ کام کیوں کیا یا یہ کام کیوں نہیں کیا۔ (۱۱۹)

خادموں کے ساتھ حسن سلوک سے زندگی خوشگوار گزرتی ہے، آدمی اپنے گھر کی طرف سے مطمئن

Marfat.com

رہتا ہے، آرام وسکون سے رہتا ہے، اجر وثواب کا مستحق ہوتا ہے اور معاشرے کے ہر طبقے میں ہر دل عزیز ہوتا ہے۔ ایسے شخص کو بوقت ضرورت خدمت کے لیے اچھے خادم آسانی سے مل جاتے ہیں، اس کے پاس سے چھوڑ کر جانے والے اسے اچھے نام سے یاد کرتے ہیں اور ان کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔

۱۰۔ مشورہ لینا اور دینا

انسان اپنی فطرت طبیعت اور ہمہ پہلو علم نہ رکھنے کی وجہ سے بہت سی باتوں میں قدم قدم پر اچھے مشورے اور رہنمائی کا محتاج ہوتا ہے، انسان نہ تو عقل کل ہے اور نہ ہی ہمہ دان ہے، اس لیے اسے چاہیے کہ اہم باتوں اور کاموں میں مشورہ کرے اور مشیر (مشورہ دینے والے) سے مشورہ لے کر اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے۔

قرآن وحدیث میں مشورہ کی ضرورت، اہمیت، اس کے قاعدے اور فائدے بیان ہوئے ہیں، ایک حدیث ملاحظہ کریں:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا كَانَتْ اُمَرَاؤُكُمْ خِیَارَكُمْ وَ اَغْنِیَاؤُكُمْ سُمَحَائَكُمْ وَ اَمْرَكُمْ شُوْرٰی بَیْنَكُمْ فَظَهْرُ الْاَرْضِ خَیْرٌ لَّكُمْ مِنْ بَطْنِهَا وَ اِذَا كَانَتْ اُمَرَاؤُكُمْ شِرَارَكُمْ وَ اَغْنِیَاؤُكُمْ بَخَلَائَكُمْ وَ اَمْرُكُمْ اِلٰی نِسَائِكُمْ فَبَطْنُ الْاَرْضِ خَیْرٌ لَّكُمْ مِنْ ظَهْرِهَا (۱۰۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تمہارے امیر (رہنما) بہترین لوگ ہوں، تمہارے مال دار سخی ہوں، اور تمہارے معاملات باہم مشورے سے طے ہوتے ہوں تو زمین کی پیٹھ اس کے پیٹ سے بہتر ہے۔ (زندہ رہنا اچھا ہے) اور اگر تمہارے حاکم برے لوگ ہوں، تمہارے مال دار لوگ بخیل ہوں اور معاملات عورتوں کے حوالے ہو جائیں تو زمین کا پیٹ اس کی پیٹھ سے بہتر ہے (ایسی حالت میں دنیا سے چلے جانا بہتر ہے)۔

مشورے کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیجئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے سے پہلے مشورہ کیا حالانکہ یہ حکم خداوندی تھا۔

مشورہ جہاں انفرادی و ذاتی معاملات میں ضروری ہے، ایسے ہی اجتماعی، قومی معاملات میں بھی ضروری ہے اور اہمیت رکھتا ہے، جس طرح انفرادی معاملات میں مشورے سے بہتری کی راہیں کھلتی

Marfat.com

ہیں اسی طرح اجتماعی معاملات میں مشاورت سے خیر و برکت آتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ پر وحی کا نزول ہوتا تھا اور آپ اولوالعزم نبی تھے لیکن پھر بھی آپ مشاورت کرتے تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جب شوریٰ کا حکم آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اور اس کا رسول اگرچہ مشورہ کرنے سے بے نیاز ہیں، مگر مشورے کا یہ حکم اس لیے ہے کہ یہ امت کے لیے رحمت کا باعث ہو۔

امت کا جو فرد رائے اور مشورہ طلب کرے گا، اچھی رہنمائی سے محروم نہیں رہے گا، اور جو مشورہ ترک کرے گا وہ مشکلات سے نہیں نکلے گا۔

تعلیم، ہنر، صنعت، حرفت، تجارت، زراعت، سیر و سفر، کاروبار، ملازمت، شادی بیاہ اور مرض وصحت میں انسان کو مشورہ لینے کی ضرورت پیش آتی ہے۔

نبی ﷺ نے بہت سے انفرادی اور اجتماعی معاملات میں مشورے کئے اور مشورے لیے، یہ مشورے احادیث اور سیرت کی کتابوں میں بیان ہوئے ہیں، جیسے جنگ بدر کے موقع پر قافلے کو گرفتار کرنے یا جنگ کرنے، جنگ احد اور جنگ خندق کے موقع پر مشورے کئے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے معاملے میں مشورہ کیا، صلح حدیبیہ کے موقع پر تو آپ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مشورہ لیا اور وہ بہت ہی مفید رہا۔

چونکہ یہاں رفاہی، فلاحی اور اصلاحی معاملات پر مشورہ کرنے کی ضرورت اور اہمیت بتانا ضروری ہے اس لیے علم و فضل اور دانش رکھنے والوں، اپنے فنون میں ماہر لوگوں کو متوجہ کرنا ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کی زکوٰۃ نکالیں اور نوجوانوں، ناتجربہ کاروں اور نوآموز لوگوں کی رہنمائی کریں، اگر ہر شہر یا جماعتوں اور تنظیموں کے دفاتر میں اور این جی اوز کے دفاتر میں ماہرین کے کچھ لوگ یا مشاورتی کمیٹی پابندی سے بیٹھے اور لوگوں کو مشورے دے تو ان کی اچھی رہنمائی ہوگی۔

مشورہ دینے کا آخرت میں بڑا اجر و ثواب ہے اور دنیا میں دعائیں لینے کا بڑا ذریعہ ہے، آپ کے مشورے سے کوئی اچھی تعلیم حاصل کر لیتا ہے، کوئی اپنا گھر بنا لیتا ہے، کوئی روزگار سے لگ جاتا ہے تو کتنا آپ کا احسان مند اور دعا گو ہوگا۔ مشورہ کرنے اور صحیح مشورہ دینے کے بارے مزید احادیث پیش کی جا رہی ہیں:

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَہٗ نِصْفُ اَجْرِ فَاعِلِہٖ (۱۲۱)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی کی خیر و بھلائی کی طرف رہنمائی کی تو اس

Marfat.com

پر اس کو عمل کرنے والے کا آدھا ثواب ملے گا۔

اجتماعی و انفرادی معاملات میں مشورہ کرنا: حکمرانوں، حاکموں اور ذمہ دار حضرات کو اجتماعی معاملات میں مشورہ کرنا چاہیے۔

انفرادی معاملات میں مشورہ کرنا بھی بہتری، بھلائی اور خیر کا باعث ہے۔

عام طور پر استخارہ (خیر و بھلائی چاہنا) بھی ایک قسم کا مشورہ ہی ہے۔

مشورہ ہمیشہ اہل علم، اس فیلڈ کے جاننے والے اور دیانت دار اور نیک آدمی سے لینا چاہیے، جب یہ مشورہ طلب کرے تو کوشش کر کے اسے صحیح مشورہ دینا لازمی ہے۔

مشورہ دینے والا امین ہوتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمِنٌ، (۱۲۲) جس سے مشورے لیا جائے وہ اس بات اور مشورہ کا امانت دار ہے۔ لالچی، ڈرپوک، جاہلوں، بے ضمیر لوگوں اور بداخلاق اور جھوٹے لوگوں سے مشورہ نہ کرے، نیز مخالف سے بھی مشورہ نہ لیا جائے۔

کسی کو غلط مشورہ دینا اور غلط راہ دکھانا گناہ کا کام ہے، غلط مشورہ خیانت ہوگا، جانتے بوجھتے غلط مشورہ دینا بڑی خیانت اور بددیانتی ہے اور گناہ کا کام ہے۔ اس سلسلے کی ایک حدیث ملاحظہ کریں:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ اَفْتٰی بِغَیْرِ عِلْمٍ كَانَ اِثْمُهٗ عَلٰی مَنْ اَفْتَاهُ وَ مَنْ اَشَارَ عَلٰی اَخِیْهِ بِاَمْرٍ یَّعْلَمُ اَنَّ الرُّشْدَ فِیْ غَیْرِهٖ فَقَدْ خَانَهٗ (۱۲۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو کسی نے بغیر علم کے فتویٰ دیا (اور اس نے عمل کیا) تو اس کا گناہ اس شخص کے سر ہوگا جس نے فتوی دیا ہے اور جس شخص نے اپنے بھائی کو یہ جانتے ہوئی غلط بات کا مشورہ دیا جب کہ اس کا فائدہ دوسری بات میں ہے تو اس نے اس کے ساتھ خیانت کی۔

۱۱۔ کسی کو صنعت و حرفت سکھانا یا تعاون کرنا

آپ کے گرد و نواح اور حلقہ اثر میں یا آپ کے علم میں کوئی ایسا شخص ہے جو کسی قسم کا ہنر سیکھ کر روزگار حاصل کرنا چاہتا ہے یا کوئی شخص کوئی ہنر جانتا ہے لیکن اس میں پختہ نہیں ہے اور پوری طرح کام نہیں کر سکتا تو ایسے شخص کو ہنر سکھانا یا ہنر میں قابل بنانا، اس کی رہنمائی کرنا اور کام سلیقے سے کرنے کے لائق بنانا نیکی کا کام اور صدقہ جاریہ ہے، اس سلسلے میں یہ حدیث رہنمائی کرتی ہے:

Marfat.com

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَئَلْتُ النَّبِیَّ ﷺ اَیُّ الْعَمَلُ اَفْضَلُ؟ قَالَ الْاِیْمَانُ بِاللّٰہِ وَ جِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ، قُلْتُ: فَاَیُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ؟ قَالَ اَغْلَاھَا ثَمَنًا وَ اَنْفَسُھَا عِنْدَ اَھْلِہٖ قَالَ: فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ؟ قَالَ تُعِیْنُ ضَائِعًا وَ تَصْنَعُ لِاَخْرَقَ، قَالَ فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ؟ قَالَ تَدَعُ النَّاسَ مِنَ الشَّرِّ فَاِنَّھَا صَدَقَۃٌ، تَصْدُقُ بِھَا عَلٰی نَفْسِکَ (۱۲۴)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ سب سے برتر اور افضل عمل کونسا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا، میں نے دریافت کیا کہ کس قسم کا غلام آزاد کرنا زیادہ فضیلت کا کام ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جس کی قیمت زیادہ ہو اور جو اس کے مالک کے نزدیک زیادہ اہمیت والا ہو، میں نے عرض کیا کہ اگر میں استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے ایسا نہ کرسکوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کی مدد کر جو (غربت کی وجہ سے) ضائع ہو رہا ہو، یا جو شخص اپنا کام نہ کر سکے، میں نے عرض کیا اگر یہ بھی نہ کرسکوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: لوگوں کو اپنے شر سے بچاؤ یہ بھی ایک صدقہ ہے جو تو اپنے وجود پر کر رہا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کا یہ امت پر احسان و فضل ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ سے مختلف قسم کے عملی زندگی سے تعلق رکھنے والے سوالات کر کے امت کے لیے عمل کی کئی راہیں نکال دیں۔ اب جو شخص جو کام کرسکتا ہے اسے کرے اور اجر پائے۔

اس حدیث میں پہلے ایمان باللہ، جہاد فی سبیل اللہ اور غلاموں کو آزاد کرنے کی فضیلت بیان ہوئی ہے، اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا تُعِیْنُ ضَائِعًا اَوْ تَصْنَعُ لِاَخْرَقَ، اس کی تھوڑی سی تشریح کی جاتی ہے، تعین ضائعا کا مطلب ہے کہ جو شخص غربت میں مبتلا ہو اور جس کی بیوی بچوں کی گزر بسر کی کوئی صورت نہ ہو اس کی مدد کرو، اور اسے ضائع ہونے سے بچاؤ، ایسی مزید خستہ حالی اور بدحالی میں مبتلا ہونے سے تحفظ دو، حدیث کے متن کی عبارت پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ نبی اکرم ﷺ نے ایمان اور جہاد کو برابر بیان کیا پھر ان کے بعد غلامی کو ختم کرنے اور اس کے چوتھے نمبر پر ہنر کی تعلیم دینا بیان کیا ہے۔

اس حدیث میں اس فرد کی مدد کی مقدار یا اس کی شکل متعین نہیں کی گئی ہے، اسے اس شخص کے حالات وضروریات اور مدد کرنے والے کی حیثیت پر چھوڑ دیا گیا ہے، احتیاج جس نوعیت کی ہے اس

Marfat.com

نوعیت کی مدد آدمی کو اپنی حیثیت کے مطابق کرنی چاہیے۔

ایک روایت میں ''ضائعا'' کی جگہ ''صانعاً'' کا لفظ آیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ تم کسی ایسے شخص کی مدد کرو جس کے ہاتھ میں کوئی صنعت یا پیشہ ہے، اس کی مدد، روپیہ، پیسہ، فنی تعاون، اوزاروں اور مشینوں کی فراہمی اور پیداوار کے لیے بازار اور مارکیٹ میں لانے کی صورت پیدا کر کے کی جاسکتی ہے، حرفت و ہنر والے کا ذکر خصوصیت سے اس لیے کیا گیا ہے کہ اس کی مشکلات کا عام طور پر احساس نہیں ہوتا اور اس کی مدد کی طرف ذہن نہیں جاتا۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا **او تصنع لاخرق** ۔اخرق سے بے ہنر مراد ہے یا ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو کوئی کام اچھی طرح نہ کر سکے، بعض اردو داں حضرات اس کا ترجمہ پھوہڑ کرتے ہیں، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اخرق کی تشریح اس طرح کی ہے، **اَلَّذِیْ لَیْسَ بِصَانِعٍ وَ یُحْسِنُ الْعَمَلَ** (۱۲۵) یعنی وہ شخص جو کاریگر نہیں ہے اور کام اچھے انداز میں نہیں کر سکتا۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں وہ شخص ہے جسے اپنے کام کی ضروریات کی خبر نہیں ہے اور نہ ہی اس کے پاس کوئی ہنر ہے، جس سے وہ اپنا رزق کما سکے۔

اگر معاشرے میں اس کا احساس عام ہو جائے اور اس طرح کے ادارے کام کرنے لگیں جہاں صنعت و حرفت کی تعلیم دی جائے، بے ہنر کو ہنر مند بنایا جائے اور ان کے لیے روزگار کے مواقع فراہم کیے جائیں تو یہ خدمت خلق کی بہت عمدہ شکل ہو سکتی ہے اور اس سے کمزور و نادار طبقات کے معاشی مسائل بڑی حد تک حل ہو سکتے ہیں۔

۱۲۔ بیماروں کی عیادت کرنا

معاشرے کا رحمت و شفقت اور دل جوئی کے لائق طبقہ بیماروں کا ہے، جو شخص بیماری میں مبتلا ہوتا ہے وہ عام معمولات زندگی ادا کرنے سے رک جاتا ہے، عام طور پر آمدنی بند ہو جاتی ہے، اخراجات بڑھ جاتے ہیں، تکلیفیں اور مصیبتیں دوگنا ہو جاتی ہیں، لہٰذا نبی ﷺ نے بیماروں کی عیادت، خبر گیری اور ہمدردی کی نہ صرف ترغیب دی بلکہ ان کا حق بھی بتایا، اور اسے ادا کرنے کا اجر و ثواب بیان فرمایا، عیادت کا مقصد مزاج پرسی نہیں بلکہ ان کی دیکھ بھال، خدمت، غم خواری، تیمارداری، طبیب، ڈاکٹر کے پاس لے جانا، دوادارو کا بندوبست کرنا، ضروریات زندگی مہیا کرنا اور دلجوئی کر کے ہمت بڑھانا، سب شامل ہیں۔ عیادت کا لفظ عَوْد سے لیا گیا ہے، جس کے لغوی معنی لوٹنے کے ہیں یعنی مریض کی

Marfat.com

ضروریات کے لیے لوٹ کر جانا اور چکر لگانا بھی عبادت میں شامل ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ یَقُوْلُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ یَا ابْنَ اٰدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِیْ! قَالَ یَا رَبِّ کَیْفَ اَعُوْدُکَ وَ اَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ؟ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ عَبْدِی فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ؟ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّکَ لَوْ عُدْتَهُ لَوَجَدْتَنِیْ عِنْدَهُ (۱۲۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا: اے آدم کے بیٹے! میں بیمار ہوا تو تو نے میری عیادت نہیں کی، وہ کہے گا: اے میرے پروردگار تو تو سارے جہان کا پروردگار تھا میں تیری عیادت کیسے کرتا؟ فرمائے گا: کیا تجھے خبر نہ ہوئی کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا مگر تو نے اس کی عیادت نہیں کی، اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔

یہ حدیث قدسی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مریض کی عیادت سے جہاں اس کا حق ادا ہوتا ہے، وہاں انسان اپنے فرض سے عہدہ برا ہوتا ہے، اللہ کی رضا و خوشنودی اور اجر و ثواب بھی پاتا ہے، لہٰذا ایک مومن کو عیادت اسی نیت اور ارادے سے کرنا چاہیے۔

ایک دوسری حدیث میں مریض کی عیادت کا حکم دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بھوکے کو کھانا کھلاؤ، بیمار کی عیادت کرو، اور قیدی کی رہائی کا انتظام کرو۔ (۱۲۷)

عیادت ہر بیمار کی کرنی چاہیے، چاہے مسلم ہو یا غیر مسلم، دوست ہو یا اجنبی، اپنا ہو یا پرایا، اور نیک ہو یا بد، بہر حال ان کی عیادت کرنا نہ صرف سنت رسول ہے بلکہ نیکی و بھلائی اور اللہ کی رضا کا باعث ہے بشرطیکہ نیت سنت کی ادائیگی و رضائے الٰہی کی ہو۔

غیر مسلم کی عیادت کرنے کی شریعت نے اجازت دی ہے اگر موقع ملے تو دعوت دین بھی دی جا سکتی ہے کیونکہ اس وقت انسان دنیا کی نسبت دین کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد غیر مسلموں کی عیادت کی ہے۔ (۱۲۸)

عیادت کرنے اور مریض کی خدمت میں لگے رہنے کے اجر اور فضیلت کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا:

مَنْ عَادَ مَرِیْضاً لَمْ یَزَلْ فِی خُرْفَةِ الْجَنَّةِ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ مَا خُرْفَةُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ جَنَاهَا (۱۲۹)

Marfat.com

مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے جب تک لوٹتا نہیں وہ مسلسل جنت کے پھلوں میں ہوتا ہے۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ خرفۃ الجنۃ سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا ان پھلوں کا چننا ہے۔

بیمار پرسی کے آداب میں سے یہ ہے کہ مریض کے آرام کا خیال رکھا جائے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ مریض کے پاس بیٹھنا، عبادت کرنے کے سلسلے میں شور وشغف کم کرنا اور کم بیٹھنا سنت ہے۔ یہ ہدایت عام بیماروں کے لیے ہے، لیکن اگر کسی کا بے تکلف دوست بیمار ہو جائے اور عیادت کرنے والے کو اندازہ ہو کہ اس کے بیٹھنے سے اسے راحت ہوگی تو وہ بیٹھ رہ سکتا ہے۔

عیادت کے وقت مریض کو تسلی دینا، ہمت بڑھانا اور صحت کی دعا کرنا چاہیے، مرض کی شدت کی حالت میں مریض عام طور پر مایوس ہو جاتا ہے اور اس کی دلی قوت اور وِل پاور کم ہو جاتی ہے، لہٰذا اس کی ہمت افزائی کرنی چاہیے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی ﷺ ایک اعرابی (دیہاتی) کی عیادت کے لیے اس کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ نے فرمایا: پرواہ نہ کر، ان شاء اللہ مرض سے پاک ہو جاؤ گے، یعنی مرض جلد جائے گا اور گناہوں اور دیگر خرابیوں سے تم پاک ہو جاؤ گے۔

اسی طرح آپ ﷺ نے بعض مریضوں کو جھاڑ پھونک (دم کرنے) کی دعائیں بھی بتائیں، اس سے ایک طرف شفا ہوگی تو دوسرے پہلو سے مریض کا نفسیاتی علاج بھی ہوگا اور وہ جلد تندرست ہو جائے گا۔

الحاصل عیادت مریض حقوق العباد کی ادائیگی، اجر وثواب کا باعث، سنت رسول ﷺ کی پیروی، اللہ کی رضا اور خدمت خلق کا عمل ہے اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات بڑھانے کا سبب اور دعوت وتبلیغ کا ذریعہ ہے۔

۱۳۔ چھوٹوں کے حقوق

اسلام اپنے معاشرے میں بڑوں اور چھوٹوں کے درمیان تعلقات اور روابط کو خوش گوار رکھنے اور ایک دوسرے کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے کے لیے انہیں ایک دوسرے سے قریب رکھنا اور باہمی سیر وشکر کرنا چاہتا ہے، ان کے تعلقات میں اسلام نے جتنا توازن، اعتدال اور انصاف قائم رکھا ہے، کسی دوسرے مذہب، تمدن وتہذیب نے نہیں رکھا۔ اسی طرح ان کے درمیان حقوق وفرائض کا ایک

Marfat.com

نظام دیا ہے جو قرآن و حدیث اور سیرت النبی اور سیرت صحابہ سے واضح ہوتا ہے، اس سلسلے کی ایک بنیادی حدیث ملاحظہ کریں:

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَ لَمْ يَعْرِفْ شَرْفَ كَبِيْرِنَا (۱۳۰)

حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے، اپنے دادا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم میں سے وہ شخص نہیں ہے جس نے ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کیا اور ہمارے بڑوں کا شرف (مرتبہ و مقام) نہیں پہنچانا۔

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث کا پہلا جز یعنی چھوٹوں پر رحم کرنا، ان کے بڑوں کے لیے کئی ایک پہلو رکھتا ہے جسے بڑے بزرگ اپنے سامنے رکھیں اور اپنی ذمہ داریاں نبھائیں تو بڑوں چھوٹوں کے درمیان جو خلیج حائل ہو رہی ہے، مغربی تہذیب و ثقافت کی یلغار ہو رہی ہے اور بڑوں کو چھوٹوں سے اور چھوٹوں کو بڑوں سے جو شکایات ہو رہی ہیں وہ دور ہو جائیں، ان کے درمیان تعلقات خوش گوار بن جائیں اور مغربی تہذیب کی یلغار رک جائے۔ آج جو شکایات بڑوں کو چھوٹوں سے ہیں یا چھوٹوں کو بڑوں سے ہیں ان کو جنریشن گیپ کہہ کر چھوڑ دیا جاتا ہے اور اس کا علاج نہیں تلاش کیا جاتا اور اگر کوئی صاحب علم و دانش اس کا حل بتا دے تو اس پر عمل نہیں کیا جاتا جس کی وجہ سے پرنالہ وہیں پر ہی گرتا رہتا ہے اور دونوں کے درمیان دوری بڑھتی جاتی ہے۔

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس حدیث مبارکہ پر غور کیا جائے تو کسی قدر جنریشن گیپ کا مداوا ہو سکتا ہے اور ہمارے گھروں کا ماحول، محلے اور ملک کا ماحول خوش گوار بن سکتا ہے۔ بڑوں کے حقوق کا تذکرہ بارہا کیا گیا، اب چھوٹوں کے حقوق اور بڑوں کے فرائض یا ذمہ داریاں بیان کی جاتی ہیں:

(۱) آج کے حقائق کو ملحوظ رکھنا

بڑوں کو آج کے زمینی حقائق اور حالات کو اپنے سامنے رکھنے چاہییں، آج کا دور پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کا دور ہے، دنیا ایک گلوبل ویلج بن چکی ہے، برسوں کے فاصلوں پر موجودہ معلومات لمحوں میں ایک دوسرے تک پہنچ رہی ہیں، مختلف علاقوں کی تہذیب و ثقافت، لباس و وضع قطع اور گفتگو کا انداز و اطوار لوگوں کو متاثر کر رہا ہے، خاص طور پر نوجوان اس سے بہت اثر لے رہے ہیں، یہ اثرات ہمہ جہت اور ہر نوع کے ہیں، لڑکے لڑکیاں ہر قسم کی آزادی چاہتے ہیں، پرانے طریقے متروک ہو رہے ہیں، ان سب باتوں اور زمینی حقائق کو پیش نظر رکھ کر بڑوں کو اپنے رویے، انداز فکر اور طور طریقے پر نظر

Marfat.com

ثانی کرنا چاہیے اور اپنے اندر تبدیلی کے لیے تیار رہنا چاہیے، یہ گویا ذہنی، فکری اور نظری تیاری ہے، جو فوراً شروع کر دی جائے۔

(۲) تحمل و بردباری

بزرگوں کو اپنے اندر تحمل و بردباری کی صفت کو مزید بڑھانا چاہیے، چھوٹے اگر ماحول کی وجہ سے قدیم طریقے کے خلاف کوئی حرکت کرتے ہیں تو اسے تحمل و برداشت سے برداشت کرنا چاہیے، شیخ سعدی کہتے ہیں:

چوں پُر خاش بینی تحمل بیار
کہ سہلی بندد درِ کار زار

جب جھگڑے کی کیفیت دیکھیں تو تحمل و برداشت کی صفت اختیار کریں کیونکہ نرمی لڑائی کا دروازہ بند کر دیتی ہے۔

(۳) محبت و شفقت کا برتاؤ

بزرگوں کو اپنے چھوٹوں سے محبت و شفقت کا برتاؤ کرنا چاہیے، زبان کی مٹھاس اور دل کی محبت انسان کے دل کو موہ لیتی ہے اور اسے قریب کر دیتی ہے، نبی اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے کئی واقعات ایسے ملتے ہیں کہ آپ کی شفقت کے برتاؤ اور محبت بھری گفتگو اور حکمت بھرے رویے سے دور دراز سے آنے والے ہمیشہ کے لیے آپ کے غلام بن گئے۔

(۴) عفو و درگزر

اگر کسی نوجوان سے ناشائستہ حرکت سرزد ہو جائے یا آپ کی بات نہ مانے یا آپ کے توقعات کی مطابق رویہ اختیار نہ کرے تو بھی آپ کا رویہ عفو و درگزر کا ہونا چاہیے۔ اس سے آپ کی عزت بڑھے گی، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مَازَادَ اللّٰہُ بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا "معافی سے اللہ تعالیٰ معاف کرنے والوں کی عزت بڑھا دیتا ہے"۔ ایسے رویے سے مخاطب نوجوان میں مثبت جذبات پروان چڑھتے ہیں۔

(۵) شیریں زبانی

دو فریقوں، دو طبقات، بزرگوں اور نوجوان کے تعلقات میں زبان کا بڑا اہم کردار ہے شاعر نے کہا ہے:

بشیریں زبانی ولطف وخوشی توانی کہ پیلے بموئے کشی

میٹھی زبان اور نرمی وخوشی سے ہاتھی کو ایک بال سے باندھ کر لے جا سکتے ہو۔

Marfat.com

ہمارے بزرگ اور معمر حضرات اپنے چھوٹوں سے گفتگو کا انداز اور لہجہ سخت، کرخت دار اور نامناسب اختیار کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے چھوٹے ان کے قریب نہیں آتے بلکہ دور بھاگتے رہتے ہیں۔

(۶) افہام و تفہیم کا انداز

نوجوانوں سے گفتگو کرتے ہوئے، معاملہ طے کرتے ہوئے اور کام لینے کے وقت گفتگو میں افہام و تفہیم (سمجھانے) کا طریقہ اختیار کیا جائے، کوئی بات حکمیہ انداز میں سختی سے اور آمرانہ طریقے میں بالکل نہ کہی جائے، اس سے معاملہ بننے کی بجائے بگڑے گا، سلجھنے کی بجائے الجھے گا، فاصلے کم ہونے کے بجائے بڑھیں گے اور نرمی کی بجائے سختی پیدا ہوگی۔

بڑی عمر والے بزرگ یہ زعم رکھتے ہیں کہ ہم ان سے عمر میں بڑے ہیں ہمارا تجربہ زیادہ ہے اور ہماری سوچ گہری ہے اس لیے ہماری بات حتمی ہے، اس لیے فوراً آمرانہ اور حاکمانہ انداز میں کہہ دیتے ہیں کہ ایسے کرو، ایسے نہ کرو، دوسرا خیال والد یا سرپرست حضرات کے ذہن میں یہ ہوتا ہے کہ ہم نے ان کی پرورش کی ہے، پالا پوسا، پڑھایا اور بڑا کیا ہے، یہ خیال غلط نہیں ہے بلکہ بدیہی حقیقت ہے لیکن آج کے دور میں نوجوانوں کی اکثریت یہ احساس نہیں رکھتی، اردگرد کے ماحول نے انہیں ان حقائق سے کافی دور کر دیا ہے۔ لہٰذا بات طے کرنے میں افہام و تفہیم کا انداز اختیار کرنا ہوگا، مخاطب کی بات سننی، سمجھنی ہوگی اور اس کی اس بات کو شروع میں رد کیے بغیر مخاطب کے اس نقطے سے شروع کرنے ہو گی جس میں اس نے اثبات کا پہلو پیش کیا ہے، اس سے آگے بڑھتے ہوئے اپنی بات پیش کرنی چاہیے۔

(۷) بزرگوں کا اپنی اولاد سے معاملہ

اپنی اولاد سے معاملہ کرتے ہوئے اپنی سابقہ غربت، اپنی ابتدائی زندگی، سادگی اور عسرت کو بیان کر کے، اسے معیار بنا کر معاملہ کیا جائے تو مسئلہ حل ہونے کی بجائے الجھ جائے گا اور بگڑ جائے گا، اس لیے آج کے تقاضے، اولاد کے ماحول، پیشے، آمدنی اور مالی حالات کے مطابق حل کرنا ہوگا، اس نقطے پر گہرائی سے غور کیا جائے تو بہت سے وہ مسائل جو والدین، اولاد اور ساس بہو کے درمیان ہوتے ہیں حل ہو جائیں۔

(۸) ماحول کو خوشگوار رکھنا

چھوٹوں اور بڑوں کے درمیان کے ماحول کو خوشگوار، باہم وسیع تعلق اور ہنسی مذاق کا رکھنا بھی ایک ایسا بہترین عمل ہے جس سے باہمی تعلقات اچھے رہ سکتے ہیں، بلکہ پروان چڑھ سکتے ہیں، پرانے

Marfat.com

زمانے کا وہ دور کہ والد، دادا، تایا، چچا گھر میں آتے تو سارے لوگ سہم جاتے تھے، گفتگو بند کر دیتے تھے، بلکہ اپنے اپنے کمروں میں چلے جاتے تھے، اور گھٹن کا ماحول بن جاتا تھا، نہ کوئی زور سے بولتا اور نہ ہی ہنستا سب لوگ سہمے ہوئے بیٹھے رہتے تھے۔ یہ طریقہ کار نہ شریعت کے مطابق ہے اور نہ ہی علم انتھروپالوجی کے موافق اور نہ آج کے حالات کے مناسب ہے، بلکہ یہ طریقہ جاگیردارانہ نظام کی ایک کڑی اور بقایا ہے، اسے بہر حال ختم ہونا چاہیے، بلکہ چھوٹوں اور بڑوں، استاد اور شاگرد، حاکم و محکوم اور آقا و نوکر کے درمیان خوشگوار ماحول ہونا چاہیے، ہلکے پھلکے مزاح، خوش طبعی اور خوشگواری کا ہونا چاہیے۔

(۹) بڑوں کا دین کی طرف رجوع

بڑھاپا انسانی زندگی کی ایک لازمی منزل ہے جو عام طور پر انسان کو گزارنی ہوتی ہے، جس میں ملنے جلنے والے کم ہو جاتے ہیں، لوگوں سے رابطے ٹوٹ جاتے ہیں اور لوگوں سے میل جول بہت ہی کم رہ جاتا ہے، ایسی صورت میں دین سے وہ مضبوط وابستگی اس منزل کو آسان بنا دیتی ہے، اس کا سب سے اچھا طریقہ مسجد میں جا کر نماز پڑھنا ہے، اس کے طفیل انسان بہت سے لوگوں سے ملتا ہے، سلام و کلام کرتا ہے، خیر خیریت پوچھتا اور بتاتا ہے، اس طرح پانچ وقت گھر سے نکلنے کی وجہ سے جسمانی اور روحانی صحت اچھی رہتی ہے، نیز گھر والوں کو بھی فرصت مل جاتی ہے اور بچے اور چھوٹے دین کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔

(۱۰) چھوٹو ں کو اعتماد میں لینا

عام زندگی کے گھریلو معاملات وغیرہ میں چھوٹوں کو اعتماد میں لینا، ان سے مشورہ کرنا، ان کی بات سننا، خاص طور پر ان کی تعلیم، تربیت، شادی بیاہ میں ان کی رائے لینا ضروری ہے، اس سے چھوٹوں اور بڑوں میں تعلقات خوشگوار رہتے ہیں، ان میں اعتماد پیدا ہوتا ہے اور عزت و احترام بڑھ جاتا ہے۔

۱۴۔ کسی کو کام یا روزگار سے لگانا

رفاہی کاموں میں ایک اہم کام بے کاروں کو با کار کرنا، بے روزگاروں کو روزگار سے لگانا، انہیں روزگار فراہم کرنا، بے ہنروں کو ہنر سکھانا اور اپنے پیروں پر کھڑا کرنا ہے اور معاشرے کے کارآمد فرد بنانا ہے۔

آج کتنے ہی ایسے نوجوان ہیں جو محنت و مشقت تو کر سکتے ہیں لیکن محض سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے کوئی ذریعہ معاش اختیار نہیں کر سکتے اور غربت و تنگدستی کی زندگی گزارتے ہیں، اگر ان کی یہ رکاوٹ

Marfat.com

دور کر دی جائے تو وہ اپنے پیروں پر کھڑے ہو سکتے ہیں، اور انہیں معاشی استقلال نصیب ہو سکتا ہے اس سلسلے کی ایک حدیث ملاحظہ کریں:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ: اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ اَتَی النَّبِیَّ ﷺ یَسْاَلُهٗ فَقَالَ: اَمَا فِی بَیْتِکَ شَیْءٌ؟ قَالَ: بَلٰی حِلْسٌ نَلْبَسُ بَعْضَهٗ وَ نَبْسُطُ بَعْضَهٗ، وَقَعْبٌ نَشْرَبُ فِیْهِ مِنَ الْمَاءِ، قَالَ: اِئْتِنِیْ بِهِمَا، قَالَ: فَاَتَاهُ بِهِمَا، فَاَخَذَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِیَدِهٖ، وَ قَالَ: مَنْ یَّشْتَرِیْ هٰذَیْنِ؟ قَالَ رَجُلٌ: اَنَا اٰخُذُهُمَا بِدِرْهَمٍ، قَالَ: مَنْ یَّزِیْدُ عَلٰی دِرْهَمٍ، مَرَّتَیْنَ اَوْ ثَلَاثًا، قَالَ رَجُلٌ: اَنَا اٰخُذُهُمَا بِدِرْهَمَیْنِ، فَاَعْطَاهُمَا اِیَّاهُ وَ اَخَذَ الدِّرْهَمَیْنِ فَاَعْطَاهُمَا الْاَنْصَارِیَّ وَ قَالَ: اِشْتَرِ بِاَحَدِهِمَا طَعَامًا فَانْبَذْهُ اِلٰی اَهْلِکَ وَ اشْتَرِ بِالْاٰخَرِ قُدُوْمًا فَاْتِنِیْ بِهٖ، فَاَتَاهُ بِهٖ فَشَدَّ فِیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عُوْدًا بِیَدِهٖ ثُمَّ قَالَ لَهٗ اِذْهَبْ فَاحْتَطِبْ وَ بِعْ وَلَا اَرَیَنَّکَ خَمْسَةَ عَشَرَ یَوْمًا، فَذَهَبَ الرَّجُلُ یَحْتَطِبُ وَ یَبِیْعُ فَجَآءَ وَ قَدْ اَصَابَ عَشْرَةَ دَرَاهِمَ فَاشْتَرٰی بِبَعْضِهَا ثَوْبًا وَ بِبَعْضِهَا طَعَامًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: هٰذَا خَیْرٌ لَّکَ مِنْ اَنْ تَجِیْءَ الْمَسْاَلَةُ نُکْتَةً فِیْ وَجْهِکَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِنَّ الْمَسْاَلَةَ لَا تَصْلُحُ اِلَّا لِثَلَاثَةٍ، لِذِیْ فَقْرٍ مُدْقِعٍ اَوْ لِذِیْ غَرْمٍ مُفْظِعٍ اَوْ لِذِیْ دَمٍ مُوْجِعٍ (۱۳۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری آپ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے آپ ﷺ سے اپنی ضرورت کے لیے کچھ مانگا اس پر آپ نے اس سے پوچھا کہ تمہارے گھر میں کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں، میرے پاس ایک (بالوں سے بنی ہوئی) دری ہے جس کا کچھ حصہ ہم اوڑھ لیتے ہیں، اور کچھ حصہ بچھا لیتے ہیں، اور ایک پیالہ ہے جس سے پانی پیتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ دونوں میرے پاس لاؤ، چنانچہ وہ ان کو لے آیا، آپ نے دونوں چیزوں کو اٹھا کر فرمایا: یہ کون خریدے گا؟ آپ ﷺ کی مجلس میں سے ایک آدمی نے کہا کہ یہ دونوں چیزیں میں ایک درہم میں خریدوں گا؟ پھر آپ نے فرمایا: ایک درہم سے زیادہ کون دے گا، یہ بات آپ ﷺ نے دو یا تین مرتبہ دہرائی۔ اس پر ایک دوسرے شخص نے کہا: یہ دونوں چیزیں میں دو درہم میں خریدوں گا، اس پر آپ ﷺ نے یہ دونوں چیزیں اس کے حوالے کر دیں، اور دو درہم انصاری کو دے کر فرمایا: جاؤ ایک

Marfat.com

درہم سے اناج لے کر اپنے گھر والوں کو دے دو، اور دوسرے درہم سے ایک کلہاڑا خرید کر میرے پاس لے آؤ، پھر آپ ﷺ نے اس میں اپنے ہاتھ مبارک سے دستہ ڈالا، اور اس سے کہا: جنگل میں جاؤ اور لکڑیاں کاٹ کر فروخت کرو، اور پندرہ دن سے پہلے میں تجھے ہرگز نہ دیکھوں، (پندرہ دن سے پہلے واپس نہ آنا) وہ شخص جنگل میں گیا، جہاں وہ لکڑیاں کاٹ کر بیچتا رہا، پھر دہ دس درہم کما کر لایا، اس نے کچھ درہموں سے کپڑا خریدا اور کچھ سے اناج خریدا، رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: یہ تمہارے لیے اس دست سوال دراز کرنے سے بہتر ہے۔ جس سوال کی وجہ سے قیامت کے دن تمہارے چہرے پہ داغ ہو۔ سوال تو صرف تین آدمیوں کے لیے جائز ہے، ا۔ سخت فاقے کی حالت میں مبتلا شخص کے لیے، ۲۔ بھاری قرض تلے دبے ہوئے، ۳۔ اور گراں خون بہا اور جرمانہ ادا کرنے والے شخص کے لیے۔

مذکورہ بالا روایت موضوع کے سلسلے میں واضح رہنمائی کرتی ہے، حدیث کے الفاظ پر گہرا غور کریں تو معاشی مشکلات حل کرنے کی کئی باتیں سامنے آتی ہیں، یہ باتیں اس وقت بتائی جارہی ہیں جب عام انسان ان باتوں سے کوسوں دور تھے، انہیں نکات کی صورت میں بیان کیا جاتا ہے:

ا۔ نبی ﷺ نے اس انصاری کی صحت اور کمانے کی قدرت رکھنے کی وجہ سے زکوٰۃ دینا مناسب نہیں سمجھا، نیز اس کے پیشہ ور بھکاری بننے کا خطرہ بھی ہوسکتا تھا۔

۲۔ نبی ﷺ نے حکومت کے ذمہ داروں اور زکوٰۃ تقسیم کرنے والوں کے لیے ایک نمونہ اور مثال قائم کی ہے کہ وہ لوگوں کے لیے روزگار کے مواقع پیدا کریں اور روزگار سے لگائیں، چھوٹے چھوٹے ایسے روزگار کے کام ہوں جن سے ان کا گزر بسر ہوسکے۔

۳۔ آپ ﷺ نے سائل کی وقتی ضرورت پورا کرنے کا نہیں سوچا بلکہ مستقل طور پر اسے اپنے پیروں پر کھڑا کرنے کا سوچا۔

۴۔ آپ ﷺ نے اسے وعظ و تلقین اور نصیحت نہیں فرمائی بلکہ اسے کام سے لگایا۔

۵۔ اسے توجہ دلائی کہ اس کے پاس جو قوت ہے اسے کام میں لا کر اپنی ضرورت پوری کرے۔

۶۔ اسے عملی تعلیم سے بتایا کہ رزق حلال چاہے پیٹھ پر لکڑیاں ڈھو کر، اور بیچ کر حاصل ہو تو اس کے چہرے کی آبرو بچانے کے لیے یہ بہتر ہے۔

۷۔ اسے ایسا کام بتایا جو اس کے بس میں تھا اور اس کے حالات و کیفیات کے مطابق تھا۔

Marfat.com

۸۔ اسے روزی کمانے کا سامان اپنے ہاتھ سے کر کے دیا اور رہنمائی کی کہ پندرہ دن تک کام کرے اور جلدی واپس نہ آئے اور اس کے لیے سوچنے کی مدت مقرر کردی کہ یہ کام وہ کرسکتا ہے یا نہیں۔

۹۔ مادی اور ظاہری بندوبست کرنے کے بعد وعظ ونصیحت کی اور مانگنے کی حد بتائی۔

۱۰۔ اے کاش! ہم بھی اس نبوی طریقے کی پیروی کریں، اور مانگنے کے خلاف مہم سے پہلے مسئلہ کا حل تلاش کریں۔

۱۵۔ کھانا کھلانے میں ترغیب دینا اور تعاون کرنا

کسی بھوکے کو کھانا کھلانے میں جو لوگ دوسروں کو ترغیب دیتے ہیں اور اس کار خیر میں تعاون کرتے ہیں چاہے وہ کسی قسم کا تعاون کریں وہ اجر وثواب میں شریک ہوں گے جیسے بیوی، خادم، نوکر اور سماجی کارکن وغیرہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

اِذَا اَطْعَمَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُضِرَّةٍ فَلَهَا اَجْرَهَا وَلَهُ مَثَلَهُ وَلِلْخَازِنِ مِثْلَ ذَالِکَ (۱۳۲)

جب عورت اپنے شوہر کے گھر سے نقصان پہنچائے بغیر کھانا کھلاتی ہے تو اسے اس کا اجر ملے گا، اس کے برابر شوہر کو اجر ملے گا اور خازن کو بھی اتنا اجر ملے گا۔

خازن (گماشتہ اور اسٹور کا نگران) کے سلسلے میں ایک اور حدیث اس مفہوم کی آئی ہے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

اَلْخَازِنُ الْمُسْلِمُ الَّذِیْ يَنْفَذُ وَ رُبَّمَا قَالَ يُعْطِیْ مَا اُمِرَبِهٖ كَامِلاً مُدَّخِرًا طِيْبَةً نَفْسُهٗ فَيَدْفَعُهٗ اِلَى الرَّجُلِ الَّذِیْ اُمِرَبِهٖ اَحَدُ الْمُتَصَدِّقِيْنَ (۱۳۳)

جو مسلمان خازن اس حکم کو نافذ کرتا ہے جو اسے دیا گیا بعض اوقات آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ جس چیز کے دینے کا حکم دیا گیا ہے وہ پورا پورا اور خوش دلی سے دیتا ہے اور جس شخص کے حوالے کرنے کے لیے اسے کہا گیا ہے، اسی کے حوالے کرتا ہے تو وہ بھی صدقہ کرنے والوں سے ایک ہے۔

اسلام کسی نیکی میں ہاتھ بٹانے والوں اور کسی قسم کا تعاون کرنے والوں کو اس اجر میں شریک کر لیتا ہے، آدمی کی بیوی ہو یا خادم یا اس کا گماشتہ اور کارکن ہو اس کی اجازت ہی سے اس کا مال خرچ کر سکتے

Marfat.com

ہیں، اجازت کے بغیر انہیں اس کے مال میں تصرف کرنے کا حق نہیں ہوگا لیکن اجازت صراحت کے ساتھ بھی ہوسکتی ہے اور عرف و روایات اور رواج کے تحت بھی۔ اگر یہ بھی متعارف ہو کہ ایک خاص حد کے اندر غریبوں کی مدد کرے یا انہیں کھلانے پلانے میں شوہر کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا تو بیوی اس حد تک عمل کرسکتی ہے، اگر اعتراض کا اندیشہ ہو تو اسے احتیاط برتنا چاہیے۔

یہ تو ایک قانونی بات ہے ورنہ آدمی کو اتنا فراخ دل ہونا چاہیے کہ بیوی یا وہ خادم جس پر اسے اعتماد ہو، اگر اس کے مال میں سے کبھی مسکین کی مدد کرے تو وہ فرحت اور خوشی محسوس کرے کہ ایک خیر کے کام میں انہوں نے میری مدد کی اور اس سے وہ خود بھی اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔

کھانا کھلانے میں ترغیب و تعاون کے سلسلے میں کئی ایک صورتیں ہوسکتی ہیں:

۱۔ مالداروں، دولتمندوں اور مالی حیثیت رکھنے والوں کو اس طرف متوجہ کرنا، بھوکوں کو کھانا دینے کی ترغیب دینا۔

۲۔ جب بازار میں کھانے پینے کی اشیا کی کمی ہو یا نایاب ہو جائیں یا تاجر لوگ ذخیرہ اندوزی کریں تو ایسی صورت میں اشیا بازار میں لانا، لوگوں کو فروخت کرنا بھی اس کار خیر میں داخل ہے، ایسے تاجروں اور بیوپاریوں کے لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا اسوہ حسنہ ایک مثال ہے، انہوں نے اپنے سامان کا قافلہ تاجروں کے ہاتھوں نہیں بیچا بلکہ عوام کو سستے داموں فروخت کرادیا۔

۳۔ کھانے پینے، کی اشیاء پر رعایت دے کر سستے داموں فروخت کرنا، اس سے عوام کی ضرورت پوری ہونے کے ساتھ وہ بھیک مانگنے کے عادی نہیں ہوں گے۔

۴۔ بھوکے افراد کو صاحبِ حیثیت لوگوں سے کھانے پینے کی اشیا لے کر پہنچانا۔

۵۔ مخیّر مالدار لوگوں سے کچا اناج یا خوردنی اشیاء لے کر اور پکا کر کھلانا اس کار خیر میں شامل ہے۔

۶۔ خوردنی اشیاء کی سستی دوکانیں کھولنا، کھانے پینے کی اشیا بازار میں کم ہو جائیں یا بلیک میں فروخت ہوں تو ایسی حالت میں فیئر پرائس شاپ کھول کر عوام کو خوردنی اشیا مہیا کرنا بھی اس کار خیر کا حصہ ہے، اور اس پر اجر و ثواب ہوگا۔

۱۶۔ بڑی عمر کے افراد پر شفقت

اسلام میں جو لوگ عزت و احترام اور شفقت و رحمت اور تعاون و امداد کے زیادہ مستحق ہیں ان میں بڑی عمر کے افراد، بزرگ مرد و خواتین اور کمزور لوگ ہیں، دین اسلام نے ان سے نرمی برتنے، ان

Marfat.com

کی عزت کرنے، زندگی کے معاملات اور کارزار حیات میں ان سے حسن سلوک کی واضح تعلیم دی، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے اسلامی آداب، تہذیب وثقافت کے مطابق مسلم معاشرت میں جو شخص عمر میں بڑا ہوتا جاتا ہے اس کی عزت بڑھتی جاتی ہے، اس کے حقوق میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ مرتبے کے لحاظ سے گھر اور خاندان کا بڑا ہو جاتا ہے۔ اس کی کئی حیثیتیں ہو جاتی ہیں اور وہ ابا کی بجائے بڑا ابا، دادا، نانا، تایا، پھوپھا اور خالو بن جاتا ہے اور خاتون بڑی اماں، دادی، نانی، پھوپھی اور خالہ بن جاتی ہے۔

اس کے برخلاف دوسری تہذیبوں اور ثقافتوں میں ایک فرد کی جوں جوں عمر بڑھتی ہے وہ معاملات سے بے تعلق کر دیا جاتا ہے اور آخر کار اولڈ ہاؤسز (Old Houses) کے حوالے کر دیا جاتا ہے، نبی امی ﷺ نے عمر رسیدہ اور کمزور لوگوں کی قدر ومنزلت کے بارے میں ارشاد فرمایا:

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَبْغُوْنِی الضُّعَفَاءَ فَاِنَّمَا تُنْصَرُوْنَ وَ تُرْزَقُوْنَ بِضُعَفَاءِ (۱۳۴)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ مجھ سے اپنے کمزوروں کے ذریعے طلب کرو، کیونکہ تمہاری مدد اور تمہارا رزق تمہارے کمزوروں کے ذریعے آتا ہے۔

اس حدیث کے الفاظ پر غور کیجئے جس میں بتایا گیا اللہ کی مدد اور رزق کی فراوانی کمزور، عمر رسیدہ افراد کے ذریعے ہوتی ہے، اس طرح مدد خداوندی بھی ان ہی لوگوں کے ذریعے آتی ہے، لہٰذا کمزوروں اور بوڑھوں کو اپنے لیے مصیبت نہ سمجھنا چاہیے بلکہ باعث رحمت ونصرت سمجھنا چاہیے۔ اس سلسلے کی ایک اور حدیث ملاحظہ کیجئے:

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی اَلْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ مِنْ اِجْلَالِ اللّٰهِ تَعَالٰی اِکْرَامُ ذِی الشَّیْبَةِ الْمُسْلِمِ وَ حَامِلِ الْقُرْآنِ غَیْرِ الْغَالِیْ فِیْهِ وَ الْجَافِیْ عَنْهُ وَ اِکْرَامُ ذِی السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ (۱۳۵)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں سے سفید ریش (سفید بالوں والے) مسلمان، کتاب اللہ کے حامل (پڑھنے، سمجھنے والے) جو اس میں غلو (زیادتی) نہیں کرتے اور اس سے دور نہیں ہوتے اور عادل حکمران کی عزت کرنا ہے۔

سفید بالوں والے بزرگ، بڑی عمر کے افراد چاہے مرد ہوں یا عورت کی عزت واحترام کرنا گویا اللہ کی تعظیم کرنا ہے۔

Marfat.com

عمر رسیدہ افراد واشخاص کی سہولت اور آرام کا خیال رکھنے کی ہدایات شریعت مطہرہ نے دی ہیں ان کا دائرہ کس قدر وسیع ہے، اس کا اندازہ اس حدیث مبارکہ سے کیجئے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ لِلنَّاسِ فَلْیُخَفِّفْ فَاِنَّ فِیْهِمُ الضَّعِیْفُ و السَّقِیْمُ وَ الْکَبِیْرُ وَ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ لِنَفْسِهٖ فَلْیُطَوِّلْ مَا شَاءَ(۱۳۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے (امامت کرے) تو اسے چاہیے کہ نماز ہلکی کرے، اس لیے کہ ان میں کمزور، بیمار اور بڑی عمر کے لوگ ہوتے ہیں، اور جب اپنی انفرادی نماز ادا کرے تو جتنی چاہے طویل (لمبی) کرے۔

امام الدیلمی ایک قول نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بڑی عمر والوں کے بارے میں بھلائی کرنے کی وصیت لو اور دوسروں کو وصیت کرو، نیز جوانوں پر شفقت اور رحمت کرو۔

احادیث مبارکہ اور سنت مطاہرۃ سے بڑی عمر والوں کے بارے میں چند باتیں نکات کی صورت میں درج کی جارہی ہیں۔

☆ عمر رسیدہ، بوڑھے بزرگوں کی بڑھاپے کی وجہ سے عزت کرنی چاہیے اور یہ خیال کرنا چاہیے کہ ان کی عمر بڑی ہونے کی وجہ سے انہوں نے نیکیاں زیادہ کی ہیں اور ہم سے اچھے ہیں۔

☆ سفید بالوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول کرتا ہے اس لیے ان سے دعائیں لینا اور دعا کرانا۔

☆ انسان کے باپ اور ماں کے ساتھیوں، ہم عمروں اور رشتہ داروں کی عزت کرنا، ان کے پاس جا کر بیٹھنا، ان کی خیر و عافیت معلوم کرنا اور والدین کے بارے میں اچھی باتیں سننا۔

☆ آج بوڑھوں کی عزت کی جائے گی اور ان کی خدمت کی جائے گی تو کل جب ہم بوڑھے ہوں گے تو لوگ ہماری بھی عزت کریں گے، جیسی کرنی ویسی بھرنی کا محاورہ صادق آئے گا۔

☆ بڑی عمر والوں اور معذوروں کو اپنے سے آگے رکھنا، سواری پر سوار ہوتے وقت، سواری سے اترتے وقت، سہارا دینا، اسی طرح اگر کوئی بڑی عمر کا شخص سواری میں کھڑا ہے تو اسے اپنی سیٹ دینا یا جگہ بنا کر بٹھانا۔

☆ بڑی عمر والوں کے علم و ہنر اور تجربے سے فائدہ اٹھانا، ان سے مشورہ لینا، معاملات میں رائے

Marfat.com

لینا، باعث برکت وسعادت ہے۔

☆ چونکہ بوڑھا اپنی کمزوری، ناتوانی اور ضعف کی وجہ سے ذہنی اور جسمانی لحاظ سے بچے کی طرح ہوتا ہے، قرآن مجید نے بھی اس طرح فرمایا ہے اس لیے ان کی ناگوار اور تکلیف دہ باتوں کو برداشت کرنا چاہیے۔

☆ ان کے احترام میں یہ بھی ہے کہ ان سے مذاق نہ کیا جائے، طعنہ نہ دیا جائے اور ان سے نرم گفتگو کی جائے۔

☆ بڑی عمر والوں، کمزوروں اور ناتوانوں کے چھوٹی عمر والوں اور جوانوں پر معاشرتی، اخلاقی اور دینی کئی حقوق ہیں انہیں ادا کرنا ضروری ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اجتماعی و معاشرتی معاملات میں ان سے نرمی کی جائے اور کام ہلکا کیا جائے۔

۱۷۔ مقروض سے نرمی برتنا

مقروض (قرض دار) عام طور پر اپنی ضروریات وحاجات کے لیے قرض لیتا ہے، پھر مقررہ وقت پر بعض اوقات ادا نہیں کر پاتا بلکہ بعض لوگ تو قرض میں ڈوب کر دیوالیہ ہو جاتے ہیں، عام دنیاوی معاشرے تو مقروض کی خستہ حالی کی کوئی پرواہ نہیں کرتے، اور قرض کی ادائیگی کا تقاضا اور سود کی ایک مدت پوری ہونے پر سود مرکب (سود در سود) شروع کر دیتے ہیں، اس طرح ان کی رقم دوگنی تگنی بلکہ اس سے زیادہ ہوتی رہتی ہے، اور آخر کار مقروض کے پاس جو کچھ ہوتا ہے وہ سب لے کر اس کو کنگال کر دیتے ہیں۔ احادیث میں مقروض کی اس مجبوری خیال کرنے کی بھی تاکید فرمائی گئی ہے۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اَسْعَدِ بْنِ زُرَارَةِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یُّظِلَّهُ اللّٰهُ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ فَلْیُیَسِّرْ عَلٰی مُعْسَرٍ اَوْ لِیَضَعْ عَنْهُ (۱۳۷)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو اس بات سے خوشی ہوتی ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے اس دن اپنے سایے میں جگہ دے جس دن اس کے سایے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا تو اسے چاہیے کہ تنگدست (مقروض) پر آسانی کرے یا اس سے قرض ساقط کرے۔

اسلام مقروضوں سے بہت ہی ہمدردی اور نرمی برتتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا:

Marfat.com

وَ اِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَ اَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَo (۱۳۸)

تمہارا قرض دار تنگ دست ہو تو ہاتھ کھلنے تک (کشادگی تک) اسے مہلت دو، اور جو صدقہ کرے تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے، اگر تم سمجھو۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے دو اہم باتیں ارشاد فرمائی ہیں، ایک تو تنگ دست اور کنگال مقروض کو کشادگی ہونے تک مہلت دینا، قرض نہ بڑھانا، اور اس کی تنگ دستی دور ہونے تک صبر کرنا اور دوسری بات یہ کہ مقروض کی حالت خراب ہے تو اس کا قرض معاف کر دینا ان دونوں باتوں پر حدیث ملاحظہ کریں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا، پس وہ اپنے کارندے کو جسے وہ قرضے کی وصولی کے لیے بھیجتا، ہدایت دیتا کہ اگر تو کسی تنگدست قرضدار کے پاس پہنچے تو اسے معاف کر دینا، شاید کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ درگزر کا معاملہ کرے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ شخص جب اللہ تعالیٰ سے ملا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ درگزر کا معاملہ کیا۔ (۱۳۹)

مقروض کو مہلت دینے اور نرمی برتنے کا کتنا ثواب ہے اس کا اندازہ اس حدیث سے کیجئے، حضرت بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے سنا:

> جس شخص نے تنگدست مقروض کو مہلت دی اس کے لیے ہر دن کے بدلے اس قرض کے برابر ایک صدقہ ہے"۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر میں نے آپ ﷺ کو فرماتے سنا: "جس شخص نے تنگدست (مقروض) کو مہلت دی تو اس کے ہر دن کے بدلے اس (قرض) سے دگنا صدقہ ہے۔
>
> راوی کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے آپ سے ایک دن کے بدلے ایک صدقہ کا سنا تھا، پھر میں نے آپ سے ایک دن کے بدلے دوگنے صدقہ کا سنا ہے، اس پر آپ نے فرمایا اس (مہلت دینے والے) کے لیے ایک دن میں ایک صدقہ ہے جب تک قرض کی ادائیگی کی مقرر تاریخ نہ آئے اور جب یہ تاریخ آ جائے اور وہ اسے مہلت دے دے تو روزانہ دوگنا صدقہ کرنے کا اجر حاصل ہوگا۔ (۱۴۰)

سورۃ بقرہ کی آیت کریمہ سے یہ حکم اخذ کیا گیا ہے کہ جو شخص ادائے قرض سے عاجز ہو گیا ہو، اسلامی عدالت اس کے قرض خواہوں کو مجبور کرے گی کہ اسے مہلت دیں، اور بعض حالات میں وہ پورا

Marfat.com

قرض یا قرض کا ایک حصہ معاف بھی کرانی کی مجاز ہوگی، پھر فقہاء نے تصریح کی ہے کسی کے رہنے کے مکان، کھانے کے برتن، پہننے کے کپڑے اور وہ آلات جن سے وہ اپنی روزی کماتا ہے، کسی حالت میں قرق نہیں کیے جاسکتے۔

اسلام نے جہاں قرض خواہ (قرض دینے والے) کو قرضدار سے نرمی کرنے، مجبوری کی حالت میں مہلت دینے اور معاملے کو اچھے انداز سے طے کرنے کی ترغیب دی ہے، وہاں پر قرض دار کو بھی قرض کی ادائیگی میں چستی اختیار کرنے، بروقت ادا کرنے اور اچھا مال دینے کی تاکید کی ہے۔

حضرت ابورافع کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک نوعمر اونٹ کسی سے قرض پر لیا، پھر آپ کے پاس زکوٰۃ کے کچھ اونٹ آئے تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ اس آدمی کا نوعمر اونٹ ادا کردوں، میں نے عرض کیا ان اونٹوں میں صرف ایک اونٹ ہے جو بہت عمدہ ہے اور سات سال کا ہے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: وہی اسے دیدو، اس لیے کہ بہترین انسان وہ ہے جو بہترین طریقہ پر قرض ادا کرتا ہو۔ (۱۴۱)

آپ ﷺ نے مسلمانوں کو اپنے بھائی کے قرض کی ادائیگی میں تعاون کرنے اور اس کا قرض ادا کرنے کی ترغیب دی، اور کسی مسلمان کی طرف سے اس قرض ادا کرنے یا اپنے ذمہ لینے والے کو بڑے اجر وثواب کی بشارت دی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی خدمت میں نماز پڑھانے کے لیے ایک جنازہ لایا گیا تو آپ نے پوچھا: اس مرنے والے پر کوئی قرض تو نہیں ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں، اس پر قرض ہے۔ آپ نے پوچھا کہ اس نے کچھ مال چھوڑا ہے کہ جس سے قرض ادا کیا جاسکے؟ لوگوں نے کہا: نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ اس کی نماز جنازہ پڑھ لو (میں نہیں پڑھوں گا) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ صورت حال دیکھ کر کہا: یا رسول اللہ میں اس کا قرض ادا کرنے کی ذمہ داری لیتا ہوں، تب آپ ﷺ آگے بڑھے اور نماز پڑھائی اور فرمایا (جیسا کہ ایک روایت میں ہے) اے علی اللہ تعالیٰ تجھے آگ سے بچائے اور اس طرح تیری جان بخشی ہو جیسے کہ تو نے اپنے اس مسلمان بھائی کے قرض کی ذمہ داری لے کر اس کی جان چھڑائی، جو مسلمان شخص اپنے مسلمان بھائی کی طرف سے قرض ادا کرے تو قیامت کے دن اللہ اس کو رہائی بخشے گا۔ (۱۴۲)

۱۸۔ عزیزوں، قریبوں سے حسنِ سلوک

نبی رحمت ﷺ نے اپنی رحمت کا پرتو اور شفقت کا سایہ جن لوگوں پر ڈالا، ان میں انسان کے عزیز

Marfat.com

واقارب بھی ہیں، چنانچہ آپ نے اپنے ماننے والوں کو ہدایات دیں۔ان میں انسان کے اپنے رشتہ داروں کے بارے میں اچھی خاصی تفصیل ملتی ہے، ان میں مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر چند احادیث پیش کی جاتی ہیں۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ قَالَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّبْسَطَ لَہٗ رِزْقُہٗ وَ یُنْسَأَلَہٗ فِی اَثَرِہٖ فَلْیَصِلْ رَحِمَہٗ (۱۴۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اس کی روزی میں وسعت اور اس کی عمر میں برکت ہو جائے تو اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔

اس مذکورہ حدیث کا ایک پہلو یہ ہے کہ ان نیک اعمال کا اثر اللہ تعالیٰ نے یہ رکھا ہے کہ اس سے مال و دولت میں فراخی اور عمر میں اضافہ ہوتا ہے کیونکہ صلہ رحمی کی دو ہی صورتیں ہیں، ایک یہ کہ ضرورت مند رشتہ داروں کی مالی مدد کی جائے، پہلی کا نتیجہ اللہ کی طرف سے مالی وسعت اور کشادگی ہے، دوسری کا نتیجہ عمر میں برکت اور اضافے کی صورت میں ملتا ہے۔

اس حدیث کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ انسان کے خانگی معاملات اور خاندانی جھگڑے بہت کچھ اس کے اضمحلال ذہنی بوجھ اور دلی پریشانی کا سبب ہوتے ہیں، لیکن جو لوگ اپنے خاندان والوں کے ساتھ نیکی کے برتاؤ، صلہ رحمی اور خوش خلقی سے پیش آتے ہیں ان کی زندگی میں خانگی مسرت، انشراح، اطمینان اور دلجمعی رہتی ہے، جس کی وجہ سے ان کی دولت اور عمر دونوں میں برکت ہوتی ہے۔

ترمذی شریف میں یہ حدیث ان لفظوں میں ہے ''صلہ رحمی سے قرابت والوں میں محبت، مال میں کثرت اور عمر میں برکت ہوتی ہے''۔

رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی اور خدمت ہر حال میں کرنی چاہیے نہ کہ بدلے اور عوض و تبادلے کے طور پر کہ وہ کوئی تحفہ ہدیتاً دیں تو ہم دیں، وہ کوئی نیکی کریں تو ہم اس کے جواب میں کریں، بلکہ اگر وہ کوئی برائی کریں اور تعلقات میں کوتاہی کریں تو بھی ایک مومن کو ان کے حقوق کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک آدمی نے کہا: یا رسول اللہ میرے کچھ رشتے دار ہیں میں جن کے حقوق ادا کرتا ہوں اور وہ میرے حقوق ادا نہیں کرتے، میں ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں، میں ان کے ساتھ حلم اور بردباری سے پیش آتا ہوں اور وہ میرے ساتھ جہالت (اکھڑپن) برتتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو ایسا ہے جیسا کہ تو نے

Marfat.com

بیان کیا تو گویا ان کے چہروں پر تو سیاہی پھیر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے مقابلے میں ہمیشہ تیرا مددگار رہے گا، جب تک تو اس حالت میں قائم رہے گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص جو بدلے میں رشتہ داری کا لحاظ کرتا ہے، وہ مکمل درجے کی صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے، کمال درجے کی صلہ رحمی یہ ہے کہ جب دوسرے رشتے دار اس کے ساتھ بے تعلقی برتیں تو یہ ان کے ساتھ اپنا تعلق جوڑے اور ان کا حق دے۔ (۱۴۴)

مطلب یہ ہے کہ رشتے داروں کے حسن سلوک کے جواب میں اچھا سلوک کرنا یہ کمال درجے کا حسن سلوک نہیں ہے، سب سے بڑا صلہ رحمی کرنے والا حقیقتاً وہ شخص ہے کہ رشتے دار تو اس کو کاٹ رہے ہوں اور وہ ان سے جڑنے کی کوشش کرتا ہو، وہ اس کا کوئی حق ادا نہ کریں لیکن یہ ان کے سارے حقوق ادا کرنے کے لیے تیار ہو، یہ ایک ایسی بات ہے جو کمال درجے کے بغیر ممکن نہیں۔

بعض لوگ اپنے عزیز و اقارب حاجت مندوں کو چھوڑ کر اپنے صدقات وعطیات دوسرے لوگوں کو دور دراز کے علاقوں میں بھیجتے ہیں جب کہ وہ لوگ محتاج اور ضرورت مند ہوتے ہیں، اس سلسلے میں نبی ﷺ فرماتے ہیں: اس ذات کی قسم! جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے، اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے صدقہ قبول نہیں کرتا جب کہ اس کے پاس اس صدقے وخیرات کے محتاج عزیز موجود ہیں وروہ اپنے غیروں میں خرچ کرتا ہے، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔ (۱۴۵)

عزیزوں و اقارب کے بارے میں آپ ﷺ کی تعلیمات اور فقہاء کی تشریحات سے جو باتیں معلوم ہوتی ہیں ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

☆ وہ عزیز وقریب جن کو میراث میں حصہ نہیں ملتا اور ضرورت مند ہیں اور ان کی کفالت کی ذمہ داری ہے تو ایسے لوگوں کے لیے اپنے مال میں سے ایک تہائی تک وصیت کرنا۔

☆ ان کی کفالت کرنے والا ان کا وارث نہ ہو تو ان کی کفالت کرنا، اور گھر آئیں تو کھانا کھلانا۔

☆ صدقہ وخیرات اور اگر حق دار ہیں تو زکوٰۃ وصدقات واجبہ سے دینا۔

☆ خیر خیرات اور عطیات میں ان کو دوسرے حاجت مندوں پر ترجیح دینا۔

☆ ان کی عزت واحترام کرنا۔

☆ وہ دعوت دیں اور کسی تقریب میں بلائیں تو شریک ہونا۔

Marfat.com

☆ ان کے سکھ و دکھ میں شریک ہونا اور ان سے ملاقات کے لیے جانا۔

☆ والدین کے قریبی رشتے داروں سے وقتاً فوقتاً ملنا اور ان کے خیریت معلوم کرنا اور ان کی مناسب ضروریات پوری کرنا۔

۱۹۔ معذوروں پر شفقت

معاشرے کا ایک کمزور اور قابل رحم طبقہ معذوروں کا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی بڑی عمر یا کسی حادثے کی وجہ سے یا کسی بیماری کی بنا پر اپنی زندگی کے کام مناسب طریقے سے سرانجام دینے سے معذور ہو گئے ہیں، عام تندرست لوگوں کی طرح کام کاج نہیں کر سکتے اور اپنی ضروریات کی تکمیل نہیں کر سکتے، چنانچہ اسلام نے ان کے ساتھ نرمی اور آسانی برتتے ہوئے اپنے احکام کی ادائیگی میں کافی تخفیف کی ہے، ان پر وہ ذمہ داریاں نہیں ڈالیں جو عام لوگوں پر عائد ہوتی ہیں:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمُ النَّاسِ فَلْیُخَفِّفْ قَالَ فَاِنَّ فِیْهِمُ الضَّعِیْفُ وَ السَّقِیْمُ وَ الْکَبِیْرُ وَ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ لِنَفْسِهٖ فَلْیُطَوِّلْ مَا شَاءَ (۱۴۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے (امامت کرائے) تو نماز ہلکی پڑھائے اس لیے کہ تمہارے پیچھے کمزور بھی ہوں گے، بیما اور بوڑھے لوگ بھی، (البتہ) جب تم میں سے کوئی انفرادی نماز پڑھے تو جتنی لمبی پڑھنی چاہے پڑھے۔

ایک اور حدیث میں بڑی عمر والے بزرگوں کی عزت و توقیر کرنے اور ان کا احترام کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

مَا اَکْرَمَ شَابٌّ شَیْخًا لِسَنِّهٖ اِلَّا قَیَّضَ اللّٰهُ لَهٗ مَنْ یُّکْرِمُهٗ عِنْدَ سِنِّهٖ (۱۴۷)

جس نوجوان نے کسی بوڑھے کی اس کی بڑی عمر کی وجہ سے عزت کی تو اللہ تعالیٰ اس کے بڑھاپے کی وقت کسی ایسے شخص کو مقرر کر دے گا جو اس کی عزت کرے گا۔

معذوروں اور کمزوروں سے اللہ تبارک و تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے عبادات، جہاد، ازدواجی معاملات اور معاشرت کی بہت سی باتوں میں رعایت برتی ہے، بعض اوقات ان کے عذر اور بے بسی کی وجہ سے بعض عبادتیں، فرائض، واجبات اور سنن تک ان سے ساقط کر دیئے اور بعض عبادات میں تخفیف

Marfat.com

ونرمی کر دی ہے ان باتوں کی تفاصیل قرآن مجید، احادیث مبارکہ اور کتب فقہ میں موجود ہے، جہاں ان رعایتوں کی تفاصیل دیکھی جاسکتی ہیں مثلاً وضو، نماز، روزہ، حج اور جہاد وغیرہ کے معاملات میں ان کو دی گئی رعایات۔

چنانچہ معقول عذر کی بنا پر وضو کی بجائے تیمّم کرنے کی اجازت دی گئی، کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکنے پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی سہولت دی گئی ہے، رمضان المبارک میں معذور کے لیے روزہ رکھنے کی بجائے رمضان کے علاوہ اور دنوں میں قضا کرنے کی اجازت دی ہے۔ شریعت نے مسلمان پر حج فرض ہی اس وقت کیا جب وہ جسمانی، ذہنی اور مالی استطاعت رکھتا ہو اور معذور کو حج بدل کرانے کی اجازت دی، آپ ﷺ نے جہاد میں معذورین کو گھر میں رہنے کی اجازت دینے کے ساتھ ان کی نیت، جذبے اور شوق کی بنا پر اجر سے بھی نوازا۔

اسلامی معاشرے پر لازم ہے کہ وہ معذروں محتاجوں اور کمزروں کی دیکھ بھال اور کفالت کرے، ان کے کھانے کا اہتمام کرے، ان کے علاج کا انتظام اور ضرورت مندوں کی رہائش کا بندوبست کرے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کمزور بہنوں اور بیٹیوں کی خدمت کرنے والے اور نابینا کے لیے بھاگ دوڑ کرنے والے کے لیے بہت بڑے اجر کی خوشخبری ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

نَصْرُکَ الرَّجُلَ الرَّدِیَّ الْبَصَرِ لَکَ صَدَقَۃٌ (۱۴۸)

کسی نابینا کی مدد کرنا تمہارے لیے صدقہ (باعث اجر) ہے۔

معاشرے میں معذورین کی موجودگی ایک فطری اور طبعی عمل ہے، لہٰذا یہ ہر معاشرے مین اور ہر جگہ پائیں جائیں گے اور ان کے مسائل و مشکلات اور ضروریات بھی ہوں گی، اس لیے شریعت نے نہ صرف اپنے احکام میں ان سے نرمی کی ہے اور بعض احکام کو بالکل ساقط کیا ہے، بلکہ معاشرے کے افراد کو ترغیب دی ہے کہ وہ بھی ان سے رعایت برتیں، ان کی ذمہ داریوں میں تخفیف کریں، ان کے حقوق کا خیال رکھیں، ان کی خدمت کریں اور ان پر رحمت اور شفقت کی نظر رکھیں۔

بوڑھے مسلمان کی تعظیم و تکریم کے بارے میں حضرت ابوموسیٰ اشعری نے روایت کی ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی تعظیم میں سے ہے سفید ریش مسلم کی عزت کرنا، اللہ کی

Marfat.com

کتاب کا علم رکھنے اور اس میں غلو نہ کرنے اور اس سے دوری اختیار نہ کرنے والے کی تعظیم کرنا اور عادل حاکم کی عزت کرنا۔ (۱۴۹)

امام دیلمی نے روایت بیان کی ہے کہ بوڑھوں کے بارے میں بھلائی کرنے اور جوانوں پر شفقت کرنے کی وصیت قبول کرو۔

معذورین کے چند حقوق

☆ جب معاشرے میں متعدد طبقات اعانت کے مستحق ہوں تو معذورین کو ترجیح دینا۔

☆ جہاں اجتماعی کاموں اور معاملات میں معذور بھی موجود ہوں تو ان کو آگے کرنا اور پہلے ان کی طرف توجہ دینا۔

☆ کسی کے پاس کوئی معذور کام کرتا ہو یا ملازم ہو تو اس پر تندرستوں کی نسبت کام میں تخفیف کرنا اسلام کی روح کے مطابق ہے۔

☆ معذورین کو دعا کے لیے کہنا اور ان سے دعا کرانا۔

۲۰۔ مسکینوں اور سائلوں کی خبر گیری

معاشرے کے ضرورت مند افراد طبقات میں سے حاجت مند مسکین اور سائل ہیں، مسکین کا کلمہ مسکنت سے نکلا ہے جس کے معنیٰ ذلت وخواری اور بے بسی کے ہیں، انسان جب مالی تنگی، معاشی بدحالی اور قرض جیسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو ذلت وخواری میں گرفتار ہو کر دست سوال دراز کرتا ہے، اور لوگوں سے امداد چاہتا ہے۔ اسلام نے ایسی حالت میں اپنے پیروکاروں کو اس کی دست گیری کرنے، سہارا دینے اور امداد کرنے کی تاکید وترغیب دی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلسَّاعِیْ عَلَی الْاَرْمِلَةِ وَ الْمُسْكِیْنِ كَالْمُجَاهِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوْ كَالْقَائِمِ اللَّیْلِ اَوِ الصَّائِمِ النَّهَارِ (۱۵۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیوہ اور مسکین کے لیے بھاگ دوڑ کرنے والا اس شخص کی طرح (نیکی میں) ہے جو رات بھر (اللہ کے حضور) کھڑا رہتا ہے (سست نہیں ہوتا) اور اس روزے دار کی طرح ہے جو روزے رکھے جاتا ہے اور چھوڑتا نہیں۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے مسکینوں، غریبوں اور حاجتمندوں کے بہت سے حقوق مالداروں اور حیثیت والوں پر مقرر کئے ہیں حتی کہ زکوٰۃ جیسے فرض میں سب سے پہلے ان کا حق اور حصہ رکھا ہے۔

سائل اور مسکین کی پہچان کیا ہے؟ کیا ہر مانگنے والا اور ظاہری شکل وصورت مسکینوں کی سی رکھنے والا مسکین ہے، اور سب ایک جیسے ہیں یا ان میں فرق ہے، اس پر ایک حدیث ملاحظہ کریں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مسکین وہ نہیں جو لوگوں کے دروازوں کا چکر لگاتا ہے ایک لقمہ یا دو لقمے لے کر لوٹتا ہے، بلکہ حقیقی مسکین وہ ہے جو اتنا (ضرورت کا) مال نہیں رکھتا کہ اپنی ضرورت پوری کرے، اور لوگ اس کی ضرورت کو سمجھ نہیں پاتے کہ اسے صدقہ دیں اور نہ ہی وہ لوگوں کے سامنے کھڑا ہو کر ہاتھ پھیلاتا ہے''۔

اس حدیث مبارکہ میں امت کے افراد کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ تمہیں زیادہ ایسے غریبوں کی فکر ہونی چاہیے جو غربت کے مارے ہوئے تو ہیں لیکن شرافت، غیرت اور عزت نفس کی وجہ سے اپنا حال لوگوں پر ظاہر نہیں ہونے دیتے، اور مسکینوں کا چہرہ بنائے نہیں پھرتے اور نہ ہی وہ دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہیں، لہٰذا ایسے لوگوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان کی اعانت کرنا بڑی نیکی ہے کیونکہ امداد کے حقیقی مستحق یہی لوگ ہیں۔

سائل (سوال کرنے والا) کے معنی تو مانگنے والے کے ہیں، لیکن عرف عام کے مطابق صرف بھیک مانگنے والا لینا صحیح نہیں ہے بلکہ اس سے ہر وہ ضرورتمند مراد ہو سکتا ہے جو آپ سے کسی قسم کی مدد کا طلب گار ہو۔ قرآن مجید میں فرمایا:

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَاتَنْهَرْ o (۱۵۱)۔۔۔سوال کرنے والے کو ڈانٹو مت۔

لفظ سائل اپنی معنی اور مفہوم میں بہت وسعت رکھتا ہے۔

یعنی ہر ضرورت مند جو آپ سے کسی کام میں مدد کا طلب گار ہو چاہے کام مالی ہو یا علمی اور ظاہری ہو یا معنوی ہو، یہاں تک کہ لولا لنگڑا فرد آپ سے مدد چاہے اور سہارا چاہے تو اس کے سوال کو بھی پورا کرنا چاہیے اور اگر پورا نہیں کیا جا سکتا تو اسے اچھے طریقے سے ٹال دینا اور لوٹا دینا چاہیے۔

غریب کو خالی ہاتھ نہ لوٹانا

غریب و مسکین جب آپ کے پاس سائل بن کر آئے تو اسے خالی نہ لوٹانا چاہیے بلکہ کچھ نہ کچھ اسے دے دینا چاہیے، اگرچہ وہ کتنی ہی معمولی چیز کیوں نہ ہو، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ رُدُّوا السَّائِلَ وَ لَوْ بِظِلْفٍ مُّحْرَقٍ (۱۵۲)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سائل کو کچھ نہ کچھ دے کر واپس کرو اگرچہ جلا ہوا کھر ہی کیوں نہ ہو۔

Marfat.com

مسکینوں اور غریبوں کو خوش کرنے کا کتنا بڑا مرتبہ اور اجر ہے اس کا اندازہ اس فرمان نبوی ﷺ سے کریں، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: جس شخص نے میری امت میں سے کسی ایک آدمی کی حاجت پوری کی کہ وہ اس شخص کو خوش کرنا چاہتا ہے تو اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا تو اللہ کو خوش کیا تو وہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا مانگی: ''یا اللہ مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ اور مسکینی کی حالت میں موت دے اور مسکینی کی حالت میں (روز محشر) اٹھا، یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا: اس لیے کہ مسکین لوگ مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے، اے عائشہ! مسکینوں کو کچھ دیئے بغیر واپس نہ کرنا، اگرچہ آدھی کھجور ہی کیوں نہ ہو، اے عائشہ مسکینوں سے محبت کر اور ان کو قریب رکھ کیونکہ قیامت کے روز (ان کی وجہ سے) اللہ تجھے قریب رکھے گا''۔ (۱۵۳)

اسلامی ثقافت و روایات کی ایک نمایاں خوبی یہ رہی ہے کہ مسلمان سائلوں اور حاجت مندوں کو عام طور پر خالی ہاتھ نہیں لوٹاتا بلکہ کچھ نہ کچھ دے کر لوٹاتا ہے اور اگر کچھ دینے کو نہیں ہے تو بھی اس سے نرمی سے معافی مانگ کر لوٹایا جاتا ہے۔

مسکینوں اور غریبوں سے ہمدردی کرنے اور ان کی ضرورت پوری کرنے کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں، اپنی حالت اور بساط اور سائل کی حالت دیکھتے ہوئے کوئی طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے:

مسکینوں کی خبر گیری کے بعض کام

☆ اپنے پاس سے کچھ نہ کچھ دینا، جیسے مالی امداد، کپڑے، کھانا یا اور کوئی چیز دے کر اسے خوش کرنا۔

☆ انہیں کسی صاحب حیثیت کے پاس لے جانا اور اس کی سفارش کرنا۔

☆ کسی کو روزگار سے لگانا یا روزگار کی جگہ اسے لے جانا۔

☆ اچھا، مناسب حال اور قابل عمل مشورہ دینا۔

☆ محکمہ زکوٰۃ، عشر یا بیت المال کے دفتر میں اس کا نام درج کرانا اور اس کے لیے وظیفے کا لینا۔

☆ ضروریات زندگی جیسے بجلی، پانی، گیس یا ایندھن کی فراہمی میں مدد کرنا، ان اشیاء کے بلوں کی ادائیگی کرنا اور غلط بل درست کرانا۔

☆ ان کے بچوں کی تعلیم کا بندوبست کرنا، تعلیم گاہ میں داخل کرانا، فیس ادا کرنا، تعلیمی ضروریات کا بندوبست کرنا۔

Marfat.com

۲۱۔ بھوکے کو کھانا کھلانا:

ہر انسان کی بنیادی اور طبعی ضرورتوں میں سے ایک لازمی ضرورت خوراک ہے۔ یہ وہ ضرورت ہے جس سے انسان کو کسی صورت اور حالت میں بھی چھٹکارا نہیں ملتا۔ اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ضرورت کی تکمیل کے لیے اپنے ماننے والوں کو تاکید کی اس کا اجر و ثواب بتایا اور اس کے مختلف پہلو بیان کیے۔ ان کا مختصر سا بیان کیا جاتا ہے۔

عَنْ عَبْدُاللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ رَجُلًا سَئَلَ النَّبِیَّ ﷺ اَیُّ الْاِسْلَامُ خَیْرٌ؟ فَقَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَ تَقْرَءُ السَّلَامَ عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ یَعْرِفْ (۱۵۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا اسلام بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: تم کھانا کھلاؤ، اور سلام کرو ہر اس شخص کو جسے تم پہچانتے ہو یا نہیں پہچانتے۔

حضرت عبداللہ بن سلام کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، جوں ہی آپ کے چہرے مبارک پر میری نظر پڑی میں سمجھ گیا کہ یہ کسی جھوٹے انسان کا چہرہ نہیں ہوسکتا۔ پہلی بات جو آپ ﷺ نے اس وقت فرمائی وہ یہ تھی:

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوْا الطَّعَامَ وَ صِلُوْا بِالْاَرْحَامِ وَصَلُّوْا بِالَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ، تَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ بِالسَّلَامِ (۱۵۵)

اے لوگو! سلام کو رواج دے کر اسے پھیلاؤ، (بھوکوں کو) کھانا کھلاؤ، رشتہ داروں سے جڑو، رات میں جب لوگ سو رہے ہوں تو تم نماز پڑھو اور سلامتی کے ساتھ بہشت میں داخل ہو جاؤ۔

رات کی نماز سے مراد تہجد کی نماز ہے، جو کردار سازی اور اصلاحی کام کرنے والوں کے لیے بہت بڑی ضرورت ہے۔ تہجد نبی ﷺ کے لیے تو لازمی تھی، البتہ امت کے لیے سنت غیر مؤکدہ ہے۔

بھوکوں کو کھانا کھلانا بہ ظاہر ایک چھوٹی سی خدمت ہے لیکن کسی معاشرے میں اس کی اہمیت کا احساس ہو جائے تو کوئی بھی شخص بھوک و پیاس برداشت کرنے پر مجبور نہیں ہوگا اور معاشرہ فقر و فاقے سے نکل آئے گا۔ کھانے کی ضرورت کا اندازہ پاکستانی قوم نے ۱۸/اکتوبر ۲۰۰۵ء کے زلزلے کے موقع پر کیا۔ آفت زدہ لوگوں نے کھانے پینے کی اشیاء بھیجنے کی درخواستیں کیں، تاکہ جان و روح کا رشتہ برقرار

Marfat.com

رہے، دوسری درخواست خیمے اور لمبل مہیا کرنے کی تھی۔ گویا انسانی بنیادی ضرورت روٹی کپڑا اور مکان ہی ہے، ان تین ضرورتوں کو جدید دنیا نے بھی تسلیم کیا ہے اور قدیم دور میں بھی یہی بنیادی ضرورتیں تھیں۔

کھانے پینے میں دوسروں کی شرکت: آپ نے بھوکے فرد کو اپنے کھانے میں شریک کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

دو افراد کا کھانا تین کے لیے کافی ہے اور تین کا چار کے لیے کافی ہے۔ (۱۵۶)

اس طرح مل کر کھانے سے چاہے کھانے والوں کا پیٹ نہ بھرے تو بھی قوت لا یموت حاصل ہو سکتی ہے، یعنی سب زندہ رہ سکتے ہیں۔

انبیائے کرام میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی اور مہمانوں کو اچھے سے اچھا کھانا کھلانے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں تفصیل سے کیا ہے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ جب تک ان کے دستر خوان پر کوئی مہمان یا ضرورت مند کھانے والا نہیں ہوتا تو کھانا نہیں کھاتے تھے بلکہ اپنے خادموں کو راستے پر کھڑا کرتے جو لوگوں کو بلا کر لاتے اور حضرت خلیل اللہ ان کو شریک کرتے تھے۔ (۱۵۷)

انبیائے کرامؑ نے اپنے امت کے لیے کھانے اور پانی کا بندوبست کیا، جیسے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہم السلام نے زمزم کا کنواں کھود کر اس سے مسلسل پانی نکال کر اسے آباد رکھا۔

آج دنیا میں سیکڑوں لنگر خانے، مہمان خانے اور بھوکوں کو کھانا کھلانے کے مراکز نبوی تعلیم کا کرشمہ ہیں۔ بعض اوقات کھانا کھلانے میں انسان کو یہ خیال آتا ہے کہ یہ کھانا کم ہو جائے گا لیکن اس خیال کو دور کر کے کھانے میں دوسرے کو شریک کر لینا چاہیے، کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو کا کھانا تین کے لیے کافی ہے۔

کھانا کھلانے میں دوسرا خیال نفس اور شیطان کی طرف سے یہ ہوتا ہے کہ یہ سادہ کھانا دوسروں کو کیسے پیش کریں۔ یہ خیال بھی غلط ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو کھانا ہوتا وہ مہمان کو پیش کرتے اور خود اس میں شریک ہو جاتے، اور کبھی یہ عار محسوس نہیں کیا کہ یہ کھانا سادہ ہے اور مہمان کو پیش کرنے کے قابل نہیں ہے یا یہ کم ہے۔ اصل بات اخلاص سے پیش کرنے اور شریک کرنے کی ہے۔

کھانا کھلانے اور کھانے سے تواضع کرنے کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی گوشت خرید کرے (اور پکائے) تو پکانے میں شوربہ زیادہ کر دے، پھر کسی کو گوشت

Marfat.com

نہ حاصل ہوتو شوربا تو پائے گا اور وہ گوشت کا ہی حصہ ہے۔(۱۵۸)

اس حدیث میں آپ ﷺ نے ایک طرف قناعت کی تعلیم دی تو دوسری طرف کھانا کھلانے کی ترغیب دی۔ اسلام نے ویسے بھی دکھلاوے، ریا اور نام نمود سے پرہیز کرنے کا سبق دیا ہے۔ اسلام کی خصوصیات میں سے سادگی، اخلاص، اللہ کی رضا کا حصول اور اللہ کے بندوں کی خدمت کا داعیہ رہا ہے، پھر ان باتوں میں شرک اور دوسرے جذبات خیالات سے پرہیز کرنے کی بھی تعلیم دی گئی ہے۔

ان روایات سے یہ نکات حاصل ہوتے ہیں:

۱۔ مومن کو کھانا کھلانے کے سلسلے میں وسیع الظرف، کشادہ دل اور سخی ہونا چاہیے۔ اپنا کھانا سادہ رکھ کر دوسروں کو شریک کرنا، تھوڑے خرچ سے زیادہ لوگوں کو کھانا کھلانا مومن کی شان ہے اور صفات النبی ﷺ اور صفات صحابہ وصلحاء ہے۔

۲۔ کھانا پکانے میں سادگی کا اہتمام کرنا چاہیے اور لوگوں کی باتوں کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔ جیسے کہ اوپر حدیث بیان ہوئی ہے کہ سالن میں شوربا زیادہ کرنا چاہیے تا کہ زیادہ لوگ فائدہ حاصل کریں۔

۳۔ شادی کی دعوت، خیرات کا کھانا اگر بچ جائے تو اسے ضائع نہیں کرنا چاہیے، جیل خانوں، اسپتالوں یا غریبوں کی بستیوں میں لے جا کر تقسیم کرنا چاہیے۔ جیسے کراچی کے بعض ادارے کرتے ہیں۔

۴۔ مولوی نذیر حسین (دیوبند سہارنپور کے عالم) کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ پھلوں کے چھلکے اپنے گھر کے باہر نہیں ڈالتے تھے بلکہ جانوروں کی گزرگاہ پر ڈالتے تھے تا کہ ایک طرف تو پڑوسی بچے دیکھ کر للچائیں نہیں، دوسری طرف وہ چھلکے ضائع نہ ہوں بلکہ جانور کھائیں۔ اسی طرح دسترخوان کے بچے ہوئے بڑے ٹکڑے بلیوں کو دیتے، چھوٹے ٹکڑے دیوار پر ڈالتے تا کہ پرندے کھائیں اور باریک ذرات چونٹیوں اور مکوڑوں کے بلوں پر ڈالتے تھے۔

۵۔ کھانے پینے کی اشیاء پر رعایت دے کر سستے داموں فروخت کرنا، اس سے ایک طرف عوام کی ضرورت پوری ہوگی اور وہ بھیک مانگنے کے بھی عادی نہیں ہوں گے۔

۶۔ بعض اصحاب خیر ہوٹلوں سے غرباء کو کھانا کھلاتے ہیں، یہ بھی اچھا طریقہ ہے۔

۷۔ چھوٹی بڑی آفات کے مواقع پر جیسے آگ لگنا، کسی کے گھر میت ہونا، سیلاب و برسات ہونا متاثرین کو کھانا دینا بھی شعار اسلام ہے۔

Marfat.com

۲۲۔ پانی پلانا اور مستقل بندوبست کرنا:

پانی انسان کی بنیادی اساسی اور لازمی ضروریات میں سے ہے۔کوئی انسان پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔اس لیے یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ پانی ہے زندگی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں پانی کا تذکرہ لفظ ماء کے ساتھ ۶۳ مرتبہ کیا ہے (المعجم المفهرس لالفاظ القرآن. عبدالباقی فواد) ۔انسان پر اللہ تعالیٰ کی لاکھوں نعمتوں میں سے پانی سب سے بڑی نعمت ہے۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس لازمی اور ضروری نعمت کو بڑی کثرت سے پیدا کیا۔کرۂ زمین پر تین چوتھائی پانی اور ایک چوتھائی حصہ خشکی ہے۔پھر اس کو عام کیا ہے کہ ہر جگہ ہر خطے اور ہر علاقے میں پایا جاتا ہے۔گو کہیں تھوڑا لیکن بہ قدر ضرورت اور کہیں بہت زیادہ۔شریعت مطہرہ نے پانی بیچنے اور ضرورت مندوں سے روکنے کو ناپسند کیا ہے۔آپ ﷺ کے ارشاد کے مطابق آگ پانی اور ہوا کسی کی ملکیت نہیں ہیں۔

پانی کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات ملاحظہ کریں۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَیُّمَا مُؤْمِنٍ اَطْعَمَ مُؤْمِنًا عَلٰی جُوْعٍ اَطْعَمَهُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنَ ثِمَارِ الْجَنَّةِ، وَاَیُّمَا مُؤْمِنٍ سَقَی مُؤْمِنًا عَلٰی ظَمَأٍ سَقَاهُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنَ الرَّحِیْقِ الْمَخْتُوْمِ وَاَیُّمَا مُؤْمِنٍ کَسَا مُؤْمِنًا عَلٰی عُرْیٍ کَسَاهُ اللّٰهُ مِنْ خُضْرِ الْجَنَّةِ (۱۵۹)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مومن نے کسی مؤمن کو بھوک کی حالت میں کھانا کھلایا تو قیامت کے دن اللہ جنت کے پھلوں میں سے اسے کھلائیں گے۔اور جس مؤمن نے کسی پیاسے مومن کو (مشروب) پلایا تو اللہ اسے قیامت کے دن سر بند پاکیزہ شراب پلائیں گے۔اور جس مومن نے کسی ننگے بدن مؤمن کو کپڑا پہنایا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کا سبز لباس پہنائیں گے۔

اس روایت میں آپ ﷺ نے ان نکات کی طرف توجہ دلائی ہے۔

۱۔ آپ ﷺ نے پانی پلانے، کھانا کھلانے اور کپڑا پہنانے کا اجر وثواب یکساں اور برابر بیان کیا ہے۔

۲۔ انسان کی بنیادی ضرورت کی تکمیل کے لیے لوگوں کو ترغیب دلائی اور بڑے اجر کا وعدہ کیا، ایسا اجر جو سینکڑوں گنا بلکہ ہزاروں گنا زیادہ ہے۔

Marfat.com

۳۔ حدیث کے الفاظ پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ حقیقی ضرورتمند اور حاجتمند کو کھلانے پلانے کا یہ ثواب ہے۔ ہمارے ہاں جیسے ضرورت بے ضرورت ہر ایک کو کھلاتے پلاتے ہیں، یہ مناسب نہیں۔

ایک اور حدیث ملاحظہ کریں۔ حضرت حسنؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ سعد بن عبادہؓ کی والدہ فوت ہوگئی تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میری والدہ فوت ہوگئی ہے، کیا میں ان کی طرف سے کوئی صدقہ (خیرات) کروں، آپ ﷺ نے فرمایا:

نَعَمْ، قَالَ فَأَيُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ؟ قَالَ سَقْيُ الْمَاءِ فَتِلْكَ سِقَايَةَ سَعْدٍ بِالْمَدِيْنَةِ(۱۶۰)

ہاں صدقہ کرو، انھوں نے پھر پوچھا، کون سا صدقہ زیادہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا پانی پلانا، پس مدینہ میں یہ سعد کی سبیل ہے۔

ضرورت مند سے پانی روکنے اور نہ دینے کی مذمت اور اس کے فائدوں سے محروم رکھنے کی وعید آپ ﷺ سے اس طرح منقول ہے۔ حضرت ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ثَلاثَةٌ لَايَنْظُرُ اللّٰهُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ، رَجُلٌ كَانَ لَهُ فَضْلُ مَاءٍ بِالطَّرِيْقِ فَمَنَعَهُ مِنْ اِبْنِ السَّبِيْلِ (۱۶۱)

''تین شخص ہیں جن کی طرف اللہ قیامت کے دن نہیں دیکھے گا، اور نہ انہیں پاک کریں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ ایک وہ آدمی جو راستے پر رہتا ہو، اس کے پاس (ضرورت سے) زیادہ پانی موجود ہو، اور وہ مسافر کو اس کے استعمال سے روک دے''۔

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ضرورت سے زیادہ پانی استعمال کرنے اور کنواں کھودنے سے منع نہیں کیا جائے گا۔ (۱۶۲)

قرآن مجید، احادیث مبارکہ اور فقہاء وعلماء کی تشریحات سے پانی پلانے، عام کرنے، ضرورت مندوں تک پہنچانے اور زرعی پانی کے بارے میں بہت سے احکام معلوم ہوتے ہیں:

۱۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاجیوں کو پانی پلانے کا کام بنو ہاشم کے حوالے کیا تھا، بلکہ اس پر ان کی ذمہ داری لگائی تھی۔ (۱۶۳)

۲۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ آتے ہی جن باتوں کا سب سے پہلے بندوبست کیا ان میں پینے کے پانی کا بندوبست تھا اور ابتدائی اوقاف میں پانی پلانے کا وقف پہلے قائم کیا، جیسے حضرت

Marfat.com

عثمانؓ کا بئر رومہ خرید کر وقف کرنا۔ پانی کا بندوبست دوسرے انبیاء کی سیرت میں بھی موجود ہے۔

۳۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے کچھ معجزات وہ ہیں جن میں پانی کی کثرت واقع ہوئی ہے۔

۴۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو پانی پلانے کی بڑی فضیلت بیان کی ہے۔

۵۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنگوں میں پانی کا بندوبست کرتے تھے، جسے جنگ بدر میں سب سے پہلے پانی کا بندوبست کیا۔

۶۔ آپ ﷺ نے ایصال ثواب کے لیے پانی پلانے، پانی کی سبیل لگانے اور ضرورت مند کو پانی دینے کو سب سے زیادہ پسند کیا ہے۔ بزرگوں اور علماء نے بھی اس طریقے پر عمل کیا ہے۔

۷۔ ہرے درختوں، پودوں اور فصلوں کو پانی دینے کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور جو لوگ ان مقاصد کے لیے پانی نہیں دیتے بلکہ روکتے ہیں، ان کو آپ نے ناپسند کیا ہے، بلکہ وعید بیان کی ہے۔

۸۔ کسی انسان، جانور اور حیوان کو پیاسا رکھ کر مارنے کو بہت ہی برا کہا ہے۔

۹۔ مجاہدوں، نمازیوں اور جہاد میں شریک لوگوں کو پانی پلانا بڑے اجر و ثواب کا سبب ہے، صحابہ و تابعین اس کا بہت خیال رکھتے تھے۔

۱۰۔ مساجد و مدارس میں پانی کا بندوبست کرنا بڑے اجر کا کام ہے۔

۲۳۔ ضرورت مند کو لباس فراہم کرنا:

انسان کی بنیادی ضرورتوں، حاجتوں اور لازمی احتیاجات میں غذا کے بعد لباس کی ضرورت ہے۔ اسلام نے لباس کی اہمیت کا نہ صرف احساس کیا بلکہ انسانوں کو ان کی ضروریات مہیا کرنے کی فضیلت بیان کی۔ اوپر نمبر ۲۲ میں روایت بیان ہو چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس مومن نے کسی مومن کو ننگے بدن ہونے پر لباس پہنایا، اللہ تعالیٰ اسے (قیامت کے دن) جنت کا سبز لباس پہنائیں گے۔ (۱۶۴)

لباس اور انسان کا روز اول سے ساتھ رہا ہے اور نہ صرف رہتی دنیا تک رہے گا۔ آدم اور حوا علیہما السلام کو جب جنت سے نکالا گیا تو سب سے پہلے لباس کی ضرورت ہوئی۔ ارشاد باری ہے:

فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ (۱۶۵)

Marfat.com

دھوکا دے کر وہ ان دونوں کو رفتہ رفتہ اپنے ڈھب پر لے آیا، آخر کار جب انھوں نے اس درخت کا مزا چکھا تو ان کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور وہ اپنے جسموں کو جنت کے پتوں سے ڈھانکنے لگے۔

اس آیت کریمہ پر غور کریں تو انسان کی فطری، معاشرتی، معاشی اور تہذیبی ضروریات میں اہم ضرورت لباس ہے۔ اسلام نے انسان کی اس ضرورت کو پورا کرنے کے کئی طریقے اور پہلو نکالے ہیں، ان میں ایک انسانوں کو نفلی خیرات کے طور پر لباس پہنانا اور دوسرے طریقہ کفارات اور جرمانوں وغیرہ کا یہ رکھا کہ کفارے میں ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا ساٹھ مسکینوں کو لباس پہنائے، کفارات عام طور پر واجب ہوتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ لباس پہنانے اور پوشاک عطا کرنے میں بھی بہت زیادہ سخی تھے۔ کسی قسم کے سوال کو لوٹاتے نہیں تھے۔ پوشاک عطا کرنے کے بارے میں ایک روایت ہے۔ حضرت سعید بن سہلؓ کہتے ہیں کہ ایک عورت ایک بردہ (چادر) لے کر آئی۔ سہل نے پوچھا کہ تم جانتے ہو کہ بردہ کیا ہے؟ پھر انھوں نے کہا کہ اس کے کناروں پر جھالر بنی ہوئی تھی۔ اس عورت نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! یہ چادر میں نے اپنے ہاتھ سے بُنی ہے تا کہ آپ کو پہناؤں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی ضرورت سمجھتے ہوئے لے لی۔ پھر رسول اللہ ﷺ ہماری طرف (گھر سے) آئے اور یہ چادر پہنی ہوئی تھی۔ ایک آدمی نے اسے چھوا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ! یہ مجھے پہنا دیجئے آپ نے فرمایا اچھا۔ پھر مجلس میں جتنا اللہ نے چاہا بیٹھے رہے پھر گھر تشریف لے گئے، وہاں اس چادر کو اتار کر لپیٹا اور اس آدمی کے پاس بھیج دیا۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ تو نے اچھا نہیں کیا۔ تو نے وہ چادر آپ ﷺ سے مانگ لی جب کہ تجھے معلوم ہے کہ آپ ﷺ کسی سائل کو خالی نہیں لوٹاتے۔ اِس پر اُس شخص نے کہا اللہ کی قسم میں نے وہ اس لیے لی ہے کہ میری وفات کے دن وہ میرا کفن بنے۔ راوی نے کہا کہ وفات کے وقت اس کے کفن میں وہ شامل تھی۔ (۱۶۶)

اس نوع کا ایک اور واقعہ حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کپڑے والے کے پاس آئے اور اس سے چار درہم میں ایک قمیص خریدی۔ آپ وہ پہن کر گھر سے باہر تشریف لائے تو انصار میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے یہ قمیص پہنا دیجئے، اللہ تعالیٰ آپ کو جنت کے لباس میں سے پہنائے۔ آپ پھر دکاندار کی طرف آئے اور اس سے چار درہم میں دوسری قمیص خریدی۔ آپ ﷺ کے پاس دو درہم بچے۔ یہ درہم آپ نے ایک ضرورت مند لونڈی

Marfat.com

کو دے دیے۔ پھر اس لونڈی کو ان کے مالکوں سے مل کر ان کی مرضی سے آزاد کرالیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان دس درہموں میں اتنی برکت دی کہ اپنے نبی کو قمیص پہنائی، انصار کو ایک قمیص پہنائی اور ان سے ایک گردن (غلامی سے) آزاد کرائی۔ میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں جس نے اپنی قدرت سے ہمیں یہ مواقع نصیب کیے۔ (۱۶۷)

اس حدیث میں انفاق، سخاوت کرنے، ضرورت مند کو کپڑے پہنانے اور غریب کی مدد کرنے کے کئی ایک سبق واضح ہیں۔

۱۔ عام طور پر لوگ دو تین مرتبہ کپڑے پہن کر پھر بیچ دیتے ہیں یا بے کار پھینک دیتے ہیں، لیکن یہی کپڑے غریبوں میں تقسیم کیے جائیں تو کتنے ہی لوگوں کی ستر پوشی ہو جائے۔

۲۔ پاک و ہند کے دیہاتوں میں ایسے لاکھوں لوگ موجود ہیں جن کے پاس ایک دو جوڑوں کے علاوہ کوئی کپڑا نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی نیا خریدنے کی سکت رکھتے ہیں۔ اگر صاحب ثروت لوگ اپنے اترے ہوئے کپڑے دھلوا کر استری کروا کر ان لوگوں کو پہنچائیں تو ایک طرف اجر و ثواب ملے گا، اور دوسری طرف ان لوگوں کے دلوں میں مال داروں کے لیے محبت اور نرمی کے جذبات پروان چڑھیں گے۔

۳۔ ہم مغرب کے خوش حال لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ اپنے پرانے کپڑے غریب ممالک میں بھیج دیتے ہیں، اس طرح یہ لوگ بھی اچھا لباس پہن لیتے ہیں اور اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں۔

۲۴۔ یتیموں کے حقوق اور ان پر شفقت:

معاشرے کے جو کمزور اور بے بس طبقات ہیں ان میں سے ایک یتیموں کا طبقہ ہے۔ وہ بچے جن کے سر سے والد کا سایہ اٹھ جاتا ہے وہ یتیم کہلاتے ہیں، عام طور پر معاشرہ انہیں کمزور اور بے سہارہ سمجھ کر ان پر زیادتی کرتا ہے، اور زیادتی کرنے والوں میں اکثر ان کے عزیز و اقارب بلکہ قریبی رشتے دار ہوتے ہیں، جیسے بھائی، چچا، ماموں، چچا زاد بھائی وغیرہ۔ جن کی نظریں مالی و مادی مفادات پر ہوتی ہیں۔ یتیموں کی آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے دنیا میں عام طور پر اور عرب میں خاص طور پر بڑی حق تلفی ہوتی تھی۔ عرب یہ نظریہ رکھتے تھے کہ یتیم چوں کہ لڑائی میں لڑ نہیں سکتے اور ساتھ نہیں دے سکتے اس لیے ان کی میراث ہڑپ کرنے اور انہیں میراث سے محروم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لہٰذا یہ بے سہارا اور بے بس بچے در در کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے تھے۔ نبی رحمت و شفقت ﷺ نے جو ان کو مقام دیا

Marfat.com

اس کا اندازہ اس حدیث مبارک سے کیجئے۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَنَا وَ كَافِلُ الْيَتِيْمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَاَشَارَ بِالسَّبَابَةِ وَالْوُسْطٰى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا (۱۶۸)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے روایت کی نبی ﷺ نے فرمایا: میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح جائیں گے، اور آپ ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کے ساتھ اشارہ کیا اور ان دونوں کے درمیان فاصلہ دیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کمزور طبقے پر شفقت و رحمت کا ایسا جامع درس دیا اور عملاً ان کے حقوق دلائے اور ان پر شفقت کا ہاتھ رکھا کہ تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

ایک اور روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کو عذاب نہیں دے گا جو شخص یتیم پر رحم کرتا ہے، اس سے گفتگو میں نرمی کرتا ہے، اس کی یتیمی اور کمزوری پر رحم کھاتا ہے اور اللہ نے جو فضل (مال اور حیثیتِ مرتبہ) اسے دیا ہے اس کی بنا پر وہ اپنے پڑوس سے کوئی زیادتی نہیں کرتا۔ اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے اللہ تعالیٰ اس شخص سے صدقہ قبول نہیں کرتا جس کے قریب و عزیز اس کی صلہ رحمی کے محتاج ہیں اور وہ اسے غیر میں خرچ کرتا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف (رحمت سے) نہیں دیکھے گا۔ (۱۶۹)

یتیم بچوں کی دیکھ بھال اور دل جوئی کے بارے میں ایک حدیث ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مسکین عورت اپنی دو بچیوں کو اٹھائے ہوئے میرے پاس آئی۔ میں نے ان کو تین کھجوریں کھانے کے لیے دیں۔ اس عورت نے ان میں ہر ایک کو ایک ایک کھجور دی اور ایک کھجور اس نے اپنے منہ کی طرف کھانے کے لیے بڑھائی، تو ان لڑکیوں نے وہ اس سے مانگی، اس عورت نے وہ کھجور دو ٹکڑے کر کے انہیں دے دی، مجھے اس کی یہ بات بڑی عجیب سی لگی میں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ نے اس کے لیے جنت واجب (لازم) کر دی یا آپ نے فرمایا اللہ نے اسے دوزخ سے آزاد کر دیا۔ (۱۷۰)

اسلام نے یتیم بچوں اور بچیوں کو معاشرے کا فعال اور محترم حصہ بنانے کے لیے جو تفصیلی ہدایات دی ہیں وہ کسی دور تہذیب اور مذہب میں نظر نہیں آتیں۔ اس کا ایک مقصد ہے کہ وہ معاشرے کا کارآمد

Marfat.com

حصہ بن کر اس کی تعمیر و ترقی کا کام اچھے طریقے سے سرانجام دیں۔

آپ ﷺ نے یتیموں پر شفقت و رحمت کا جو درس دیا ہے اسی میں ان کی ہر طرح خدمت کرنا ان سے پیار کرنا، ان کے متروکہ مال و اسباب کی حفاظت کرنا، ان کی تعلیم و تربیت کا بندوبست کرنا، ان کی عقل و شعور کامل ہونے پر ان کا مال و اسباب ان کے حوالے کرنا، یتیم بچوں کی شادی کی فکر کرنا اور شادی کرانا، ان کو تکلیف و رنج نہ دینا۔ حکومت وقت کا ان کے مال و اسباب اور جائداد کی حفاظت کے لیے جج اور نگران مقرر کرنا اور ان کی شادی کا بندوبست کرنا، یہ سب امور شامل ہیں۔

یتیم کے مال و اسباب کے سلسلے میں امام بیہقی نے ایک روایت بیان کی ہے کہ جس شخص کی زیر نگرانی یتیم کا مال ہو تو اسے چاہیے اسے تجارت میں بڑھنے کے لیے لگائے، اسے ایسے ہی نہ رکھا رہنے دے کہ صدقہ اور خیرات اسے ختم کر دے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے یتیم کی دیکھ بھال اس کے حقوق کی ادائیگی کے لیے تین اہم پہلوؤں سے بندوبست کیا ہے۔

۱۔ اس کے قریبی عزیز رشتہ دار اور خاندان کے لوگوں کو ذمہ دار ٹھہرایا۔

۲۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ عام مسلمانوں کو اس کے حقوق کا خیال رکھنے کی تاکید کی۔

۳۔ تیسرا پہلو یہ ہے کہ اسلامی حکومت کو ان کے معاملات کا ذمہ دار قرار دیا اور اس کے بارے میں تاکیدی احکام دیئے۔

۲۵۔ بچوں پر شفقت و رحمت

نبی رحمت و شفقت اور رؤف و رحیم نے پھول جیسے معصوم بچوں کے حقوق اور ان سے برتاؤ کے آداب اپنے قول و عمل سے کھول کھول کر بیان فرمائے ہیں، اور صحابۂ کرامؓ سے بھی آپ کے اسوۂ حسنہ و سنت مطہرہ اور احادیث مبارکہ کو یاد رکھا اور آنے والی نسلوں تک پہنچایا اور ان پر عمل کر کے دکھایا۔ بچوں پر شفقت کے بہت سے واقعات ہیں جنہیں اگر پوری طرح بیان کیا جائے تو یہ محدود اوراق تنگ ہو جائیں گے۔ لہٰذا چند واقعات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ جَعْفَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ تَلَقَّى بِصِبْيَانِ اَهْلِ بَيْتِهٖ قَالَ وَاِنَّهٗ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ سُبِقَ بِیْ اِلَيْهِ فَحَمَلَنِیْ بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ جِیْءَ بِاَحَدِ ابْنَیْ فَاطِمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا فَاَرْدَفَهٗ خَلْفَهٗ، قَالَ فَاُدْخِلْنَا الْمَدِيْنَةَ

Marfat.com

ثَلاثَةً عَلٰى دَابَّةٍ، وَفِیْ رِوَایَتِ ابْنِ اِسْحَاقَ الْفَزَارِیْ عَنْ عَاصِمٍ عِنْدَ اَبِیْ دَاوُدَ كَانَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ اسْتَقْبَلَ بِنَا فَاَیُّنَا اسْتَقْبَلَ اَوَّلًا جَعَلَهُ اَمَامَهُ فَاسْتُقْبِلَ بِیْ فَحَمَلَنِیْ اَمَامَهُ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ بِحَسَنٍ اَوْ حُسَیْنٍ فَجَعَلَهُ خَلْفَهُ فَدَخَلْنَا الْمَدِیْنَةَ وَاَنَا كَذَالِكَ (۱۷۱)

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے بیان کیا: رسول اللہ ﷺ جیسے ہی سفر سے آتے تھے تو (سب سے پہلے) اپنے خاندان کے بچوں سے ملتے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ ایک مرتبہ سفر سے تشریف لائے تو سب سے پہلے مجھے ان کی طرف بڑھایا گیا، تو مجھے سواری پر اپنے آگے بٹھالیا، پھر حضرت فاطمہؓ کے بیٹوں میں سے ایک کو آگے بڑھایا تو انہیں اپنے پیچھے بٹھالیا۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم تینوں ایک سواری پر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جو بچہ آپ کا پہلے استقبال (سامنا) کرتا اسے اپنے آگے بٹھالیتے، چنانچہ میں (عبداللہ) پہلے سامنے آیا تو مجھے آگے بٹھایا پھر حسن یا حسین سامنے آئے تو انہیں اپنے پیچھے بٹھایا۔ پس ہم مدینے میں اسی حالت میں داخل ہوئے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بچوں پر شفقت کے واقعات میں زیادہ تر آپ کی اولاد جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور بیٹیاں یا آپ کی اولاد کی اولاد یعنی حضرت زینب اور حضرت فاطمہ کی اولاد، حضرت جعفر کے بیٹے، حضرت زید کے بیٹے اسامہ، حضرت عباس کے بیٹے، حضرت عمر کے بیٹے اور حضرت زینب کی بیٹی امامہ کے تذکرے کثرت سے ملتے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو بچوں سے کتنی محبت تھی اور خود بچوں کو آپ سے کتنی بے تکلفی اور محبت تھی۔ ان ناموں کے علاوہ انصار کے بچوں اور مہاجروں کی اولاد اور دیگر بچوں کے تذکرے بھی احادیث میں آئے ہیں۔ نیز غزوات و سرایا اور جہاد کے مواقع پر مشرکین، یہود و نصاریٰ کی چھوٹی اولاد کا بیان بھی موجود ہے۔ ان روایات میں بچوں سے شفقت اور ان سے پیار و محبت کرنے اور ان کی پرورش اور اخلاقی تربیت دینے اور انہیں زندگی کے عملی میدان میں آگے بڑھانے کے تذکرے بھی ملتے ہیں۔

بچوں سے شفقت، ان کی تربیت، تعلیم اور ان سے برتاؤ کے بارے میں چند احادیث ملاحظہ کریں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا:

خَدَمْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَ سِنِیْنَ فَمَا قَالَ لِیْ اُفٍّ وَلَا لِمَا صَنَعْتَ؟ وَلَا اَلَّا صَنَعْتَ (۱۷۲)

Marfat.com

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی، اس دوران مجھے نہ تو اف کہا اور نہ یہ کہا کہ یہ کام کیوں کیا اور نہ یہ کہا کہ یہ کام کیوں نہیں کیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کئی سال رہا۔ آپ ﷺ نے نہ تو مجھے کوئی گالی دی اور نہ کبھی مارا اور نہ ہی ڈانٹا ڈپٹا اور نہ چہرے میں ناراضگی ظاہر کی، جب مجھے کسی کام کا حکم دیا اور میں نے اس میں سستی کی تو میری اس پر گرفت نہیں کی، اگر آپ ﷺ کے گھر والوں میں سے کوئی مجھے ڈانٹتا تو فرماتے اسے چھوڑو کیوں کہ اگر تقدیر میں لکھا ہوتا تو یہ ہو جاتا۔ (۱۷۳)

ان روایات سے یہ نکات سامنے آتے ہیں:

۱۔ بچوں کی تعلیم و تربیت میں بچوں کے مزاج و رجحان اور ان کی نفسیاتی اصولوں کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

۲۔ آپ ﷺ کو بچوں سے بہت پیار و شفقت تھی اور بچوں کو بھی آپ کی رحیمانہ طبیعت کی وجہ سے محبت تھی۔ آپ دنیا کے جنرلوں، سرداروں اور بادشاہوں کی طرح نہیں تھے کہ آپ کے سامنے ہٹو بچو کی آوازیں لگائی جاتیں، اور کسی کو سامنے نہ آنے دیا جاتا۔

۳۔ آپ بچوں سے بھی اصولی تعلیم اور مساوات کا لحاظ رکھتے تھے، جو پہلے آیا اسے اپنے آگے بٹھایا اور جو بعد میں آیا اسے اپنے پیچھے بٹھا دیا تا کہ بچوں میں فرق و امتیاز کا خیال نہ آئے، اور مساوات کا سبق ملے۔

۴۔ آپ کا معمول یہی تھا کہ مدینے میں داخل ہوتے وقت بچوں کو سلام کرتے اور بعض کو اپنی سواری پر بٹھا لیتے۔

۵۔ اسی شفقت و رحمت کی وجہ سے بعض اوقات بچے مدینے سے باہر نکل کر آپ ﷺ کا استقبال کرنے کے لیے منتظر رہتے تھے۔

۶۔ بچوں کو ہر وقت اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر مارنا صحیح نہیں ہے، عام طور پر مارنے سے اصلاح نہیں ہوتی بلکہ بچوں میں نفرت پیدا ہو جاتی ہے جو آخر کار نقصان دہ ہوتی ہے۔

۷۔ بچوں کی خوبیوں کی تعریف کرنا، ہمت بڑھانا اور شاباش دینا چاہیے۔

۸۔ بچوں کو نماز باجماعت کے لیے مسجد میں لے جانا چاہیے۔

۹۔ بچوں کے سامنے جھوٹ بولنا، گالی دینا، غلط ہے اس سے بچنا چاہیے۔

Marfat.com

۱۰۔ اساتذہ، والدین اور رشتہ داروں کو چاہیے کہ بچوں کے ساتھ مساوات کا برتاؤ کریں۔
۱۱۔ کھانے پینے کی اشیاء تقسیم کرنی ہوں یا دینی ہوں تو پہلے بچوں کو دی جائیں۔

۲۶۔نکاح کی ضرورت اور حاجت مند کا نکاح کرانا:

اسلام جو پاکیزہ معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے اس کی بنیاد فرد کی اصلاح وتربیت اور تعلیم وتدریس پر رکھنے کے بعد افراد سے بننے والی سوسائٹی میں سب سے زیادہ توجہ خاندان کی تنظیم وتربیت بردیتا ہے، جتنے افراد اچھے ہوں گے اور ان سے تشکیل پانے والا خاندان بہتر ہوگا تو اتنا ہی وہ معاشرہ اچھا اور پاکیزہ ہوگا، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

عَنْ عَبْدُ اللهِ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ شَبَابًا لَا نَجِدُ شَيْئًا فَقَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَآءٌ (۱۷۴)

عبداللہ نے کہا کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ جوان تھے۔کوئی چیز نہیں پاتے تھے (کنوارے تھے) تو ہم سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نوجوانو! تم میں سے جو نکاح کی قوت رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ نکاح کرے اس لیے کہ یہ نگاہوں کو پست اور شرم گاہوں کو محفوظ رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے، اور جو اس کا طاقت نہیں رکھتا تو روزہ رکھنا چاہیے کیوں کہ یہ اس کی شہوت کم کردے گا۔

معاشرے کی تعمیر میں سب سے پہلا کردار نکاح وشادی کا ہے۔اس لیے قرآن وحدیث میں شادی کرنے پر زور دیا گیا ہے، شادی میں آسانی پیدا کی گئی، رشتہ تلاش کرنے، رشتہ طے کرنے میں وسعت دی گئی، جاہلیت کی رسم ورواج کو ختم کیا گیا، لڑکے لڑکی کی رضا کے حق کو تسلیم کیا گیا۔

معاشرے کو پاکیزہ بنانے اور رشتے جوڑنے، شادی کرانے والے افراد کی قدر کی گئی ہے۔ جو لوگ نکاح کرنے میں معاون ومدد بنتے ہیں، ان کی ہمت افزائی کرتے ہوئے انہیں حکم دیا گیا کہ اپنے بیواؤں اور غیر شادی شدہ لوگوں کے نکاح کراؤ۔ارشاد باری تعالی ہے:

وَأَنْكِحُوا الْأَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَآئِكُمْ ۚ إِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ (۱۷۵)

اور تم میں جو بے نکاح ہوں تم ان کا نکاح کردیا کرو اور (اس طرح) تمہارے غلام اور

Marfat.com

لونڈیوں میں جو اس کے لائق ہو اور اس کا بھی اگر وہ لوگ فقیر ہوں گے تو اللہ (اگر چاہے گا) ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا اور اللہ وسعت والا خوب جاننے والا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ بتاتی ہے کہ آپ نے کتنے ہی مردوں اور عورتوں، کنواریوں اور بیواؤں کے نکاح کرائے۔ آپ نے اپنے ارشادات سے نکاح کرنے کی ترغیب دی، اور اس کے مختلف پہلو بیان فرمائے اور اس کی اہمیت واضح کی۔

نکاح انسان کی فطری، اخلاقی، معاشرتی، قانونی اور روحانی ضرورت ہے، یہ انسان کے لیے ڈھال ہے، یہ اس کی نسل کو آگے بڑھانے کا ذریعہ ہے اور اس کی طبیعت کو معتدل کرنے کا سبب ہے۔ اس لیے مومن کو اگر کوئی شدید مجبوری نہ ہو تو نکاح کرنے میں جلدی کرنی چاہیے۔ معاشرے کے سرکردہ، خاندان کے بڑوں اور سماجی ورکروں اور خود حکومت کو چاہیے کہ نکاح کو آسان بنائے اور برائی اور فحاشی کو مشکل اور نا قابل عمل بنائے۔ ہر مسلمان کو نکاح کرنا چاہیے اور دوسرے بے سہارا، غریب اور حاجت مند لوگوں کے لیے اس کا بندوبست کرنا چاہیے۔ حدیث میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ اَرَادَ اَنْ یَلْقَی اللّٰہَ طَاھِرًا مُطَھَّرًا فَلْیَتَزَوَّجِ الْحَرَائِرَ (۱۷۶)

جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ اللہ سے پاکیزہ حالت میں ملے اسے چاہیے کہ آزاد عورتوں سے نکاح کرے۔

نکاح کرنے، اور نکاح کرانے میں عام طور پر ایک شخص یہ دیکھتا ہے کہ گھر بسانے کا بندوبست کہاں سے ہوگا اور کھانے کا بندوبست کیسے ہوگا اور اسی قسم کے دوسرے خدشات لاحق ہوتے ہیں۔ اسے اللہ تعالیٰ نے یہ فرما کر رفع کیا:

اِنْ یَّکُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِھِمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ (۱۷۷)

اگر وہ لوگ مفلس ہوں گے تو اللہ تعالیٰ (چاہے گا) تو ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔

حافظ ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر میں عبداللہ بن مسعود کا یہ قول نقل کیا ہے:

اِلْتَمِسُوْا الْغِنٰی فِی النِّکَاحِ (۱۷۸) نکاح میں تونگری تلاش کرو۔

حضرت ابوہریرہؓ نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح کی ہدایت کی روایت کی ہے، فرمایا:

ثَلَاثَۃٌ حَقٌّ عَلَی اللّٰہِ عَوْنُھُمْ اَلْمُکَاتِبُ الَّذِیْ یُرِیْدُ الْاَدَاءَ وَالنَّاکِحُ الَّذِیْ یُرِیْدُ الْعِفَافَ وَالْمُجَاھِدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (۱۷۹)

تین آدمی ہیں جن کی اعانت اللہ کے ذمے ہے۔ ایک وہ غلام جو اپنی قیمت ادا کرنا چاہتا

Marfat.com

ہو، وہ نکاح کرنے والا شخص جو پاک بازی چاہتا ہو، اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا۔

قرآن وحدیث کے مطالعے سے نکاح کے بارے میں چند باتیں سامنے آتی ہیں:

۱۔ نکاح انسان کی فطری ضرورت ہے، اللہ اور اس کے رسول نے اسے نہ صرف باقی رکھا بلکہ اسے مہذب، پاکیزہ اور مکمل بنا کر آسان اور سہل کر دیا۔

۲۔ نکاح سنت انبیاء اور صلحاء ہے، اور معاشرے کی تعمیر میں مضبوط عامل ہے۔

۳۔ اسلامی معاشرے کی بنیاد اور اساس ہے اور اسے مسلم معاشرے کے لیے لازم قرار دیا گیا ہے۔

۴۔ نکاح میں دیگر باتوں کے ساتھ دین کو ترجیح دینا چاہیے۔

۵۔ مفلسی کے ڈر سے نکاح چھوڑ دینا ناپسندیدہ ہے۔

۶۔ اللہ پر توکل کر کے نکاح کرنے سے اللہ تعالیٰ سہولتیں پیدا کر دیتا ہے۔

۷۔ بڑے بزرگوں، برادری کے افراد، جماعتوں اور دینی رہنماؤں اور این جی اوز کی ذمہ داری ہے کہ نکاح کو فروغ دیں اور برائی اور فحاشی کو روکیں۔ نیز بے نکاح رہنے کے رجحان کو ختم کریں۔

۸۔ اپنے خاندان اور قبیلے سے باہر نکاح کرنے میں موروثی بیماریاں ختم ہوتی ہیں اور برادری و معاشرتی تعلقات میں وسعت ہوتی ہے۔ اس لیے نکاح کو قبیلے اور خاندان کے دائرے سے نکالنا چاہیے۔

۹۔ نکاح کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور جنت تک جاری رہے گا۔

۲۷۔ دین وملت کے خادموں کے خاندان سے حسن سلوک:

اسلامی معاشرے میں جو افراد شفقت وخدمت کے حاجت مند ہیں اور جن کی خدمت کرنا بڑے اجر وثواب کا عمل ہے، وہ شہیدوں، مجاہدوں اور غازیوں کے اہل خانہ ہیں۔ چوں کہ مجاہد وغازی اجتماعی خدمت سرانجام دے رہے ہوتے ہیں، امت مسلمہ کا اجتماعی فریضہ ادا کرنے اور اسلام اور اسلامی حکومت کے دفاع میں مصروف ہوتے ہیں۔ لہٰذا امت کے تمام افراد اور حکومت اسلامی کی ذمہ داری ہے کہ ان کے پیش ماندگان کی کفالت کا بندوبست کریں، ان کی دیکھ بھال کریں، ان کی ضروریات پوری کریں اور ان کی عزت ومال کی نگہبانی کریں۔ تاہم اگر کوئی حکومت ان کی کفالت نہیں کرتی، ان کی ضروریات کو پورا نہیں کرتی، تو امت کے افراد، تنظیموں اور جماعتوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کی کفالت کریں۔ اس سلسلے کی ایک حدیث ملاحظہ کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَقَدْ غَزَا، وَمَنْ خَلَفَ غَازِیًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِخَیْرٍ فَقَدْ غَزَا (۱۸۰)

جس شخص نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کو تیار کیا تو اس نے جہاد کیا (ثواب میں شریک ہوا) اور جس شخص نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے گھر والوں سے کوئی بھلائی کی تو اس نے جہاد کیا (ثواب میں شریک ہوا)۔

مجاہد و غازی کو تیار کرنے سے مراد ذہنی و جسمانی تیاری، مالی تعاون، تربیت اور رہنمائی وغیرہ ہر قسم کی تیاری ہے، اس طرح اس کے خاندان والوں سے ہر نوع کی نیکی کرنا مراد ہے۔ آپ ﷺ نے اس عمل کی کوئی صورت متعین نہ کر کے اس کام کو وسعت دی ہے۔ اب ہر مسلمان کا اپنا کام ہے کہ اپنی طاقت اور وسعت کے مطابق جو کام کر سکتا ہے سو کرے، اس طرح ہر شخص اس اجر و ثواب میں شریک ہو سکتا ہے۔ ان مختلف نوع کی خدمات میں سے ایک کی مثال اس حدیث سے دی جا سکتی ہے۔

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ اِنَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَکُنْ یَدْخُلُ بَیْتًا فِی الْمَدِیْنَۃِ غَیْرَ بَیْتِ اُمِّ سُلَیْمٍ اِلَّا اَزْوَاجِہٖ فَقِیْلَ لَہٗ فَقَالَ اِنِّیْ اَرْحَمُھَا قُتِلَ اَخُوْھَا مَعِیَ (۱۸۱)

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کے سوا کسی اور کے گھر میں نہیں جاتے تھے، مگر ام سلیم کے گھر تشریف لے جاتے تھے، آپ ﷺ سے اس کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اس (عورت) پر رحم آتا ہے کہ اس کا بھائی میرے ساتھ (غزوے) میں شہید ہو گیا تھا۔

شہیدوں کے گھر والوں کی دل جوئی، ہمدردی اور غم خواری کا ایک طریقہ یہ ہے بھی ہے کہ معاشرے کے بزرگ اور صالح افراد ان کے گھر جا کر ان کی خیر و خیریت معلوم کریں، اور انہیں تسلی دیں، شہدا کے پس ماندگان کی خدمت میں سے ایک اہم خدمت یہ ہے کہ ان کے بچوں کو تعلیم و تربیت دی جائے اور انہیں کسی کام سے لگایا جائے، اگر کوئی شخص یہ کام خود نہیں کر سکتا تو دوسروں کو ترغیب دلا سکتا ہے۔ ان کے لیے اصحاب خیر سے تعاون حاصل کر سکتا ہے۔

غازی اور شہید سے تعاون کرنے والا براہ راست اجر و ثواب میں شریک ہو جاتا ہے، اور اجر کا مستحق بنتا ہے، حضرت ابو احمد عقبہ بن عامر جھنی سے راویت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ یُدْخِلُ بِالسَّھْمِ الْوَاحِدِ ثَلَاثَۃَ نَفَرٍ الْجَنَّۃَ، صَانِعَہٗ یَحْتَسِبُ فِیْ صَنْعَتِہٖ

Marfat.com

الْخَيْرِ وَالرَّامِیْ بِهٖ وَ مُنْبِلُهٗ، اِرْمُوْا وَارْكَبُوْا وَاَنْ تَرْمُوْا اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ تَرْكَبُوْا وَمَنْ تَرَكَ الرَّمْیَ بَعْدَ مَا عَلِمَهٗ رَغْبَةً عَنْهُ فَاِنَّهَا نِعْمَةٌ تَرَكَهَا اَوْ قَالَ كَفَرَهَا(۱۸۲)

اللہ ایک تیر سے تین آدمیوں کو جنت میں جگہ دیتا ہے، ایک اس کا بنانے والا، جو اس کے بنانے میں خیر و بھلائی کی نیت کرتا ہے، دوسرا وہ جو پھینکتا ہے اور تیسرا وہ جو اس کا پھل درست کرتا ہے، تیر اندازی اختیار کرو اور سواری کرو، تمہارے سواری کرنے سے تیر اندازی مجھے زیادہ پسند ہے، جس شخص نے تیر اندازی سیکھنے کے بعد اس سے بے توجہی برت کر چھوڑ دی تو اس نے نعمت چھوڑی یا نعمت کی ناشکری کی۔

اس سے معلوم ہوا کہ غازیوں، مجاہدوں اور شہیدوں سے ہر قسم کا تعاون کرنے والے افراد بھی اجر وثواب میں شریک ہیں۔ اسی طرح ان کے اہل وعیال اور ان کے والدین کی خدمت کرنے والے بھی ان کے کام میں بالواسطہ معاون ہیں، اور شریک ہیں۔ شہداء اور غازی جہاد کا وہ عظیم قومی وملی فریضہ سر انجام دیتے ہیں، جو ہر لحاظ سے ضروری ہے اور اجتماعی کام ہے، اس لیے اس میں حصہ لینا اجتماعی کام میں حصہ لینا ہے، چوں کہ یہ لوگ مظلوموں سے ظلم کو دفع کرنے اور شر اور شیطانی قوتوں کا قلع قمع کرنے، عدل وانصاف کا نظام قائم کرنے اور حق کا بول بالا کرنے کا کام کرتے ہیں، جو شفقت علی الخلق اور خدمت خلق کا عظیم عمل ہے، لہٰذا قوم کے افراد پر ان کا حق بنتا ہے کہ وہ ان کے اہل وعیال کی دیکھ بھال کریں، ان کی کفالت کریں، اور ان کی بنیادی ضروریات کو پورا کریں۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اسلحہ ایجاد کرنے اور بنانے والے، اسے خوب سے خوب تر بنانے اور اس سے مسلم امۃ کو مادی قوت فراہم کرنے کی کوشش کرنے والے بھی مجاہد ہیں، اور جہاد میں شریک ہیں۔ علمائے کرام نے فی سبیل اللہ کا دائرہ وسیع کرتے ہوئے دینی علوم حاصل کرنے اور اس کی راہ میں نکلنے والوں کو بھی ثانوی حیثیت سے مجاہدین میں شامل کیا ہے۔ لہٰذا ان کے خاندانوں کی ہمت افزائی کرنے، ان کی بنیادی ضروریات پورا کرنے والے بھی اس اجر وثواب میں شامل ہیں۔

۸۔ قیدیوں سے حسن سلوک:

معاشرے کے بے بس لوگوں میں سے ایک گروہ قیدیوں کا ہے۔ اگر چہ یہ سارا گروہ کوئی اچھا نہیں ہوتا لیکن سب لوگ برے اور عادی مجرم بھی نہیں ہوتے۔ قید میں بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں

Marfat.com

جونا کردہ گناہ میں گرفتار ہوتے ہیں، اور بعض امیر لوگوں کی دشمنی، شرارتوں اور سازشوں کی بنیاد پر جیل میں ڈال دیئے جاتے ہیں، اور برسہا برس قید و بند میں پڑے دکھ بھگتے رہتے ہیں۔

عام لوگ اور جیل کے نگراں تمام قیدیوں کو مجرم سمجھتے ہیں اور مجرموں کا سا برتاؤ کرتے ہیں۔ نبی رحمت ﷺ نے ان کے حقوق کا خیال رکھا اور ان کی خبر گیری کرنے کے لیے ہدایات دیں۔ ان میں بعض ارشادات پیش کیے جاتے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی اَلْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عُوْدُوا الْمَرِیْضَ اَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَ فُکُّوا الْعَانِی (۱۸۳)

ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیمار کی عیادت کرو، بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور قیدی کی رہائی کا انتظام کرو۔

وَقَالَ اَبُوْ سَعِیْدِ الْخِدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا، فَقَالَ الْمِسْکِیْنُ الْفَقِیْرُ، وَالْیَتِیْمُ الَّذِیْ لَا اَبَ لَہٗ وَالْاَسِیْرُ الْمَمْلُوْکُ وَالْمَسْجُوْنُ (۱۸۴)

ابوسعید خدریؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سورہ دہر کی آیت نمبر ۸ تلاوت کی (اور اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں) پھر اس کی تفسیر میں فرمایا مسکین سے مراد فقیر اور یتیم سے مراد وہ بچہ ہے، جس کا والد حیات نہ ہو اور اسیر سے مراد غلام اور قیدی ہیں۔

انسان کی بے بسی و بے کسی، لاچاری اور مجبوری کے جو مقامات ہیں ان میں سے ایک جیل اور قید خانہ ہے۔ جیل میں انسان کا دل نرم ہو جاتا ہے، اپنی ذاتی زندگی اور گزشتہ زندگی کے حالات و کیفیات پر خوب غور کرتا ہے اور بعض اوقات قیدی توبہ و استغفار زیادہ کرتا ہے، اس وقت جو شخص اس کے ساتھ بھلائی کرے گا وہ اسے اچھی طرح یاد رہے گی۔

اسلام نے قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی نہ صرف تاکید کی بلکہ عملاً مثالی سلوک کر کے دکھایا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں کے ساتھ نہایت عمدہ سلوک کیا، انہیں فدیہ لے کر رہا کر دیا، جو قیدی فدیہ نہ دے سکتے تھے یا نہ دینا چاہتے تھے ان سے ہلکا پھلکا اور باعزت کام لیا کہ مسلمانوں کے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں تو انہیں رہا کر دیا جائے گا، اور اس دوران ان کی رہائش، کھانے پینے کا معقول اور اچھا بندوبست کیا۔ بدر کے قیدیوں پر ایک واقعہ ملاحظہ کریں۔ یزید بن اصم بیان کرتے ہیں کہ بدر کے قیدیوں میں حضرت عباسؓ، رسول اللہ ﷺ کے چچا بھی شامل تھے، چنانچہ

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ رات کو جاگتے رہے، اس پر آپ کے صحابہ میں سے کسی نے کہا یا نبی اللہ! آپ کی نیند کیوں آڑ گئی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا عباس کے کراہنے کی وجہ سے، اس پر ایک شخص کھڑا ہوا اور جا کر عباس کی بندشیں ڈھیلی کر دیں، آپ ﷺ نے پوچھا کیا بات ہے کہ عباس کا کراہنا نہیں سن رہا ہوں، اس پر لوگوں میں سے ایک نے کہا کہ میں نے اس کی بندش کچھ ڈھیلی کر دی ہے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اور تمام بدر کے قیدیوں کے ساتھ اس طرح کا سلوک کرو۔ (۱۸۵)

اس حدیث سے چند نکات کی وضاحت ہوتی ہے۔

۱۔ صحابہ کرامؓ کا ذوق سلیم اور ان کے مساوات کا اندازہ اور برتاؤ بھی سامنے آتا ہے، کہ انھوں نے تمام قیدیوں کے ساتھ یکساں برتاؤ کیا، اور گرفتاری کے وقت سب کو کس کر باندھا۔ یہ خیال نہیں کیا کہ حضرت عباسؓ کے معزز چچا ہیں اس لیے ان کو رعایت دیں اور نہ باندھیں۔

۲۔ آپ ﷺ کی رحمت و شفقت اور اپنے رشتہ داروں سے تعلق معلوم ہوتا ہے کہ چچا کے کراہنے سے نیند نہیں آتی اور بے چینی محسوس کرتے ہیں۔

۳۔ آپ ﷺ کا اعلیٰ مساویانہ برتاؤ اور سلوک دیکھئے کہ فرماتے ہیں کہ تمام قیدیوں کی بندشیں ڈھیلی کر دیں اور سب کے ساتھ یکساں سلوک کریں۔ کیا دنیا اس قسم کا برتاؤ انبیاء کے سوا کسی اور شخص کا بھی پیش کر سکتی ہے اور دنیا میں اگر کوئی مثال ملتی بھی ہے تو آپ ﷺ کے خادموں اور امتی افراد کی مل سکتی ہے۔

۴۔ آپ ﷺ کے اس عمل سے جہاں اور شفقت و رحمت کی باتیں معلوم ہوتی ہیں، وہاں قیدیوں کے حقوق کا لحاظ کرنے اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا بھی معلوم ہوتا ہے، صحابہ کرامؓ کے اسوے سے اس قسم کے کئی دوسرے واقعات بھی سامنے آتے ہیں، جو سیرت میں مذکور ہیں۔

۵۔ جنگی قیدیوں کے سلسلے میں آج کل جنیوا کنونشن کا بار بار حوالہ دیا جاتا ہے اور قیدیوں کے حقوق کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے اور اس دور کی اصلاحات و عنایات میں اسے شمار کیا جاتا ہے، حالانکہ میرے آقا اور آپ ﷺ کے ساتھیوں نے قیدیوں کے حقوق اور ان سے حسن سلوک کے لاتعداد نمونے چھوڑے ہیں انھیں ایک جگہ جمع کیا جائے تو جنیوا کنونشن اور حقوق انسانی کے چارٹ سے بہتر دستاویز بن سکتی ہے۔ افسوس کہ مسلمان بجائے مثبت اور اعلیٰ نمونے پیش کرنے کے بعض ایسے واقعات کے دفاع میں معذرتیں پیش کرنے میں لگے ہوئے ہیں جن کے واقع ہونے کا خاص پس منظر تھا۔

Marfat.com

۶۔ قیدیوں کی غذا، لباس اور علاج حکومت کے ذمے ہے۔ انہیں ضرورت کے مطابق کھانا دے، لباس پہنچائے اور ان کی صحت وسلامتی کا خیال رکھے اور بیمار ہوں تو علاج کرائے،

۷۔ اگر ان سے کوئی کام لیا جائے تو ان کی حیثیت علم اور مرتبے کے مطابق لیا جائے، اور ان کی قوت برداشت کے مطابق لیا جائے۔

۸۔ انہیں ضروریات زندگی اور عبادات کی سہولت دے، ان کے مذہب کے مطابق ان کو عبادت کرنے دے، قیدیوں میں مسلم اور غیر مسلم ہر قسم کے ہو سکتے ہیں، لہٰذا سب سے عدل وانصاف اور حسن سلوک کا معاملہ کیا جائے۔

۲۹۔ بیوہ اور مطلقہ کے حقوق اور ان سے ہمدردی:

عام انسانی معاشروں میں اور خاص طور پر برصغیر کے معاشرے میں جن کمزور طبقات کو نظر انداز کیا گیا، جن کے ساتھ بے رحمانہ سلوک کیا گیا، جنہیں گھٹیا نظر سے دیکھا گیا اور ذلت کا سلوک کیا گیا، ان میں ایک طبقہ بیواؤں اور مطلقہ عورتوں کا ہے۔ جدید صنعتی اور نقل مکانی کے اس دور میں ان کی بے بسی اور بے کسی اور بڑھ جاتی ہے اور اس کے نتیجے میں یہ طبقہ زیادہ امداد وتعاون اور سرپرستی کا مستحق بن جاتا ہے۔ دین اسلام جو ایک فطری، عملی اور روزمرہ کی زندگی کا دین ہے لہٰذا اس نے ان دونوں طبقوں (مطلقہ اور بیواؤں) کی سرپرستی اور ان کی دادرسانی کی ہے، اسلام نے ان کو جو مراعات دی ہیں ان کا احادیث کی روشنی میں مختصر سا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

عَنْ اُمِّ حَبِیْبَۃَ زَوْجِ النَّبِیِّ قَالَتْ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ یَقُوْلُ لَا یَحِلُّ لِاِمْرَاۃٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ یُّحِدَّ عَلٰی مَیِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَیَالٍ اِلَّا عَلٰی زَوْجٍ اَرْبَعَۃَ اَشْھُرٍ وَّ عَشْرًا (۱۸۶)

حضرت ام حبیبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے سنا: کسی عورت کے لیے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے، کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں، سوائے اپنے شوہر کے کہ اس پر چار مہینے اور دس دن سوگ منائے۔

i- **مطلقہ اور بیوہ کی عدت:** اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ان دونوں قسم کی عورتوں کی عدت کی مدت مقرر کی ہے۔ نیز عدت کی ناگزیر ضرورت مدنظر رکھ کر اسے معتدل مناسب اور محدود

Marfat.com

کردیا ہے، یعنی یہ خواتین اتنا عرصہ گزاریں کہ جس سے پہلا غم ہلکا ہو جائے اور وہ دوبارہ عملی زندگی گزارنے کے لائق ہو جائیں۔

ii- **رہائش کا حق:** جس گھر میں عورت کا شوہر فوت ہوا ہے یا اسے طلاق ملی ہے، اس جگہ عدت گزارنا اس کا حق ہے۔ شوہر کے فوت ہونے کی صورت میں رشتے داروں پر لازم ہے کہ بیوہ یا مطلقہ کی رہائش کا بندوبست کریں۔ اس بارے میں یہ حدیث رہنمائی فراہم کرتی ہے۔

حضرت فریحہ بنت مالک بن سنان، یہ ابوسعید خدری کی بہن ہے، کہتی ہیں کہ میں رسول اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی کہ وہ بنی عذرہ کے پاس لوٹ جائے، کیوں کہ اس کا شوہر قتل کر دیا گیا ہے، یہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے اپنے گھر والوں (والدین) کے پاس جانے کا پوچھا کیوں کہ شوہر نے تو مکان چھوڑا اور نہ ہی نان نفقہ کا بندوست چھوڑا ہے، وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ہاں چلی جاؤ، چنانچہ میں وہاں سے نکل کر حجرہ یا مسجد میں ہی تھی کہ آپ ﷺ نے مجھے بلانے کا حکم دیا اور دوبارہ حاضر ہوئی، آپ نے فرمایا تو نے جو بات کہی وہ کس طرح کہی، میں نے اپنے شوہر کا قصہ دوبارہ بتایا، آپ نے فرمایا عدت پوری ہونے تک اپنے گھر میں ٹھہری رہو، وہ کہتی ہیں کہ میں نے چار ماہ دس دن عدت کے پورے کیے۔ (۱۸۷)

اس حدیث سے خاتون کا عدت اپنے خاوند کے گھر میں گزارنا ثابت ہوتا ہے، تاہم مجبوری کی وجہ سے اپنے والدین کے پاس یا کسی دارالامان میں عدت گزار سکتی ہے۔

iii- **نان و نفقہ:** اسلام نے بیوہ اور مطلقہ کا عدت کے دوران نان ونفقہ اور بنیادی ضروریات شوہر اور اس کے رشتے داروں کے ذمے مقرر کی ہیں، تاکہ وہ اطمینان اور سکون سے اپنے شوہر کے گھر میں عدت کے دوران قیام کر سکیں۔

iv- **مہر دلانا:** اسلام نے عورتوں کو جو بنیادی مالی حقوق دیئے ہیں ان میں اہم حق ان کو مہر دلانا ہے۔ اگر شوہر نے بروقت مہر ادا نہیں کیا تو اس کے ذمے یہ قرض لازم ہے۔ اس لیے لازماً اسے دینا چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر لازم ہونے کے بارے میں فرمایا کہ جس شخص نے عورت سے ایک مقرر مہر پر شادی کی اس ارادے سے کہ وہ اسے ادا نہیں کرے گا وہ زانی ہے، اور جس نے قرض لیا اور اس نیت سے کہ وہ اسے ادا نہیں کرے گا وہ چور ہے۔ (۱۸۸)

v- **مطلقہ اور بیوہ سے حسن سلوک کی تاکید:** قرآن وحدیث نے واضح ہدایات دی ہیں کہ مطلقہ اور بیوہ سے اچھا سلوک کیا جائے، اور انہیں تنگ کرنے، دکھ دینے اور خراب

Marfat.com

رویہ اختیار کرنے سے روکا ہے، اس سے طعن و تشنیع کا رویہ نہ برتا جائے اور ان کا مال یا سامان ہتھیانے کی کوشش نہ کی جائے، یہ رویہ شرافت، اخلاق حسنہ اور مروت کے خلاف ہے۔

vi- **نکاح ثانی کی آزادی:** اسلام نے مطلقہ اور بیوہ کو نکاح ثانی کی پوری طرح آزادی دی ہے۔ عدت گزرنے کے بعد اب یہ عورت پوری طرح آزاد ہے، نہ تو اس کے والدین کا اس پر حق ہے اور نہ ہی شوہر یا اس کے رشتہ داروں کا اس پر حق ہے۔ یہ اسلام کا وہ احسان ہے جو چودہ سو سال پہلے اس نے کیا، جب کہ اس وقت کی دنیا میں اس قسم کی آزادی نہیں تھی۔

vii- **بیوہ اور مطلقہ کا وراثت میں حصہ:** قرآن وحدیث کے مطابق بیوی کو ہر حالت میں اور مطلقہ رجعیہ کے شوہر کے عدت کے دوران فوت ہو جانے کی صورت میں اس کی میراث میں سے لازماً حصہ ملے گا، البتہ مطلقہ بائنہ کو عام حالت میں حصہ نہیں ملے گا۔ تاہم اگر شوہر مرض الموت میں طلاق بائن دے دے اور عدت کے دوران فوت ہو جائے تو اسے بھی حصہ ملے گا۔ (۱۸۹)

viii- **بچے کو دودھ پلانا:** مطلقہ اور بیوہ کی گود میں اگر دودھ پینے والا بچہ ہے تو اسے دودھ پلانا اس کے والد یا وارثوں کے ذمے ہے، لہٰذا وہ دودھ پلانے پر مجبور نہیں کی جائیں گی، تاہم اگر اس کا باپ بچے کو دودھ پلوانا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ اسی سے دودھ پلوائے۔

ix- **بیوہ اور مطلقہ کا مالی تحفظ:** اسلامی معاشرے اور اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ ان کے مال واسباب اور دھن ودولت کی حفاظت کرے، لوگوں کے دست برد سے بچائے اور پورا تحفظ دے۔

x- **بیوہ اور مطلقہ کو عمومی تحفظ:** اسلام نے بیوہ اور مطلقہ کو عمومی تحفظ اور دوسری عورتوں کی نسبت زیادہ حقوق دیے ہیں۔ اس دور میں عورتوں کے حقوق کی نگہداشت اور ان کے حصول کی جدوجہد کرنے والوں میں مختلف این جی اوز بھی میدان میں ہیں، اس سے پہلے معاشرہ اور برادری سسٹم بھی تھا، لہٰذا ان دونوں کی ذمہ داری ہے کہ آگے بڑھ کر ان کے جائز اور شرعی حقوق دلائیں۔ ان حقوق کو اختصار سے بیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ بیوہ اور مطلقہ کی شرعی عدت گزارنے کی جائز اور ضروری سہولتیں دلائیں۔

۲۔ عدت کے دوران ان کی رہائش کا خاوند کے گھر میں بندوبست کرائیں۔

۳۔ بان نفقہ شرعی اصولوں کے مطابق عورت کو دلائیں۔

۴۔ مہر جو کہ عورت کا حق اور خاوند یا اس خاندان پر قرض ہے، وہ دلائیں۔

Marfat.com

۵۔ جہیز کا سامان جو عورت اپنے ماں باپ کے گھر سے لے کر آئی وہ عورت کا حق اور اس کی ملکیت ہے وہ دلائیں، اس طرح زیوارت اور دیگر سامان اگر اس کی ملکیت ہو تو وہ اسے واپس دلائیں۔

۶۔ بیوہ اور مطلقہ کو شوہر فوت ہونے کی صورت میں وراثت کا حصہ دلائیں۔

۷۔ مطلقہ اور بیوہ کے مال واسباب کا تحفظ دلائیں اور ان کی حفاظت کریں۔

۸۔ ایسی عورتوں کے لیے جن کو شوہر کے گھر میں یا والدین نزدیک نہ ہونے کی وجہ سے کوئی ٹھکانہ نہ مل سکے تو دارالامان اور بیوہ گھر قائم کریں جہاں ایک طرف وہ امن سے رہ سکیں اور کوئی ہنر وغیرہ سیکھ کر تعلیم حاصل کریں اپنے پیروں پر کھڑی ہو سکیں، اور نئے سرے سے زندگی گزاریں۔

۹۔ یہ تمام حقوق اور مراعات شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے دلائے جائیں۔

۳۰۔ عورتوں کے حقوق اور ان سے حسن سلوک:

تاریخ پر نظر رکھنے والے دانش ور اقوام عالم کے رسوم ورواج کا مطالعہ کرنے والے اور گرد وپیش کے حالات کا جائزہ لینے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ تاریخ میں عورتوں کا کیا مقام ومرتبہ رہا ہے، اور اسلام کے سوا دوسری تہذیبیں و مذاہب کیا حیثیت دیتے رہے ہیں اور اس سے کیسا برتاو کرتے رہے ہیں، چاہے یہ کسی دور میں رہتی ہوں ان کے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا، حتی کہ دور جدید میں بھی انصاف ومساوات کے نام پر اس سے بے انتہا زیادتی کی گئی ہے، حسن سلوک کے نام پر بدسلوکی کی گئی اور حقوق دینے کے طمع میں اس کے حقوق چھینے گئے ہیں۔ نبی اکرم نے اس طبقۂ نسواں کے جو حقوق بیان کیے ہیں، اُن کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں اپنی امت کو ابدی ہدایت دیتے ہوئے فرمایا:

اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَيْرًا فَاِنَّهُنَّ عِنْدَكُمْ عَوَانٌ، لَا يَمْلِكْنَ لِاَنْفُسِهِنَّ شَيْئًا وَّ اِنَّكُمْ اَخَذْتُمُوْهُنَّ بِاَمَانَةِ اللّٰهِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوْجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللّٰهِ، فَاتَّقُوْا اللّٰهَ فِى النِّسَآءِ اِسْتَوْصُوْا بِهِنَّ خَيْرًا، اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ، اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ (۱۹۰)

عورتوں کے بارے میں بھلائی کی وصیت قبول کرو، کیوں کہ وہ تمہارے پاس پابند ہیں، وہ اپنی ذات کے لیے کسی چیز کی مالک نہیں ہے، اور تم نے انہیں اللہ کی امانت سے لیا ہے ان کی ذات تمہارے لیے اللہ کے حکم سے حلال ہوئی ہے، پس عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور ان کے بارے میں بھلائی کی وصیت قبول کرو، لوگو سنو! میں نے اپنی بات

Marfat.com

تمہیں پہنچادی، یا اللہ تو آگاہ رہنا۔

اسلام وہ واحد دین ہے جس نے عورت کو ظلم وزیادتی، بے انصافی و بے اعتدالی ذلت ونکبت اور محرومی وعاجزی سے نکال کر عزت وشرف اور احترام واکرام کا مقام دیا، عورت کے حقوق وفرائض اور مالی ومادی مراعات کا تذکرہ قرآن وسنت اور اسوۂ رسول اور اسوۂ صحابہؓ میں تفصیل سے موجود ہے۔ پھر فقہائے اسلام نے انھیں فقہی مسائل کے نام سے بیان کیا ہے یہاں آپ ﷺ کے ان ارشادات کا مختصر مطالعہ کریں گے، جو خواتین کے ساتھ رحمت وشفقت اور رافت کے سلسلے میں بیان ہوئے ہیں۔

حجۃ الوداع مشہور آخری خطبے میں آپ ﷺ نے عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے کا کتنی اہمیت سے تاکیدی حکم دیا ہے۔ اس حکم کو وصیت کے طور پر بیان کیا۔ عام طور پر وصیت کی بڑی اہمیت ہوتی ہے وصیت کرنے والا اخلاص سے وصیت کرتا ہے، جب کہ اسے لینے والا بھی اسی جذبے سے لیتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے حقوق وفرائض اور ذمہ داریاں تفصیل سے بتائیں اور ان کی سہولت اور آسانی کے لیے بعض احکام سے انہیں مستثنیٰ کیا گیا، یہ استثنا ان کی کم عقلی اور کمتری کی وجہ سے نہیں بلکہ ان سے شرعی ذمہ داریوں کا بوجھ کم کرنے کے لیے، ان کے بجائے بعض گھریلو اور اندرون خانہ کی ذمہ داریاں عائد کی گئیں، تاکہ وہ آسانی سے اپنے فرائض ادا کرسکیں۔

وہ ذمہ داریاں جو ان سے کم کی گئی ہیں ان میں امامت کبریٰ (مملکت کی صدارت)، امامت صغریٰ، (مسجد کی امامت) اکیلے حج پر جانا، جہاد، پنج وقتہ نماز باجماعت، نمازِ جمعہ، نماز عیدین، بعض گواہیاں، بعض کلیدی عہدے، میراث میں کمی، ہر ماہ کچھ نمازیں (حیض ونفاس کی وجہ) معاف ہونا، اکیلی گواہی دینے نہ جانا، اذان دینے کی ذمہ داریوں سے بری کرنا ہے۔ یہ تخفیف ان کی سہولت کے لیے کی گئی ہے، نہ کہ دیگر اسباب کی بنا پر کی گئی۔

اسلام نے ان خصوصی حیثیتوں کے علاوہ اس کی مطلق اور عمومی حیثیت کو بھی بلند کیا اسے معاشرے میں عزت وقار اور احترام کا مرتبہ دیا، اس کے معاشرتی رتبے کو بلند کیا اور حقوق میں مساوات کا اعلان کیا۔ ان حقوق ومراتب کا مختصر تذکرہ درج ذیل نکات کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔

i) **معاشرتی حقوق میں انصاف**: اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (۱۹۱)

عورتوں کے لیے بھی معروف طریقے سے ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے حقوق ان پر ہیں۔

Marfat.com

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے لیے وہ تمام معاشرتی و عائلی حقوق موجود ہیں جیسے کہ آج کے اعتدال پسند معاشرے میں اسے حاصل ہیں۔

ii) **میراث کا حق**: میراث میں جتنی حیثیتوں سے مرد کو حصے ملتے ہیں جیسے بیٹا، باپ، شوہر اور بھائی ہونے کی وجہ سے ورثے میں حصہ ملتا ہے ایسے ہی عورت کو بیٹی، ماں، بیوی اور بہن ہونے کی حیثیت سے وراثت میں سے حصہ ملتا ہے۔

iii) **ملکیت کا حق**: عورت کو ملکیت رکھنے، کاروبار کرنے، خرید و فروخت کرنے کے تمام مالی اختیارات حاصل ہیں۔

iv) **آزادی رائے**: بالغ عورت کو نکاح میں اپنی رائے دینے، اپنے شوہر سے خلع لینے، ملازمت کرنے، تعلیم حاصل کرنے اور دیگر معاشرتی و تمدنی حقوق حاصل ہیں۔

v) **قانونی حقوق میں مساوات**: مہذب معاشروں میں عورتوں کو جو قانونی حقوق حاصل ہیں اسلام نے وہ تمام حقوق دیئے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کے لیے جو مجموعہ قوانین تیار کرایا تھا اس میں عورت کی قانونی مساوات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: اِنَّ الرَّجُلَ یُقْتَلُ بِالْمَرْأَةِ (۱۹۲)
مرد کو عورت کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔

vi) **سیاسی حقوق**: عورتوں کو بنیادی سیاسی حقوق بھی دیئے گئے ہیں، جیسے ووٹ کی آزادی، مشاورت کی آزادی، حکومت کے غیر کلیدی عہدے لینے کی آزادی، جج اور قاضی، وکیل بننے کی آزادی، اسی طرح دوسری ملازمتیں ہیں۔ عورت کسی کو پناہ اور امان دے سکتی ہے، محدثین کرام نے اپنی کتابوں میں امان المرأۃ (عورت کے پناہ اور امان دینے) کے ابواب رکھے ہیں، آپ ﷺ کا ایک قول ملاحظہ کریں:

اِنَّ الْمَرْأَةَ لَتَأْخُذَ لِلْقَوْمِ یَعْنِیْ تُجِیْرُ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ (۱۹۳)
بلاشبہ عورت مسلمانوں کے فائدے کے لیے دشمن کو پناہ دے سکتی ہے۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان عورت کا کتنا مرتبہ اور مقام بڑھاتا ہے۔

حُبِّبَ اِلَیَّ مِنَ الدُّنْیَا ثَلَاثٌ النِّسَآءُ، اَلطِّیْبُ، وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَیْنِیْ مِنَ الصَّلٰوةِ (۱۹۴)
دنیا میں مجھے عورتیں اور خوشبو پیاری ہیں اور نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

Marfat.com

۳۱۔تربیت وتعلیم اوراصلاح:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیروکاروں کی تعلیم وتربیت اور اصلاح واتفاق (پختگی) کے جو طریقے متعین فرمائے اوران کے ذریعے لوگوں کی تربیت وتہذیب کی، وہ نہ صرف مثالی طریقے ہیں بلکہ آج کی جدید تحقیق کے عین مطابق ہیں اورشفقت ورحمت بھرے انداز اور علم نفسیات کوایک نئی جہت عطا کرتے ہیں۔ایک مثالی واقعہ ملاحظہ کریں اوراس پر مختلف پہلوؤں سے غور کریں۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ اِنَّ فَتًی شَابًّا اَتَی النَّبِیَّ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِئْذَنْ لِیْ بِالزِّنَا، فَقَبِلَ الْقَوْمُ عَلَیْہِ فَجَزَرُوْہُ وَقَالُوْا مَہْ مَہْ، فَقَالَ اُدْنُہْ فَدَنَا مِنْہُ قَرِیْبًا، قَالَ فَجَلَسَ قَالَ اَتُحِبُّہٗ لِاُمِّکَ؟ قَالَ لَا وَاللّٰہِ جَعَلَنِیْ فِدَاکَ، قَالَ وَلَا النَّاسُ یُحِبُّوْنَہٗ لِاُمَّہَاتِہِمْ. قَالَ اَتُحِبُّہٗ لِابْنَتِکَ؟ قَالَ لَا وَاللّٰہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ جَعَلَنِیَ اللّٰہُ فِدَاکَ، قَالَ وَلَا النَّاسُ یُحِبُّنَہٗ لِبَنَاتِہِمْ، قَالَ اَتُحِبُّہٗ لِاُخْتِکَ؟ قَالَ لَا وَاللّٰہِ جَعَلَنِیَ اللّٰہُ فِدَاکَ، قَالَ وَلَا النَّاسُ یُحِبُّوْنَہٗ لِاَخَوَاتِہِمْ. قَالَ اَفَتُحِبُّہٗ لِعَمَّتِکَ؟ قَالَ لَا وَاللّٰہِ جَعَلَنِیْ فِدَاکَ، قَالَ وَلَا النَّاسُ یُحِبُّوْنَہٗ لِعَمَّاتِہِمْ. قَالَ اَتُحِبُّہٗ لِخَالَتِکَ قَالَ لَا وَاللّٰہِ جَعَلَنِیْ فِدَاکَ، قَالَ وَلَا النَّاسُ یُحِبُّوْنَہٗ لِخَالَاتِہِمْ. قَالَ فَوَضَعَ یَدَہٗ عَلَیْہِ وَقَالَ اللّٰھُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَہٗ وَ طَھِّرْ قَلْبَہٗ وَ حَصِّنْ فَرْجَہٗ، فَلَمْ یَکُنْ بَعْدَ ذٰلِکَ الْفَتٰی یَلْتَفِتُ اِلٰی شَیْءٍ (۱۹۵)

ابی امامہؓ کہتے ہیں کہ ایک نوجوان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اوراس نے کہا یارسول اللہ (ﷺ) مجھے زنا کرنے کی اجازت دے دیں، اس پرلوگوں نے اس طرف رخ کیا، اسے ڈانٹا اور کہارک جا، رک جا، تو آپ ﷺ نے اسے فرمایا میرے قریب آؤ۔تو وہ آپ کے قریب آ گیا۔راوی کہتے ہیں کہ وہ سکون سے بیٹھ گیا، آپ نے فرمایا کیا تو اسے (زنا کو) اپنی ماں کے لیے پسند کرے گا؟ اس نے جواب دیا اللہ کی قسم نہیں، مجھے اللہ تعالیٰ آپ پر قربان کرے۔آپ ﷺ نے فرمایا دوسرے لوگ بھی اپنی ماؤں کے لیے اسے پسند نہیں کرتے، فرمایا کیا تو اسے اپنی بیٹی کے لیے پسند کرے گا؟ اس نے کہا اللہ کی قسم نہیں کروں گا، یارسول اللہ ﷺ اللہ کرے میں آپ پر قربان ہو جاؤں، آپ نے فرمایا دوسرے لوگ بھی اپنی بیٹیوں کے لیے یہ کام نہیں چاہتے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پوچھا کیا تو اسے اپنی بہن کے لیے چاہے گا، اس نے کہا اللہ کی قسم میں نہیں چاہوں گا، اللہ مجھے آپ پر

Marfat.com

قربان کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا لوگ بھی اپنی بہنوں کے لیے اسے پسند نہیں کرتے۔ آپ ﷺ کیا تو اسے اپنی پھوپھی کے لیے پسند کرے گا؟ اس نے جواب دیا اللہ کی قسم اسے پسند نہیں کروں گا، اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا لوگ بھی اسے اپنی پھوپھیوں کے لیے پسند نہیں کرتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تو اپنی خالہ کے لیے اسے پسند کرے گا، اس نے جواب دیا اللہ کی قسم اسے پسند نہیں کروں گا، آپ ﷺ نے فرمایا لوگ بھی اپنی خالاؤں کیلئے پسند نہیں کریں گے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنا (شفقت کا) ہاتھ اس پر رکھا، اور فرمایا اللہ اس کے گناہ بخش دے، اس کے دل کو پاک کردے، اور اس کی شرم گاہ کو محفوظ کردے، اس کے بعد یہ جوان کسی (بری) بات کی طرف توجہ نہیں کرتا تھا۔

اس حدیث کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک جملہ غور کا تقاضا کرتا ہے، جتنا غور کریں گے اتنے ہی تربیت کے پہلو سامنے آئیں گے۔

تعلیم وتربیت کرنے کے طریقے اور انداز کے بارے میں ایک اور حدیث کا ترجمہ ملاحظہ کریں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک دیہاتی مسجد میں داخل ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، اس دیہاتی نے کہا یا اللہ میری مغفرت فرما اور محمد ﷺ کی بھی مغفرت کر، اور ہم دونوں کے ساتھ کسی ایک کی بھی مغفرت نہ کر، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے اور فرمایا تو نے وسعت رکھنے والے کو محدود کردیا، پھر اس نے پیٹھ پھیری اور چل دیا یہاں تک کے مسجد کے کنارے پر پہنچا تو ٹانگیں پھیلا کر پیشاب کرنے لگا، یہ دیہاتی دین کی سمجھ حاصل کرنے کے بعد کہتا ہے، کہ میری طرف وہ شخص کھڑا ہوا جس پر میرے ماں باپ قربان ہوں، نہ تو آپ ﷺ نے مجھے جھڑکا اور نہ گالی دی، اس کے بعد فرمایا کہ یہ مسجد ایسی جگہ ہے جہاں پیشاب نہیں کیا جاتا، یہ تو اللہ کے ذکر اور نماز کے لیے بنائی گئی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پانی کا ڈول لانے کا حکم دیا جس کو اس کے پیشاب پر بہا دیا گیا۔ اس طرح حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ اس دوران کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک دیہاتی آیا جو مسجد میں کھڑے ہوکر پیشاب کرنے گلا، اس پر صحابہؓ نے کہا رک جا، رک جا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے پیشاب سے نہ روکو اسے چھوڑ دو، یہاں تک کہ وہ پیشاب سے فارغ ہوگیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے اسے بلا کر فرمایا یہ مسجدیں پیشاب اور گندگی کے لیے نہیں ہیں، یہ تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذکر، نماز اور قرآن کی قرأت کے لیے ہیں یا اس

Marfat.com

طرح کی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ راوی کہتا ہے کہ آپ ﷺ نے لوگوں میں سے کسی کو حکم دیا جو پانی کا ایک گھڑا لے کر آیا اور کو اس جگہ پر بہا دیا گیا۔

ایک اور روایت پڑھیے کہ حضرت انسؓ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی لیکن آپ ﷺ نے مجھے اف تک نہیں کہا اور یہ کہ یہ کام کیوں کیا اور ے کام کیوں نہیں کیا۔ (۱۹۶)

ان احادیث مبارکہ کو سامنے رکھ کر دعوت وتبلیغ اور اصلاح کے لیے لائحہ عمل بنانا چاہیے۔

۱۔ یہ حدیث دعوت وتبلیغ میں حکمت استعمال کرنے کا ایک بہترین نمونہ ہے۔

۲۔ صحابہ کرامؓ کی دینی غیرت اور اسلامی جذبہ اور نبی ﷺ کے احترام کی یہ احادیث عکاسی کرتی ہیں۔

۳۔ آپ ﷺ کا اعلیٰ صبر وتحمل اور برداشت اس سے ظاہر ہوتا ہے۔

۴۔ اس میں نفسیات کا ایک پہلو بھی سامنے آتا ہے کہ آپ تھوڑی دیر اس نوجوان کو بٹھاتے ہیں، تاکہ وہ خود اپنے قصور پر غور کرے، اور اس کی طبیعت نارمل (معتدل) ہو جائے۔

۵۔ آپ ﷺ زنا کی برائی خود اس کے جذبات واحساس سے ذہن نشین کراتے ہیں، اور اس کی زبان سے اس کی برائی اور شناعت بیان کراتے ہیں، یہ دعوت کی حکمت کا خاص نکتہ ہے۔

۶۔ اس کے لیے بخشش، عفت اور پاک دامنی کی دعا فرماتے ہیں، دعوت وتبلیغ میں دعا ایک بہت بڑا کارآمد ذریعہ اور وسیلہ ہے۔

۷۔ صحابہ کرامؓ کا غصہ اور جوش دینی غیرت وحمیت اور اس نوجوان کے مسلم ہو کر ایسی بات کرنے کی وجہ سے تھا، لہٰذا آپ ﷺ نے صحابہ کو ڈانٹا ڈپٹا نہیں بلکہ کوئی ایسی بات بھی نہیں کی۔

۸۔ ہمیں اپنے معاشرے کے افراد کو بھی ایسا ہی سمجھنا چاہیے، جیسے ہم اپنے گھر اور عزیز واقارب کے افراد کو محترم سمجھتے ہیں، اور ان کے لیے وہی جذبات رکھنے چاہییں جو اپنوں کے لیے رکھتے ہیں۔

۹۔ آج بھی ہمارے دلوں میں برائیوں کا خیال آئے یا ارادہ ہو تو کسی اللہ والے نیک صالح کے پاس جا کر اپنی خرابی بیان کرنی چاہیے اور اس کا جو علاج وہ بزرگ تجویز کریں تسلیم کرنا چاہیے۔

۳۲۔ آپ ﷺ کی جاہلوں سے نرمی اور امت پر رحمت وشفقت:

کسی فرد کا کسی مسئلے، کسی بات اور قاعدے سے بے خبر اور انجان ہونا ایک طرح کا عذر ہے اور اس پر گرفت نہ ہونے کا سبب ہے، لہٰذا ایسے لوگوں سے آپ ﷺ کا برتاؤ خصوصی نوعیت کا تھا، ایسے کئی

Marfat.com

مواقع آئے کہ جاہل اور بے خبر لوگوں نے نامناسب اور ناشائستہ حرکتیں کیں لیکن آپ ﷺ نے ان سے نہ صرف درگزر فرمایا، بلکہ انہیں پیار و محبت سے تعلیم دی کہ وہ اسے ساری عمر یاد کرتے رہتے تھے اور آپ ﷺ کی شفقت و رحمت کا تذکرہ کرتے نہ تھکتے تھے، ایک واقعہ ملاحظہ کیجئے۔

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَلْحَكَمِ السُلَمِيُ بَيْنَا اَنَا اُصَلِّيُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ اِذَا عَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقُلْتُ يَرْحَمُكَ اللهُ فَرَمَانِي الْقَوْمُ بِاَبْصَارِهِمْ فَقُلْتُ وَاثكلَ اِمِيَاهُ مَاشَانُكُمْ تَنْظُرُوْنَ اِلَيَّ فَجَعَلُوْا يَضْرِبُوْنَ بِاَيْدِيْهِمْ عَلٰى اَفْخَادِهِمْ فَلَمَّا رَاَيْتُهُمْ يُصْمِتُوْنَنِيُ لٰكِنِّيُ سَكَتُّ، فَلَمَّا صَلّٰى رَسُوْلُ اللهِ فَبِاَبِيُ هُوَ وَاُمِّيُ، مَارَاَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ اَحْسَنَ تَعْلِيْمًا مِنْهُ فَوَاللهِ مَا قَهَرَنِيُ وَلَا ضَرَبَنِيُ وَلَا شَتَمَنِيُ، قَالَ ان هٰذِهِ الصَّلٰوةَ لَا يُصْلِحُ فِيْهَا شَيْءٌ مِّنْ كَلَامِ النَّاسِ اِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيْحُ وَالتَّكْبِيْرُ وَ قِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ اَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ (۱۹۷)

معاویہ بن حکم سلمی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ لوگوں میں سے ایک آدمی کو چھینک آئی تو میں نے یرحمک اللہ کہا تو لوگ مجھے اپنی نظروں سے گھورنے لگے، تو میں نے کہا تمہارا بھلا ہو کیا ہو گیا، کیا بات ہے کہ تم مجھے اس طرح گھور کر دیکھتے ہو، تو انھوں نے اپنی رانوں پر ہاتھ مارنے شروع کر دیئے تو مجھے ایسے لگا کہ وہ مجھے خاموش کرا رہے ہیں، تو میں خاموش ہو گیا، جب رسول اللہ ﷺ نے نماز پوری کی، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں نے آپ سے زیادہ اچھی تعلیم دینے والا معلم نہ پہلے دیکھا اور نہ ہی بعد میں دیکھا، اللہ کی قسم نہ تو آپ نے مجھ پر ناراضی ظاہر کی، نہ ہی مجھے مارا اور نہ گالی دی آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس نماز میں لوگوں کی باتوں میں سے کسی بات کی گنجائش نہیں ہے یہ تو تسبیح، تکبیر اور قرآن کی قرأت ہے یا اس قسم کے الفاظ فرمائے۔

۱۔ اس حدیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو اپنی امت کا کس قدر خیال تھا اور دین کے ہر چھوٹے بڑے عمل میں اس کے افراد کا کتنا خیال اور لحاظ کرتے تھے۔

۲۔ ہمارے علماء، دعوت کا کام کرنے والوں اور دینی رہنماؤں کو اپنے پیروکاروں اور مسلمانوں کے لیے دین میں آسانی اور سہولت کی باتیں بتانی چاہیے اور دین کو مشکل اور ناقابل عمل بنا کر پیش نہیں کرنا چاہیے۔

Marfat.com

۳۳۔ باقی رہنے والی نیکیاں:

عام طور پر مذہب کے پیروکار انسان صدقہ وخیرات اپنے طور پر اپنے مذہب اور دھرم کے مطابق کرتے رہتے ہیں، بعض صدقہ وخیرات زیادہ کرتے ہیں اور بعض کم کرتے ہیں۔

اسلام نے اپنے پیروکاروں کو صدقہ وخیرات اور نیکی کے کام زیادہ سے زیادہ کرنے کی ترغیب دی ہے، ہر نوع کے بھلائی کے کام اور نیکیاں بتائی ہیں۔ یہ نیکیاں اور بھلائیاں لاتعداد اور قسمیں قسمیں ہیں۔

تاہم اسلام نے نیکی اور بھلائی کے ان کاموں کے کرنے کی ترغیب دی ہے، جو طویل عرصے تک چلنے والی ہیں، ان کے اثرات آگے سے آگے پھیلنے والے ہیں، اس سلسلے کی ایک حدیث جو ان کا اصولی طور پر احاطہ کرتی ہے دی جارہی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ اِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِیَةٍ اَوْ عِلْمٍ یَنْتَفِعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٌ صَالِحٌ یَدْعُوْلَهٗ (۱۹۸)

حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب انسان فوت ہوتا ہے تو سوائے تین اعمال کے اس کے اعمال کا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے، صدقہ جاریہ (جاری رہنے والی نیکی) یا علم جس سے نفع حاصل ہوتا ہے، یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہے۔

اسلام میں جن نیکیوں اور صدقات کو پسند کیا گیا ہے، وہ نیکیاں ہیں جن کے اثرات لمبے عرصے چلیں، اس سے ان نیکیوں کے کرنے والوں کو قبر میں ثواب ملتا رہے گا، اور بڑھتا جائے گا۔ ہمارے معاشروں میں عام طور پر فوت ہونے والے کے پیچھے کھانے کی خیرات کرتے ہیں، جس میں امیر و غریب سب کھاتے ہیں، ان میں بعض ایسے صاحب حیثیت اور صاحب مال و دولت ہوتے ہیں جو صدقہ وخیرات لینے اور کھانے کے اہل نہیں ہوتے وہ بھی کھانے میں شریک ہوتے ہیں اور بعض معاشروں میں ایسے لوگوں کو سب سے پہلے اور اچھی جگہ بٹھا کر اور قسمیں قسمیں طعام کھلاتے ہیں جب کہ غرباء ومساکین اور مستحق لوگ آخر میں ہوتے ہیں بلکہ عام فقراء کو تو آخر میں بچا کھچا کھانا دیتے ہیں۔

بعض صدقہ جاریہ کے کام ذیل میں دیئے جارہے ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام کے دور اور بعد کے ادوار میں ہوئے ہیں۔

Marfat.com

۱۔ مدینہ منورہ میں میٹھے پانی کی تنگی تھی، خاص طور پر جب مسلمان آئے تو میٹھا پانی یہودیوں کے ہاتھ میں تھا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو میٹھے پانی کے کنویں خرید کر وقف کرنے کی ترغیب دی تو حضرت عثمانؓ نے بئر رومہ خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔

۲۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام نے کثرت سے مساجد تعمیر کرائیں۔ یہ جب تک آباد رہیں گی ان میں نماز پڑھنے، قرآن مجید کی تلاوت کرنے، اور دینی علم پڑھنے اور پڑھانے کی وجہ سے مسجد بنانے والوں کو اجر پہنچتا رہے گا۔

۳۔ حضرت عمر فاروقؓ اور بعد کے صلحاء نے مسافر خانے تعمیر کرائے، تاکہ یہ جب تک قائم رہیں گے تعمیر کرنے والوں کو ثواب ملتا رہے۔

۴۔ بلاد اسلامیہ میں بڑی کثرت سے مدارس، تعلیم گاہیں اور تدریسی عمارتیں قائم ہوئیں، ان کے بعد بھی قائم رہیں۔ بعض صلحاء نے جب تک قرآن مجید اور دوسری دینی کتب ہاتھ سے لکھی جاتی تھیں خود لکھ کر اور جب طباعتی پریس کا زمانہ آیا تو چھپوا کر عام کیں۔ اس کا ثواب ان کو ملتا رہے گا۔

۵۔ اس طرح کئی صدقہ جاریہ کے کام کیے گئے جیسے پل بنوانا، راستے بنوانا، سایہ دار اور پھل دار درخت لگوانا۔

۶۔ اس نوع میں دعوت وتبلیغ بھی ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا:

فَوَ اللّٰہِ لَاَنْ یَھْدِیَ اللّٰہُ بِکَ رَجُلًا وَاحِدًا خَیْرٌ لَکَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ (۱۹۹)

''اللہ کی قسم اگر تمہارے ذریعے اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو ہدایت دے دے تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے''۔ اس سے اندازہ کریں کہ ایسا کام جس کے اثرات آگے بڑھیں اور پھیلیں وہ صدقہ جاریہ ہے اور اس کا ثواب جاری رہے گا۔

۷۔ طالب علموں کی مالی، اخلاقی اور قانونی مدد کرنا، خاص طور پر ان علوم میں جو ملک وملت اور مملکت و ریاست کے لیے مفید ہیں۔

۳۴۔ امت کے لیے سہولت چاہنا:

نبی اکرم ﷺ قیامت تک تمام مخلوقات، حجر وشجر کے لیے رحمت بن کر آئے، آپ کی اس عمومی رحمت کا فیض ہر ذی روح اور غیر ذی روح نباتات، جمادات وموجودات کو پہنچا ہے، اور کوئی اس سے محروم نہیں رہا۔ انسانوں میں سے جن سعید لوگوں نے آپ کی نبوت ورسالت کو تسلیم کیا اور ایمان لائے

Marfat.com

انہیں آپ ﷺ کی خصوصی رحمت نصیب ہوئی اور آپ نے ان پر شفقت کرتے ہوئے ان کے لیے دین کے احکام میں عمل کرنے کے لیے آسانی فرمادی، ایسی آسانی جس میں ہر شخص اپنی بساط کے مطابق عمل کر سکے اور تنگی اور حرج محسوس نہ کرے۔ اس سہولت کی چند باتیں نمونے کے طور پر دی جارہی ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ، خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِن عِنْدِیْ وَھُوَ قَرِیْرُ الْعَیْنِ طِیْبُ النَّفْسِ ثُمَّ رَجَعَ اِلَیَّ وَھُوَ حَزِیْنٌ. فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ خَرَجْتَ مِنْ عِنْدِیْ وَ اَنْتَ طِیْبُ النَّفْسِ وَ رَجَعْتَ وَ اَنْتَ حَزِیْنٌ؟ فَقَالَ اِنِّیْ دَخَلْتُ الْکَعْبَةَ وَوَدَدْتُ اَنِّی لَمْ اَکُنْ فَعَلْتُ اَنِّیْ اَخَافُ اَنْ اَکُوْنَ اَتْعَبْتُ اُمَّتِیْ مِنْ بَعْدِیْ (۲۰۰)

حضرت عائشہؓ صدیقہ رضی اللہ عنہما روایت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے اس حالت میں نکلے کہ آنکھوں کی ٹھنڈک لیے ہوئے اور خوش دل تھے، پھر جب میرے پاس لوٹے تو غمگین تھے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) آپ جب میرے پاس سے تشریف لے گئے تھے تو خوش تھے اور جب لوٹے تو آپ غمگین تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں کعبۃ اللہ میں داخل ہوا، لیکن میں چاہتا ہوں کہ میں ایسے نہ کرتا کیوں کہ مجھے ڈر ہے کہ میں نے اپنے بعد آنے والی امت کو تکلیف میں ڈالا ہے۔

اسی مضمون کی دو روایتیں اور آتی ہیں۔ سعید بن ابی بردہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ نبی ﷺ نے میرے والد اور معاذ بن جبلؓ کو یمن کی طرف (حاکم بنا کر) بھیجا تو فرمایا:

یَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا، وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَ تَطَاوَعَا (۲۰۱)

تم دونوں آسانی کرنا اور تنگی نہ کرنا اور بشارت و خوش خبری دینا اور نفرت نہ دلانا اور دونوں ایک دوسرے کی اطاعت کرنا۔

اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ وَلَنْ یُّشَادَ الدِّیْنَ (اَحَدٌ) اِلَّا غَلَبَہٗ، فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا، وَابْشِرُوْا وَاسْتَعِیْنُوْا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَیْءٌ مِنَ الدَّلْجَةِ (۲۰۲)

دین آسان ہے اور جو کوئی دین میں شدت اختیار کرے گا تو اس پر غالب آجائے گا، پس مضبوط رہو، ایک دوسرے کے قریب ہو، خوش خبری دو اور مدد حاصل کرو صبح کے وقت سفر کرنے سے اور شام کو کچھ اندھیرا چھانے تک۔

Marfat.com

ان احادیث پر غور کرنے سے یہ نکات سامنے آتے ہیں:

۱۔ اسلام میں غلو نہیں ہے، قرآن مجید میں بھی غلو سے روکا گیا ہے۔

۲۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب دو باتیں یا دو طریقے کام کے پیش کیے جاتے تو آپ آسان طریقہ اختیار کرتے، پہلی حدیث مبارک میں اسی سہولت کا تذکرہ ہے۔

۳۔ دعوت و تبلیغ کے لیے مبلغین اور داعی حضرات کو بھیجتے ہوئے واضح ہدایت کرتے کہ آسانی کرنا، سہولت پیدا کرنا اور مشکلات پیدا نہ کرنا۔

۴۔ کمزوروں، ضعیفوں اور ابتلا میں ڈگمگانے والوں کے لیے آسان راستہ نکالنا چاہیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور سیرت صحابہ سے ایسی مثالیں ملتی ہیں۔

۵۔ اسلام پر عمل کرنے والوں اور اس کے قریب آنے والوں کے لیے دین کی باتوں کو پرکشش، دلچسپ اور پسندیدہ بنا کر پیش کرنا چاہیے اور مشکل بنا کر پیش نہیں کرنا چاہیے۔

۶۔ افہام و تفہیم میں ایسا دلچسپ طریقہ اور انداز اختیار کیا جائے کہ سننے والوں کے دل میں اتر جائے۔

۷۔ کسی مسئلے، بات اور عمل میں صحیح تاویل سے دو پہلو نکلتے ہوں تو آسان پہلو اختیار کرنا چاہیے۔

۳۵۔ مظلوموں اور بے کسوں کی مدد:

انسانی تاریخ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت کا دور ظلم و ستم اور بربریت کا دور تھا کمزوروں پر زور و جبر اور ظلم و ستم عام تھا۔ نبوت سے پہلے آپ ﷺ کی جو باتیں معلوم ہوتی ہیں ان میں سے نمایاں اور اہم بات یہ ہے کہ آپ لوگوں پر ظلم ہوتا دیکھ کر کڑھتے رہتے اور اس کے سدباب کے لیے سوچتے رہتے۔ اور اس کے روکنے کے لیے جو کوششیں ہوتی ان میں شریک ہوتے۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی حلف الفضول میں آپ کا شرکت کرنا ہے، نیز اس کا اندازہ حضرت خدیجۃ الکبری کی اس روایت سے ہوتا ہے جو انھوں نے پہلی وحی کے نازل ہونے کے وقت کہی تھی:

> اللہ کی قسم اللہ آپ کو کوئی تکلیف پہنچنے نہیں دے گا، کیوں کہ آپ رشتہ داروں کی صلہ رحمی کرتے ہیں، سچی بات کہتے ہیں، بے سہارا لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، ناداروں کے خود کام کر دیتے ہیں، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کی راہ میں پہنچنے والی تکلیفوں پر مدد کرتے ہیں۔ (۲۰۳)

Marfat.com

مظلوموں کی مدد کرنے کے بارے میں ایک حدیث ملاحظہ کریں:

عَنْ بَرَاءَ بْنِ عَازِبٍ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِسَبْعٍ وَ نَهَانَا بِسَبْعٍ، فَذَكَرَ عِيَادَةَ الْمَرِيْضِ، وَ اِتِّبَاعَ الْجَنَائِزِ وَ تَشْمِيْتَ الْعَاطِسِ وَ رَدَّ السَّلَامِ وَ نَصْرَ الْمَظْلُوْمِ وَاِجَابَةَ الدَّاعِیْ وَ اِبْرَارَ الْمُقْسِمِ (۲۰۴)

حضرت براء بن عازب کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات باتیں اختیار کرنے کا حکم دیا اور سات کاموں سے روکا، پھر انھوں نے بیمار کی عیادت کرنے، جنازے میں شرکت کرنے، چھینکنے والے کا جواب دینے، سلام لوٹانے، مظلوم کی مدد کرنے، دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنے اور قسم کھانے والے کو قسم سے بری کرانے کا بیان کیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کے بعد تو مسلسل کوشش کی کہ لوگوں سے جور و جبر ختم ہو اور کسی پر ظلم نہ ہونے پائے، عدل و انصاف کا معاشرہ قائم ہو اور لوگ امن و سکون اور سلامتی و عافیت سے زندگی گزاریں، چنانچہ آپ ﷺ نے مظلوموں اور ظلم و ستم میں پسے ہوئے لوگوں سے تعاون کرنے اور مجبوروں اور بے بسوں کی فریادرسی کرنے کے لیے ہدایات دیں۔

حضرت براء بن عازب کی روایت میں بیان کردہ تمام باتیں ایسی ہیں جو معاشرتی اور اجتماعی زندگی سے تعلق رکھتی ہیں اور ان پر مسلمان کسی حد تک عمل بھی کرتے ہیں، البتہ دو کام ایسے ہیں کہ ان کی طرف بہت کم توجہ کی جاتی ہے، ایک مظلوم کی مدد کرنا اور دوسرے کسی شخص کی ضروری ذمہ داری کی ادائیگی میں مدد کرنا، جب کہ اسلام نے ظلم اور مصیبت میں مبتلا شخص کی مدد کرنے، اس سے ہمدردی کرنے اور اسے ظلم سے چھٹکارا دلانے پر بہت زور دیا ہے بلکہ ظالم و مظلوم دونوں سے خیر خواہی کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اُنْصُرْ اَخَاکَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا، قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ هٰذَا نَنْصُرُهٗ مَظْلُوْمًا فَكَيْفَ نَنْصُرُهٗ ظَالِمًا؟ قَالَ تَاْخُذُ فَوْقَ يَدَيْهِ (۲۰۵)

تو اپنے بھائی کی مدد کر چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک شخص نے کہا اللہ کے رسول (ﷺ) مظلوم ہونے کی صورت میں تو اس کی مدد کروں گا، لیکن اس کے ظالم ہونے کی صورت میں کس طرح مدد کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اسے ظلم کرنے سے روک دو یہی اس کی مدد کرنا ہے۔

اس ارشاد پر غور کیجیے کہ آپ ﷺ نے کس طرح ظالم و مظلوم دونوں سے خیر خواہی کرنے، اور ان

Marfat.com

کو برائی سے بچانے کی ترکیب بتائی اور دونوں کے لیے خیر خواہی کا جذبہ ابھارا۔

ابوداؤد کی ایک روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، تو وہ نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اس کو اس کے دشمن کے حوالے کرے، جو کوئی اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں رہے گا، تو اللہ اس کی ضرورت پوری کرے گا، اور جو کوئی کسی مسلمان کی تنگی دور کرے گا تو اللہ اس کے بدلے قیامت میں اس کی تنگی دور فرمائے گا اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا پردہ رکھے گا۔(۲۰۶)

مسلمان کی ایک ذمہ داری یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کی عزت و آبرو کی کا غائبانہ اور پس پشت حفاظت کرے اور اسے نقصان و بربادی سے بچائے۔ آپ ﷺ کا ایک اہم ارشاد ہے:

اَلْمُؤْمِنُ مِرَاۃُ الْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنِ یَکُفُّ عَنْہُ ضَیْعَتَہٗ وَ یَحُوْطُہٗ مِنْ وَرَائِہٖ (۲۰۷)

مومن مومن کا آئینہ ہے، اور مومن مومن کا بھائی ہے، وہ اس کو بربادی سے بچاتا ہے اور پیٹھ پیچھے اس کی حفاظت کرتا ہے۔

قرآن مجید کی سورۂ قصص (۲۰۸) میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک مظلوم اسرائیلی کی مدد کرنے کا تذکرہ ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں مفتی محمد شفیعؒ نے لکھا ہے:

اس ارشاد سے دو مسئلے ثابت ہوئے۔ اول یہ کہ مظلوم اگرچہ کافر یا فاسق ہی ہو اس کی امداد کرنا چاہیے، دوسرا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ کسی مجرم ظالم کی مدد کرنا جائز نہیں۔(۲۰۹)

مومن مومن کا آئینہ ہے۔ یہ حدیث جوامع الکلم کی قسم سے ہے۔ یعنی الفاظ تھوڑے مفہوم زیادہ۔ اس کی تشریح میں آئینہ دیکھنے والے اور آئینے کا تصور کیجئے تو کئی باتیں ذہن میں آئیں گی۔

۱۔ آدمی جب آئینے میں اپنا چہرا دیکھتا ہے اور وہ کوئی عیب بتاتا ہے تو آئینہ دیکھنے والا اسے توڑتا نہیں بلکہ اپنا عیب دور کرتا ہے۔

۲۔ آئینے کو اپنے چہرے کے سامنے رکھتا ہے تب شکل نظر آتی ہے، اسی طرح اپنے بھائی کی بات سننے کے لیے اسے اپنے برابر کا سمجھے۔

۳۔ آئینہ اتنا ہی عیب بتائے گا جتنا ہوگا، کبھی بھی گھٹا بڑھا کر نہیں بتائے گا۔

۴۔ جب آئینے کی طرف انسان رجوع کرے گا تب اس کی شکل بتائے گا۔

۵۔ پھر آئینہ جب سامنے سے ہٹ جائے گا تو پھر عیب کسی اور سے بیان نہیں کرے گا، یعنی غیبت اور عیب جوئی نہیں کرے گا۔

Marfat.com

اس حوالے سے اسلامی تعلیمات کی چند باتیں نکات کی صورت میں درج ذیل ہیں:

۱۔ اگر قوت ہو تو برائی اور ظلم کو ہاتھ سے روکنا چاہیے۔

۲۔ بصورتِ دیگر برائی اور ظلم کو زبان سے برا کہنا چاہیے۔

۳۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کم از کم اپنے دل میں اسے برا سمجھنا چاہیے۔

۴۔ مظلوم کی مدد کے کیے طریقے ہیں، جیسے ان کو مجاز اتھارٹی کے پاس لے جانا، اس کی فریاد حکام بالا تک پہنچانا، صحیح مشورہ دینا۔

۵۔ اسے ظلم سے بچنے کا مشورہ دینا، اس کی رہنمائی کرنا۔

۶۔ جماعتوں، تنظیموں اور طاقت ور گروہوں کو ظلم سے روکنے کے لیے ترغیب دینا۔

۷۔ مظلوم سے کم از کم زبانی ہمدردی کرنا۔

۸۔ مظلوم کی مالی، قانونی و اخلاقی امداد کرنا جس سے وہ ظلم سے بچ سکے۔

۹۔ آج کل کے دور میں اسے میڈیا تک لے جانا۔

۳۶۔ مسافروں کے حقوق:

گھر سے کٹے ہوئے اور اس سے دور افتادہ لوگوں میں ایک طبقہ مسافروں کا ہے، اگلے وقت میں سفر کئی ہفتوں، مہینوں، بلکہ سالوں کا ہوتا تھا، بعض اوقات ایک مسافر سفر میں لٹ جاتا تھا یا اس کا زادِ راہ اور سفر خرچ ختم ہونے سے خالی ہاتھ رہ جاتا تھا۔ اس سے ملتی جلتی کئی حالتیں بھی ہو سکتی ہیں اور ہو جاتی ہیں جیسے بیمار ہونا، کسی کو رقم ادھار دینا اور بروقت واپس نہ ملنا۔ اسلام نے ان کے ساتھ ہمدردی اور تعاون کی تلقین کی ہے۔ ایک صورت یہ ہے کہ اسے مال زکوٰۃ میں سے حصہ دلایا تاکہ وہ اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے ساتھ کچھ ساتھ لے کر جائے۔ اسے باقاعدہ زکوٰۃ کا حق دار اور مستحق قرار دیا گیا، اگرچہ وہ اپنے گھر اور وطن میں مال دار کیوں نہ ہو اور خود صاحب نصاب ہی کیوں نہ ہو، پھر نفلی صدقات میں بھی ان کا حصہ رکھا ہے۔ ارشاد ربانی ہے آپ لوگ پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ جواب دو کہ جو مال بھی تم خرچ کرو اپنے والدین پر، رشتہ داروں پر، یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کرو اور جو بھلائی بھی تم کرو گے اللہ اس سے باخبر ہوگا، (۲۱۰)

دوسری صورت یہ ہے کہ اس کے مسلمان بھائی اس کے لیے سہولتیں مہیا کریں، اسے کھانا کھلائیں، اور اس کی رہائش کا بندوبست کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافروں کے لیے زمین کا

Marfat.com

ایک قطعہ مختص کردیا تھا تا کہ ان کی ضروریات پوری ہوں۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ اَخِیْ جُوَیْرِیَّةَ بِنْتِ الْحَارِثِ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ مَا تَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عِنْدَ مَوْتِهٖ دِیْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَّ عَبْدًا وَّ اَمَةً وَلَا شَیْءٍ اِلَّا بَغْلَةَ الْبَیْضَاءِ الَّتِیْ یَرْکَبُهَا وَ سَلَاحَهٗ وَ اَرْضًا جَعَلَهَا لِابْنِ السَّبِیْلِ صَدَقَةً (۲۱۱)

حضرت عمرو بن حارث جو حضرت جویریہ بنت حارث ام المؤمنینؓ کے بھائی ہیں کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت کوئی دینار، درہم، غلام لونڈی اور کوئی چیز نہیں چھوڑی تھی، بس ایک سفید خچر جس پر آپ سوار ہوتے تھے اور اپنے ہتھیار اور زمین کا ایک قطعہ جسے آپ نے مسافروں کی بھلائی کے لیے صدقے کے طور پر مختص کردیا تھا۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسافروں کے لیے مستقل بندوبست کرنا چاہتے تھے۔

آج کی جدید تہذیب نے ہم سے بہت سی اسلامی اقدار چھین لی ہیں اور بہت سی اسلامی اقدار سے بے گانہ کردیا ہے، ورنہ آج سے سو سال پہلے تک یہ تمام سہولتیں حاصل تھیں، البتہ ان کے نام و نشان تو تا حال موجود ہیں جو آگے چل کر ناپید ہو جائیں گے۔ راقم الحروف نے مدینہ منورہ میں ۱۹۷۳ء تک بعض سرائیں دیکھی ہیں، جن میں حجاج کرام، عمرے والوں، زائرین اور مسافروں کے لیے تمام بندوبست تھا، ایسے ہی مکہ مکرمہ میں سرائیں اور مسافر خانے تھے۔ لیکن آج وہ ناپید ہوگئے ہیں۔ احادیث مبارکہ اور آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے جو مسافروں کے حقوق معلوم ہوتے ہیں، ان میں سے چند درج ذیل ہیں، تاہم یہ سہولتیں اسی وقت مہیا کی جاسکتی ہیں جب پوری طرح معلوم ہو جائے کہ یہ شخص واقعی مدد کا مستحق ہے۔

۱۔ رفاہی ادارے اپنے بجٹ میں مسافروں کا فنڈ رکھیں اور ضرورت مند مسافروں کی مدد کریں۔

۲۔ مسافر خانہ، سرائے یا مسجد کے پاس ایک کمرہ مسافروں کے لیے مہیا کیا جائے، جو صرف مسافروں کے استعمال میں آئے۔

۳۔ مسافر کو جو اپنے وطن، ٹھکانے اور گھر جانا چاہے تو اسے کرایہ اور سفر خرچ دیا جائے۔

۴۔ اسے مفت کھانا مہیا کیا جائے۔ یہ کھانا صدقات واجبہ سے مہیا کیا جاسکتا ہے۔

۵۔ مسافر بیمار ہو جائے تو اس کا علاج کرایا جائے اور دوائیاں لے کر دی جائیں۔

Marfat.com

۶۔ اسلامی حکومت کو چاہیے کہ محکمہ زکاۃ میں مسافروں کی ایک مد موجود ہو جس سے ان کی مدد کی جائے۔ جب کوئی حادثہ یا آفت ہنگامی ہو تو مسافروں کی مدد کی جائے، اس طرح وہ ہر ایک کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے۔

۳۷۔ جانوروں کے حقوق اور ان پر شفقت:

اللہ کی مخلوق پر اسلام کی شفقت و رحمت کا دائرہ تمام مخلوقات تک پھیلا ہوا ہے، اس میں بے زبان جانور اور دیگر حیوانات شامل ہیں۔ اس نے ان کے ساتھ شفقت و رحمت کا سلوک کرنے، ان کے حقوق ادا کرنے اور ان کی خدمت کرنے کی ترغیب دی ہے، انہیں بے جا ایذا دینے، ان سے ان کی بساط سے بڑھ کر کام لینے اور انہیں چارے پانی سے محروم کرنے کی ممانعت کی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور آپ کے فرمودات مبارکہ سے ان کے جو حقوق و آداب معلوم ہوتے ہیں، ان کا مختصر سا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

عَنْ سُهَيْلِ بْنِ الْحَنْظَلِيَّةِ قَالَ مَرَّ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِبَعِيْرٍ قَدْ لَحِقَ ظَهْرُهُ بِبَطْنِهِ فَقَالَ اتَّقُوا اللهَ فِيْ هٰذِهِ الْبَهَائِمِ الْمُعْجَمَةِ فَارْكَبُوْهَا صَالِحَةً وَ اُتْرُكُوْهَا صَالِحَةً (۲۱۲)

سہیل بن حنظلیہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک اونٹ کے پاس سے ہوا جس کی پیٹھ اس کے پیٹ سے (بھوک کی وجہ سے) لگ گئی تھی۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، ان پر اچھی حالت میں سوار ہو، اور اچھی حالت میں ان کو چھوڑو۔

جب انسان ان سے اپنے ضرورت کے کام لیتا ہے تو انہیں اچھی طرح کھلائے، پلائے ان کی بساط اور طاقت کے مطابق کام لے اور ان کے آرام اور راحت کا خیال کرے، اتنا کام نہ لے کہ وہ ادھ مرا ہو جائے اور مزید کام نہ کر سکے، ان کے چارے، پانی اور آرام کا خیال نہ رکھنا اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا سبب ہے۔

اس دنیا کی رونق، انسان کی زیب و زینت اور اس کی بے شمار ضروریات و حاجات کی تکمیل میں جن چیزوں کا کردار رہا ہے ان میں اہم حصہ جانوروں کا ہے، خاص طور پر ان جانوروں کا جن کا انسان گوشت، پوست اور دودھ استعمال کرتا ہے، اور انہیں اپنی سواری اور بار برداری میں استعمال کرتا ہے،

Marfat.com

اگرچہ مشینی ایجادات نے کسی قدر بار برداری کے لیے جانورون کا استعمال کم کردیا ہے، تاہم ان کی ضرورت رہتی دنیا تک باقی رہے گی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں جانوروں کے چند حقوق کا مختصر سا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ سفر وحضر میں جانوروں کی آسائش اور آرام کا خیال رکھنا چاہیے، جہاں ان کے لیے گھاس چارہ اور پانی اوران کی حفاظت کا بندوبست ہو وہاں ٹھہر کران کو چرانا چگانا چاہیے، اور جہاں خشک سالی ہو وہاں سے تیزی سے گزرنا چاہیے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب تم لوگ سرسبزی وشادابی کے زمانے (اور علاقے) میں سفر کروتو اونٹوں کو زمین کی سرسبزی سے فائدہ پہنچاؤ اور جب قحط کے زمانے میں سفر کروتو ان کو تیزی سے چلاؤ۔(۲۱۳)

۲۔ جو جانور جس کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے اس سے وہی کام لینا چاہیے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو ایک مثال کے ذریعے سمجھایا ہے کہ ایک شخص بیل پر سوار ہو کر جارہا تھا کہ بیل نے اس کی طرف منہ موڑ کر کہا کہ میں اس کے لیے پیدا نہیں کیا گیا ہوں۔(۲۱۴)

جانوروں کو اس کی تخلیق کے برخلاف استعمال کرنے کی ممانعت کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

اپنے جانوروں کی پیٹھ کو منبر نہ بناؤ، اللہ تعالیٰ نے انھیں تمہارا فرماں بردار صرف اس لیے بنایا ہے کہ وہ تمہیں ایسے مقامات پر پہنچادیں جہاں تم بڑی مشقت سے پہنچ سکتے تھے۔تمہارے لیے اللہ نے زمین کو پیدا کیا، سو اپنی ضرورتیں اس پر پوری کرو۔(۲۱۵)

۳۔ جانوروں کے منہ پر چوٹ مانے، پیٹنے اور منہ پر داغ دینے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا اور ایسا کرنے والے شخص کو ملعون قرار دیا۔(۲۱۶)

۴۔ جانوروں کو آپس میں لڑانے کی ممانعت کی گئی ہے، جانوروں کو آپس میں لڑانے سے وہ زخمی ہوتے ہیں، تکلیف اٹھاتے ہیں بلکہ بعض مارے جاتے ہیں، پھر یہ کام شغل، تماشے اور تفریح کے لیے ہو تو اور برا ہے۔

برصغیر کے بعض علاقوں میں جانوروں اور پرندوں کو آپس میں لڑانے، کتوں اور ریچھوں کو لڑانے کا رواج ہے، جو شرعی، اخلاقی اور قانونی لحاظ سے برا فعل ہے، پھر لوگ اس پر جوا کھیلتے ہیں اور شرطیں رکھتے ہیں جو صریح حرام اور گناہ ہے۔البتہ سواری کو چست اور چاق و چوبند رکھنے کے لیے دوسرے جانوروں کے آپس میں مقابلے رکھے جائیں جس میں نیت جہاد، نیکی اور بھلائی کی

Marfat.com

ہے تو جائز ہے لیکن لڑانے اور دوڑ کے مقابلے کا فرق واضح ہونا چاہیے۔

۵۔ جانوروں کا شکار کرنا۔ حلال جانوروں کا شکار کرنا، ذبح کرنا، شکار کی نیت سے پکڑنا اور کھانا جائز ہے، لیکن شکار برائے شکار کرنا، مار کر چھوڑ دینا، ذبح نہ کرنا اور گوشت استعمال نہ کرنا منع ہے، اس لیے حلال جانور کو بوقت ضرورت اور بقدر ضرورت شکار کرنا چاہیے۔

جو درندے نقصان نہیں پہنچاتے اور ان کا گوشت بھی نہیں کھایا جاتا، ان کا مارنا، شکار کرنا اور ان کو ستانا نہیں چاہیے، البتہ کسی ضرورت کے تحت ان کا شکار کیا جائے تو اجازت ہے یا کسی نقصان کو روکنے کے لیے کیا جائے تو جائز ہے۔

۶۔ جو چھوٹے جانور کوئی نقصان نہیں پہنچاتے یا انسانوں کو ان سے کسی قسم کا فائدہ پہنچتا ہے ان کا مارنا بھی جائز نہیں ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے خاص طور پر نام لے کر چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد، اور صرد (بلبل) کو مارنے سے منع فرمایا۔ (۲۱۷)

۷۔ جو جانور مارے جائیں یا ذبح کیے جائیں، ان کے مارنے یا ذبح کرنے میں بھی ہر طرح نرمی اختیار کی جائے، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کرنا لازم کیا ہے، اس لیے جب تم کسی جانور کو مارو تو اچھے طریقے سے مارو اور جب ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو، ذبح کرنے والا چھری تیز کرے اور اپنے ذبیحے کو آرام پہنچائے۔ (۲۱۸)

فقہائے اسلام نے جانوروں کے حقوق کے بارے میں جو تفصیلی قانون سازی کی ہے، اس کے مطالعے سے اسلام کی وسعت نگاہی، آفاقیت، اور ہر دور کی ضروریات کے متعلق رہنمائی ملتی ہے۔

۳۸۔ پرندوں کے حقوق اور ان پر شفقت و رحمت:

اس دنیا کی رنگینی، دلکشی، سرسبزی و دلربائی جن باتوں اشیاء اور مخلوق کی وجہ سے ہے ان میں سے پرندے بھی ہیں، پرندوں کو اللہ تعالیٰ نے گوناگوں اور رنگ برنگی شکلوں اور دل پسند، اور دل لبھانے والی صورتوں میں پیدا کیا ہے، پھر ان کو اڑنے، گھومنے پھرنے، لمبے راستے طے کرنے اور ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر کرنے کی طاقت بخشی اور ان کی پیاری پیاری بولیاں رکھی یہ اللہ کی قدرت کاملہ کا مظہر ہے، باری تعالیٰ نے اپنی کتاب میں متعدد آیات میں پرندوں کا تذکرہ کیا ہے اور سورۂ ملک میں تو اسے اپنی قدرت کاملہ اور دنیا کی تمام اشیاء پر گرفت کی نشانی بتایا ہے، ارشاد ربانی ہے:

اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّیَقْبِضْنَ ۛ مَا یُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ۛ اِنَّهٗ

Marfat.com

بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيْرٌ ۝ (۲۱۹)

کیا یہ لوگ اپنے اوپر اڑنے والے پرندوں کو پر پھیلاتے اور سکیڑتے نہیں دیکھتے؟ رحمان کے سوا کوئی نہیں جو انہیں تھامے ہوئے ہو، وہی ہر چیز کا نگہبان ہے۔

ہزاروں قسم کے مختلف نوع وجنس کے پرندے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے بھی رحمت ہیں۔ پرندوں پر رحمت اور شفقت کے سلسلے کی ایک حدیث ملاحظہ کریں:

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم آپ کے ساتھ تھے کہ ایک شخص سامنے آیا جس نے چادر اوڑھی ہوئی تھی اور اس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی، جس پر اس نے چادر لپیٹ رکھی تھی۔ اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے جب آپ کو دیکھا تو آپ کی طرف رخ کیا پھر میں درختوں کے ایک جھنڈ کے پاس سے گزرا تو اس میں پرندے کے بچوں کی آوازیں سنیں تو میں نے ان کو پکڑ کر اپنی چادر میں رکھ لیا، اتنے میں ان کی ماں آ گئی اور میرے سر پر چکر لگانے لگی، میں نے ان بچوں سے کپڑا ہٹایا تو وہ ان پر گر پڑی اور ان کے ساتھ بیٹھ گئی۔ پھر میں نے اس کو اپنی چادر میں لپیٹ لیا، اب یہ رہے میرے ساتھ، آپ ﷺ نے فرمایا ان کو اپنے سے دور کر دو، تو میں نے ان کو اپنے سے دور کیا لیکن ان کی ماں نے ان کو نہیں چھوڑا، اس پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا کہ کیا تم لوگ بچوں کی ماں (چڑیا) کا اپنے بچوں پر رحم کھانے پر تعجب کر رہے ہو، انھوں نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہ نسبت بچوں کی اس کی ماں کے جو وہ اپنے بچوں پر شفقت کر رہی ہے، زیادہ رحیم ہے، ان کو لے جاؤ اور وہاں ان کو چھوڑ دو جہاں سے تم نے ان کو لیا ہے، اور ان کی ماں کو بھی ساتھ رکھو، چنانچہ وہ شخص ان کو لے کر لوٹا، اور ان کو وہاں پر چھوڑا جہاں سے ان کو لیا تھا۔ (۲۲۰)

نبی اکرم ﷺ کی سیرت اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں پرندوں کے کچھ حقوق سامنے آتے ہیں۔

۱۔ کسی ذی روح (چرند اور پرند) کو باندھ کر نشانہ نہ بنایا جائے، ایک بار ایک لڑکا اس طرح مرغی کو باندھ کر تیر کا نشانہ بنا رہا تھا، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے مرغی کو کھول دیا اور مرغی کے ساتھ اس لڑکے کو لے کر اس کے خاندان میں آئے اور کہا کہ اس لڑکے کو اس سے منع کرو۔ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح سے جانور کو یا کسی اور جاندار کو نشانہ بنانے کی ممانعت فرمائی ہے۔ اسی طرح کچھ اور لوگ مرغی کو باندھ کر نشانہ بنا رہے تھے۔ دوسری روایت میں حضرت عبد اللہ بن عمر کا گزار ہوا تو وہ لوگ بھاگ گئے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ ایسا کس نے کیا

Marfat.com

ہے۔ جولوگ ایسا کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ان کوملعون قرار دیا ہے۔(۲۲۱)

۲۔ ناحق اور بلاضرورت کسی پرندے کوقتل کرنے کو گناہ قرار دیا گیا، ایک حدیث میں ہے کہ اگر کسی نے کنجشک یا اس سے بھی کسی چھوٹے جانور کو اس کے حق کے بغیر ذبح کیا تو اللہ اس کے متعلق اس سے باز پرس کرے گا، صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ (ﷺ) اس کا حق کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ اسے ذبح کرے اور کھائے یہ نہیں کہ اس کا سر کاٹ کر پھینک دے۔(۲۲۲)

سنن نسائی میں ہے کہ جو چڑیا کو بلاضرورت مارے گا وہ قیامت کے دن اللہ کے ہاں فریاد کرے گی کہ فلاں نے مجھے بلاضرورت مارا اس کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔(۲۲۳)

۳۔ کنکر، پتھر یا غلیل چلانے کی بھی ممانعت کی گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے نہ شکار ہوسکتا ہے نہ دشمن شکست کھا سکتا ہے البتہ اس سے دانت ٹوٹ سکتا ہے اور آنکھ پھوٹ سکتی ہے۔(۲۲۴)

۴۔ پرندوں، مرغوں کو باہم لڑانے سے منع کیا گیا، اس سے وہ زخمی ہوکر تکلیف پاتے ہیں۔(۲۲۵)

۵۔ جس زمانے میں پرندے انڈے اور بچے دیتے ہیں اس زمانے میں ان کا شکار نہیں کرنا چاہیے۔

۶۔ ان کو ان کے گھونسلوں سے نکالنا اور بے گھر کرنا منع ہے۔

۷۔ پرندوں کے پر کاٹنا اور ان کو معذور بنا دینا جائز نہیں ہے۔

۸۔ ان کو ان کی ضرورت کے مطابق غذا دینا اچھی بات ہے۔

۳۹۔ درختوں اور پودوں کی اہمیت:

انسان کا درختوں، پھولوں، پھلوں اور سبزہ زاروں سے چولی دامن کا ساتھ ہے۔ حضرت انسان نے جب بہشت میں سے نکل کر دنیا کی زندگی کا سفر شروع کیا اور آدم وحوا علیہما السلام نے دنیائی زندگی کی ابتدا کی تو ان کے اردگرد درختوں کے جھنڈ، پھلوں، پھولوں سے لدے ہوئے سرسبز شجر اور بڑے بڑے پتوں والے گھنے جنگلات تھے۔ ان سے جب جنت کا خوبصورت لباس چھینا گیا تو انھوں نے ان درختوں کے لمبے لمبے پتے اپنے جسم پر لپیٹے اور اپنے ستر چھپائے۔ ارشاد باری ہے:

آخر کار ان دونوں (میاں بیوی) نے اس درخت کا پھل کھا لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فوراً ہی ان کے ستر ایک دوسرے کے آگے کھل گئے اور لگے اپنے آپ کو جنت کے پتوں سے ڈھانکنے۔(۲۲۶)

اللہ تعالیٰ نے اپنی مبارک کتاب میں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات مبارکہ میں

Marfat.com

درختوں، پودوں، لہلہاتی فصلوں، ہرے بھرے باغات، رنگ برنگے مہکتے پھلوں اور پھلوں کا تذکرہ متعدد انداز سے کئی مرتبہ نعمتوں اور تمثیلی پیرایوں میں کیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں شجرہ (درخت) اور شجر کا کلمہ چھبیس مرتبہ آیا ہے، اور جنت اور جنات (باغات) کا ذکر تقریباً ڈیڑھ سو مرتبہ وارد ہوا ہے۔ درختوں اور پھلوں کے پس منظر میں کھجور اور انار کے درختوں، امرود، زیتون، انگور، بیر اور کیلوں اور دوسرے درختوں، پودوں اور پھلوں کا تذکرہ موجود ہے (المعجم المفهرس لالفاظ القرآن الكريم)۔ درختوں کے بارے میں آئندہ چند احادیث ملاحظہ کریں۔

عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ هم مَامِنْ مُسْلِمٍ يَغْرُسُ غَرْسًا اِلَّا كَانَ مَا اَكَلَ مِنْهُ لَهُ صَدَقَةً وَمَا سُرِقَ مِنْهُ صَدَقَةٌ وَمَا اَكَلَ السَّبُعُ فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ وَمَا اَكَلَتِ الطَّيْرُ فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ وَلَا يَزْرَؤُهُ اَحَدٌ اِلَّا كَانَ لَهُ صَدَقَةٌ (۲۲۷)

کوئی مسلمان جب کوئی پودا لگاتا ہے تو جو کچھ اس کے پھل سے خود کھا لیتا ہے وہ اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے اور اگر اس سے کوئی چوری کر لیتا ہے وہ اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے اور جو کچھ اس سے درندے کھا لیتے ہیں وہ بھی اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے، اور جو کچھ اس سے پرندے کھا لیتے ہیں وہ اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے اور اگر کوئی اسے نقصان پہنچاتا ہے وہ بھی اس لیے صدقہ ہوتا ہے۔

دین اسلام نے درختوں، باغوں، سبزہ زاروں اور کھیتوں کے بڑھانے، نئے درخت لگانے، باغات لگانے، پودوں، گھاس اور سبزے کو ترقی دینے کی بات کی ہے، اور درخت لگانے، پودے، گھاس اور سبزے کو بڑھانے کا اجر و ثواب اور اس کام کے عبادت ہونے کی حقیقت اور فضیلت بیان کی ہے۔ ابو ایوبؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے جو آدمی پودا لگاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے پودا لگانے پر اتنا ثواب لکھتا ہے کہ جتنی صلاحیت اس پودے کے اندر میوہ دینے کی ہو۔ اتنی مقدار میں گویا کہ اس شخص نے راہ خدا میں صدقہ کیا۔ (۲۲۸)

درخت لگانے، ان کی دیکھ بھال کرنے کے بارے میں احکامات کی تلخیص ان نکات میں کی جا سکتی ہے:

۱۔ پھل دار، سایہ دار درخت لگانے یا دیگر فائدوں والے درخت لگانے سے انسان کو بہت سی دعائیں ملتی ہیں، حضرت ابو درداءؓ اخروٹ کا درخت لگا رہے تھے تو ایک شخص نے کہا آپ تو اب بوڑھے ہو گئے ہیں اور اس کا پھل تو نا معلوم کتنے سال بعد کھانے جیسا ہو گا، انھوں نے کہا جب دوسرے اس کا پھل کھائیں گے تو کیا مجھے اس کا اجر نہیں ملے گا۔ (۲۲۹)

Marfat.com

۲۔ اللہ تعالیٰ نے درختوں، پودوں کا جو اہم فائدہ قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے وہ ہے ان کا پھل، فروٹ، غذائی ضروریات اور دوائی ضروریات کا کثیر تعداد میں پیدا کرنا، یہ ایسا فائدہ اور پہلو ہے کہ دنیا تا حال اس کا بدل تلاش یا پیدا نہ کر سکی۔ خالق کائنات نے جتنے اور جس قسم کے پھل پیدا کیے ہیں وہ اس کی عظیم نعمتوں میں سے ہیں۔ یہ پھل انسان کی غذا، علاج، قوت، لذت و فرحت اور شفاء کا باعث ہیں، آج اگر پھل ختم ہو جائیں تو دنیا کی آدھی نعمتیں اور رونقیں ختم ہو جائیں۔ لہٰذا درخت لگانے میں ان باتوں اور فائدوں کو ملحوظ رکھ کر درخت لگانے چاہییں۔

۳۔ درخت زمینوں کا تحفظ کرتے ہیں، انہیں خراب ہونے سے بچاتے ہیں، نیز ضائع ہونے اور کٹاؤ سے محفوظ رکھتے ہیں، اور اسے تھور اور سیم سے بچاتے ہیں، یہ زمین کو سیلاب کی تباہ کاریوں سے بچاتے ہیں۔

۴۔ علامہ سرخسیؒ نے لکھا ہے کہ ہمارے اکثر مشائخ اس بات پر متفق ہیں کہ شجر کاری اور کاشت کاری حلال تجارت سے افضل ہے، اس لیے کہ اس کا فائدہ بہت عام ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں میں افضل ترین انسان وہ ہے جو دوسرے لوگوں کے لیے مفید اور فائدہ رساں ہو، لہٰذا ایسا پیشہ اختیار کرنا جن کا نفع بہت عام اور وسیع ہو۔ لہٰذا بہ نسبت دوسرے پیشوں کے کاشت کاری افضل ہے کہ اس کا فائدہ ہر شخص بلکہ چرند اور پرند کو پہنچتا ہے۔

۵۔ حسین ابن علیؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

کھجور اور دوسرے درخت بونے والے کے موجودہ اہل و عیال کے لیے بھی باعث برکت ہے اور بعد میں آنے والی نسل کے لیے بھی ہے بشرطیکہ وہ شکر الٰہی کرتے رہیں۔ (۲۳۰)

۴۰۔ راستوں کے حقوق:

انسان کی وہ بنیادی ضروریات جن سے دن رات اسے واسطہ رہتا ہے ان میں سے راستے اور سڑکیں بھی ہیں۔ راستوں کے بارے میں قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں بڑی کثرت سے تذکرہ آیا ہے، اور ان کی ضرورت، ان کے کام اور نام، ان کے مقاصد و اغراض، انہیں کھلا رکھنے، تکلیف دہ چیز سے صاف رکھنے، ان پر بیٹھنے والوں، گزرنے والوں کے لیے آداب اور ذمہ داریاں بیان کی گئیں ہیں۔ نیز انہیں صاف اور کھلا رکھنے پر اجر و ثواب کی خوشخبری دی گئی ہے۔ اور ان کے حق ادا نہ کرنے پر گناہ کا بیان ہے۔

Marfat.com

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے راستے کے بعض حقوق بیان فرمائے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الخُدْرِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اِیَّاکُمْ وَالْجُلُوْسَ بالطُّرُفَاتِ، فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَالَنَا مِنْ مَجَالِسِنَا بُدٌّ نَتَحَدَّثُ فِیْھَا، فَقَالَ فَاِذَا اَبَیْتُمُ الْمَجْلِسَ فَاعْطُوْا الطَّرِیْقَ حَقَّہٗ، قَالُوْا مَا حَقُّ الطَّرِیْقَ یا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ غَضُّ الْبَصَرِ وَ کَفُّ الْاَذٰی وَرَدُّ السَّلَامِ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّھْیُ عَنِ الْمُنْکَرِ (۲۳۱)

حضرت ابوسعید خدریؓ نے روایت کی، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: راستوں پر بیٹھنے سے بچو، اس پر صحابہ میں سے بعض نے عرض کیا ہمارے لیے ان پر بیٹھنے کے سوائے کوئی چارہ نہیں ہے کیوں کہ ہم ان پر بیٹھ کر گفتگو کرتے ہیں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم گفتگو کرنا ہی چاہتے ہو تو راستے کا حق ادا کرو۔ انھوں نے پوچھا یا رسول اللہ راستے کے حقوق کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ نگاہیں پست کرنا، تکلیف رسانی سے رک جانا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔

اور ایک روایت میں حضرت معاذؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوے میں گئے (پڑاؤ کے وقت) لوگوں نے قیام گاہوں کی جگہوں کو تنگ کر دیا اور راستہ بند کر دیا۔ آپ ﷺ نے ایک آدمی بھیج کر اعلان کرایا کہ جو شخص قیام گاہوں میں تنگی پیدا کرے یا راستہ بند کرے گا تو اس کو جہاد کا ثواب نہیں ملے گا۔ (۲۳۲)

اسلام نے انسانوں پر تمام مخلوقات کے حقوق مقرر کیے ہیں۔ بعض حقوق کو بڑی تفصیل و تشریح سے بیان کیا ہے۔ ان میں حقوق العباد، حقوق اللہ اور حقوق النفس سرفہرست ہیں، پھر تمام حیوانات، نباتات اور جمادات کے درجہ بد درجہ حقوق کا تذکرہ موجود ہے۔ مذکورہ بالا حدیث میں راستوں کے حقوق بیان کیے گئے ہیں، اس بارے میں آپ کے متعدد دوسرے فرمودات وارشادات ہیں۔ انھیں جمع کرنے سے راستوں کے اداب وحقوق کا ایک مفصل باب سامنے آتا ہے۔

ایک حدیث میں آپ نے اماطۃ الاذی عن الطریق کا حکم دیا ہے یعنی راستے سے تکلف دہ چیز کو ہٹانا اور اس حدیث میں کف الاذی کا کلمہ ارشاد فرمایا ہے۔ ابوداؤد کی روایت میں بھولے بھٹکے کو راستہ بتانا اور مظلوموم کی مدد کرنا شامل ہے۔ غور کیا جائے تو اسلام کا تصور طریق (راستہ) اس طرح سامنے آتا ہے۔

Marfat.com

راستہ صاف رکھنا: اسلام انسانوں کی گزرگاہوں کو کشادہ، صاف، آرام دہ، پرامن اور سلامتی والا بنانا ہے۔ راستے پر پیشاب ورفع حاجت کرنا اور گندگی ڈالنا گناہ ہے۔

تکلیف دہ چیز کو ہٹانا: راستے پر سے تکلیف دینے والی چیزوں کو ہٹانا بڑی نیکی ہے۔ جس کی وجہ سے بعض اوقات بندہ جنت کا حقدار ہو جاتا ہے۔ تکلیف چاہے انسانوں کو پہنچے، چاہے حیوانوں یا کسی اور چیز کو پہنچے اسے ہٹانا چاہیے۔

راستے پر بیٹھ کر نیکیاں کمانا: مسلمان راستے پر کسی جائز مقصد کے لیے بیٹھا ہو تو وہ بہت سی نیکیاں کما سکتا ہے، جیسے لوگوں کو پانی پلانا، یا کھانا کھلانا، اپنی نظریں ناجائز باتوں کو دیکھنے سے بچانا، سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دینا، مظلوم کی مدد کرنا، اس کی منزل کا صحیح پتہ دینا وغیرہ۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا: ایک بڑی نیکی اور اعلیٰ صفت یہ ہے کہ وہاں بیٹھے بیٹھے بھی امر بالمعروف کرے، لوگوں کو نیکی، بھلائی اور فرائض کی یاددھانی کرائے، ان کو اسلام کی باتیں بتائے، احساس دلائے اور عمل کرنے پر ابھارے۔ نیز دوسروں کو برائی سے روکے، ٹوکے اور اس کی شناعت کا احساس دلائے اور بچانے کی کوشش کرے۔

راستے کو کشادہ رکھنا: اس کی کئی شکلیں سامنے آتی ہیں۔

۱۔ راستہ بند نہ کرے اس پر کوئی رکاوٹ نہ ڈالے، عام راستے پر دروازہ یا بیریئر نہ لگائے۔

۲۔ اینٹیں، پتھر کے ٹکڑے، بجری اور ریتی اور کچرا وغیرہ راستے پر نہ ڈالے۔ پیشاب اور پائخانہ رستے پر کرنا منع ہے۔

۳۔ بے جا یا راستے کے درمیان یا کناروں پر گاڑی کھڑی کر کے راستہ بند نہ کرے، ٹھیلہ راستے کے درمیان کھڑا نہ کرے۔

۴۔ خوشی اور غمی کے لیے راستے کے درمیان شامیانے لگا کر پروگرام منعقد نہ کرے۔

۵۔ شدید ضرورت کے سوائے نماز جناہ نہ پڑھے کیوں کہ اس سے بھی راستہ بند ہو جاتا ہے، اور ثواب کے بجائے گناہ ہوتا ہے، اسی طرح دوسرے کئی پروگرام ہیں وہ راستے پر منعقد نہ کیے جائیں جیسے شادی، جلسے، قوالی کی محفلیں، میلاد کا پروگرام۔

۶۔ راستے پر کسی قسم کا کھیل نہ کھیلا جائے۔ آتش بازی نہ کی جائے، پٹاخے نہ چھوڑے جائیں۔

۷۔ کسی قسم کی تجاوزات نہ کی جائیں۔ جب تک تجاوزات قائم رہیں گی اور لوگوں کو تکلیف ہوگی تو تجاوزات کرنے والے کو گناہ ملے گا۔

Marfat.com

۸۔ راستے پر کھلی نالیاں نہ بنانا، دیوار نہ بنانا اور کسی صورت میں عوامی راستہ بند نہ کرنا۔

۹۔ اسپتال، تعلیم گاہ اور مساجد کا راستہ روکنا نہیں چاہیے۔

۱۰۔ دیگر معاشرتی اور سماجی پروگرام بلاضرورت راستے پر منعقد نہیں کرنا چاہیے۔

راستے پر امن رکھنا: راستے پر لوٹ مار کرنا، ڈاکہ ڈالنا عام ڈاکوں اور چوریوں سے زیادہ برا ہے، اس میں ایک طرف خود اس برے فعل کا گناہ ہے اور راستے کی حق تلفی، اس کا مزید گناہ ہے۔

جنازہ قبرستان لے جانے کے لیے بھی میت اور اس کے ساتھ والے لوگ ایک طرف چلیں اور ایک طرف عام ٹریفک کے لیے چھوڑ دیں۔ قوانین چاہے معمولی ہوں یا بڑی ان کی پابندی کرنا ضروری ہے۔ خاص طور پر ایسے قوانین جن کی خلاف ورزی کرنے سے اپنی یا دوسرے کی جان خطرہ میں پڑے ناجائز ہے۔

راستے پر آرام نہ کرنا: آرام راستے سے ہٹ کر کیا جائے، حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

بستی بسانے، محلّہ آباد کرنے اور رہائشی مکان بناتے وقت چھوٹی گلیوں کو کم از کم سات ہاتھ (دس فٹ) کشادہ رکھنا چاہیے۔ (۲۳۳)

راستہ نہ صرف تمام لوگوں (مسلم و غیر مسلم) کے درمیان مشترک ہے بلکہ اس پر جانوروں کا بھی حق ہے۔ اس لیے ان کو روکنا، تنگ کرنا اور گزرنے نہ دینا نامناسب ہے۔

Marfat.com

حوالہ جات

۱۔ سورۃ ابراہیم ۱۴:۱

۲۔ تفسیر عثمانی، ص: ۳۳۸

۳۔ طبقات ابن سحرج ۱ ص ۳

۴۔ معالم التنزیل

۵۔ سورۃ القریش ۱۰۶:۴

۶۔ شرح المواہب اللدنیہ زرقانی۔ ج ۱، ص ۷۲

۷۔ بحوالہ سابق

۸۔ السیرۃ النبویہ ابن ہشام ج ۱، ص ۱۶۷

۹۔ الف) زرقانی/ ج ۱، ص ۹۴ ب) المواہب اللدنیہ۔ ج ۱ ص ۷۲

۱۰۔ زرقانی ج ۱، ص ۹۴

۱۱۔ المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۹۴

۱۲۔ زرقانی ج ۱: ۲۰۳

۱۳۔ ابوداؤد ج ۴: ۳۲۷

۱۴۔ الاصابہ ابن حجر عسقلانی ترجمہ عبداللہ بن مسائب

۱۵۔ زرقانی ج ۱۔ ص ۲۰۳

۱۶۔ الروض الانف۔ السہیلی ج ۱۔ ص ۱۰۰

۱۷۔ السیرۃ النبویہ ابن کثیر

۱۸۔ الصحیح البخاری باب بوء الوحی

۱۹۔ البقرۃ ۲: ۱۴۹

۲۰۔ البقرۃ: ۱۰۲ اور آلِ عمران/ ۱۶۴

۲۱۔ الجمعۃ ۶۲: ۲

۲۲۔ المفردات راغب اصفہانی۔ بذیل مادہ

۲۳۔ تفہیم القرآن ۱

۲۴۔ التوبہ: ۱۲۸

۲۵۔ یوسف: ۱۰۴

۲۶۔ الانبیاء: ۱۰۷

۲۷۔ سیرت ابنِ ہشام/ ج ۲، ص ۱۳۳

۲۸۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی/ سیرت سرورِ عالم۔ ج ۱، ص ۵۰۸

۲۹۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی/ سیرت المصطفیٰ۔ مکتبہ عثمانیہ لاہور

Marfat.com

۳۰۔ بخاری/ باب دعاء النبیؐ حدیث نمبر ۳۷۹

۳۱۔ بخاری/ کتاب المناقب، باب مقدم النبی ﷺ واصحابہ

ابن سید الناس/ عیون الاثر، ج ۱، ص ۳۱۵

۳۲۔ تفصیل کے لیے دیکھیے ابن سعد/ الطبقات، دار الاحیاء، بیروت۔ ج ۱، ص ۱۲۳

ابنِ حجر العسقلانی/ فتح الباری۔ ج ۶، ص ۳۸۷، و ج ۱۱، ص ۳۴۵

بخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی واصحابہ

۳۳۔ الصحیح البخاری۔ طبقات ابن سعد۔ ج ۱، ص ۱۲۳

۳۴۔ الجامع الصحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار

۳۵۔ بحوالہ سابق

۳۶۔ کتاب الجہاد، امام مسلم جامع صحیح

۳۷۔ سیرت ابنِ ہشام۔ السیرۃ النبویۃ۔ ج ۴، ص ۴۴۱۔۴۴۲۔ ڈاکٹر حمید اللہ

۳۸۔ الصحیح للبخاری کتاب، باب ۱۸۱

۳۹۔ الصحیح للبخاری، کتاب المغازی

۴۰۔ زرقانی۔ ج ۱، ص ۳۶۶ ☆ عیون الاثر۔ ج ۱، ص ۳۱۵

۴۱۔ الطبقات ابن سعد۔ ج ۱، ص ۳۹۲

۴۲۔ قاضی ثناء اللہ۔ عثمانی/ تفسیر مظہری۔ ج ۲، ص ۸۸

۴۳۔ الدار قطنی/ السنن۔ ج ۴، ص ۱۹۵

حلبی۔ ج ۲، ص ۲۷۲

۴۴۔ الطبقات ابنِ مسعود۔ ج ۴، ص ۵۹

۴۵۔ بخاری/ کتاب المغازی۔ باب غزوۃ الخندق حدیث ۴۰۹۷ تا ۴۱۱۶

۴۶۔ حوالہ سابق حدیث ۴۱۰۱۔۴۱۰۲

۴۷۔ بخاری/ ایضاً

۴۸۔ بخاری/ ایضاً۔ کتاب المغازی۔ باب خندق

۴۹۔ ابن تیمیہ/ مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام۔ دار العالم الکتب الریاض۔ ج ۱۱، ص ۳۲۵

۵۰۔ احمد شہاب الدین الخفاجی/ نسیم الریاض۔ جلد ۳، ص ۲۸

۵۱۔ صحیح مسلم۔ کتاب الاشربہ، باب اکرام الضیف، نمبر ۵۳۰۹

۵۲۔ الحشر: ۱۸

۵۳۔ مسلم کتب الزکوٰۃ/ باب الحث علی الصدقہ، ص ۱۵۹

۵۴۔ ایضاً

۵۵۔ بخاری/ باب حسن الخلق والسخاء

Marfat.com

۵۶۔ شمائل ترمذی/ باب ماجاء فی تواضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
۵۷۔ شمائل ترمذی/ باب ماجاء فی تواضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
۵۸۔ زرقانی/ ج۴،ص۲۶۵
۵۹۔ سنن ابی داؤد/ کتاب الجنائز۔ نمبر۳۱۰۱
۶۰۔ بخاری/ الادب المفرد
۶۱۔ ایضاً
۶۲۔ بخاری/ کتاب المرضی
۶۳۔ ایضاً
۶۴۔ سلیمان منصور پوری/ رحمۃ للعالمین۔ ج۱،ص۱۹۷
۶۵۔ زرقانی
۶۶۔ صحیح مسلم/ کتاب الاشربۃ، باب اکرام الضیف۔ حدیث نمبر۵۳۷۹
۶۷۔ شمائل ترمذی/ باب ماجاء فی تواضع رسول اللہ
۶۸۔ ان تمام واقعات کے لیے دیکھیے: شبلی نعمانی/ سیرت النبی۔ ج۱،ص۱۹۵
۶۹۔ محمد بن یوسف الصالحی الشامی/ سبل الہدی والرشاد۔ بیروت ۱۹۹۳ء۔ ج۲،ص۷۲
۷۰۔ زرقانی/ ج۱،ص۴۴۵
۷۱۔ ایضاً۔ ص۴۱۱
۷۲۔ النساء۴:۵
۷۳۔ علی متقی الہندی/ کنز العمال رقم ۱۶۶۸۲۔ التراث الاسلامی
۷۴۔ مسلم الزکوٰۃ/ رقم الحدیث ۹۸۔۱۰۰
۷۵۔ مسلم/ رقم ۲۳۱۴
۷۶۔ بخاری/ ج۱،ص۴۸۴
۷۷۔ نسائی/ کتاب القسامہ، باب القود فی الجبذہ
۷۸۔ بخاری/ کتاب البیوع، باب شراء الدواب والحمیر
۷۹۔ بخاری: ج۵،ص۲۲۴۱ رقم:۵۶۷۶۔ مسلم: ج۲،ص۶۹۹، رقم:۱۰۰۸
۸۰۔ مسلم: ج۱،ص۲۰۴، رقم ۲۲۳
۸۱۔ بخاری: ج۲،ص۷۳۰، رقم ۱۹۶۶ء
۸۲۔ بخاری: ج۳،ص۱۰۹۰، رقم ۲۸۲۷
۸۳۔ الشوریٰ:۱۵
۸۴۔ مسلم، باب استحباب طلاقۃ الوجہ
۸۵۔ مسلم، فضل ازالۃ الاذی عن الطریق، رقم:۶۶۶۹ تا ۶۶۷۱

Marfat.com

۸۶۔ الحجرات:۱۳

۸۷۔ ہیثمی/مجمع الزوائد: ج۸،ص۱۹۱

۸۸۔ المعجم الکبیر: ج۱۲،ص۳۵۷

۸۹۔ بحوالہ سابق

۹۰۔ شعب الایمان: ج۶،ص۱۲۳،رقم۷۶۷۸

۹۱۔ رواہ حارث بن ابی امامہ

۹۲۔ مسلم: ج۴،ص۲۰۷۴،رقم۲۶۹۹

۹۳۔ المنذری/اربعون حدیثاً من اصطناع المعروف

۹۴۔ حاکم/المستدرک: ج۱،ص۷۳،رقم۵۹

۹۵۔ ابوداؤد: ج۴،ص۲۶۳،رقم۴۷۷۵

۹۶۔ بخاری: ج۱،ص۳۰،رقم۵۶

۹۷۔ بخاری: ج۲،ص۹۶۸،رقم۲۵۲۵

۹۸۔ حم السجدہ:۴۶

۹۹۔ مسلم: ج۴،ص۲۰۷۴،رقم۲۶۹۹

۱۰۰۔ المائدہ:۲

۱۰۱۔ ابوبکر فرائطی/مکارم الاخلاق

۱۰۲۔ مسلم: ج۴،ص۱۹۹۹،رقم۲۵۸۵

۱۰۳۔ بخاری: ج۵،ص۲۳۱۸،رقم۵۶۶۵

۱۰۴۔ تفسیر ابن کثیر، ج۲،ص۶

۱۰۵۔ بخاری/کتاب الصلح: رقم۲۶۹۰

۱۰۶۔ الحجرات:۹،۱۰

۱۰۷۔ البقرہ:۲۲۵

۱۰۸۔ کتاب الصلح/رقم۹۲۲۶

۱۰۹۔ منہاج الصالحین، ص۴۱۹

۱۱۰۔ ترمذی: ج۵،ص۴۱،رقم۲۶۷۰

۱۱۱۔ النساء:۸۵

۱۱۲۔ بخاری، کتاب الزکاۃ، رقم:۱۴۳۴

۱۱۳۔ ابوداؤد

۱۱۴۔ مسلم: ج۳،ص۱۳۱۵،رقم۱۶۸۸

۱۱۵۔ مسلم: ج۳،ص۱۳۸۴،رقم۱۶۶۲

Marfat.com

۱۱۶۔ بخاری/کتاب الایمان، باب المعاصی من امر الجاہلیۃ

۱۱۷۔ مسلم: ج۳، ص۱۳۸۴، رقم ۱۶۶۳

۱۱۸۔ ابن ماجہ

۱۱۹۔ صحیح البخاری، باب الادب وحسن الخلق السخاء

۱۲۰۔ ترمذی، باب الفتن

۱۲۱۔ مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل اعانۃ الغازی

۱۲۲۔ ابوداؤد: ج۴، ص۳۳۳، رقم ۵۱۲۸

۱۲۳۔ ابوداؤد، کتاب العلم، باب التوقی فی الفتیا

۱۲۴۔ بخاری، کتاب العتق، باب ای الرقاب افضل۔ مسلم، کتاب الایمان

۱۲۵۔ فتح الباری، ج۵، ص۹

۱۲۶۔ مسلم: ج۴، ص۱۹۹۰، رقم ۲۵۶۹

۱۲۷۔ بخاری: ج۵، ص۲۰۵۵، رقم ۵۰۵۸

۱۲۸۔ بخاری، کتاب الجنائز

۱۲۹۔ بخاری، کتاب الجنائز

۱۳۰۔ ترمذی: ج۴، ص۳۲۲۔ رقم ۱۹۲۰

۱۳۱۔ ابوداؤد: ج۲، ص۱۲۰، رقم ۱۶۴۱

۱۳۲۔ بخاری، کتاب الزکوۃ، باب اجر المرأۃ۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، اجر الخازن

۱۳۳۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب اجر الخازن

۱۳۴۔ بیہقی/السنن الکبری: ج۶، ص۳۳۱، رقم ۱۲۶۸۴

۱۳۵۔ ابوداؤد: ج۴، ص۲۶۱، رقم ۴۸۴۳

۱۳۶۔ مسلم: ج۱، ص۳۴۱، رقم ۴۶۷

۱۳۷۔ المعجم الکبیر: ج۱، ص۳۰۴

۱۳۸۔ البقرہ: ۲۸۰

۱۳۹۔ متفق علیہ

۱۴۰۔ تفسیر ابن کثیر، ج۱، ص۳۳۵

۱۴۱۔ مسلم: ج۳، ص۲۴، ص۱۶۰۰

۱۴۲۔ الدار قطنی: ج۳، ص۴۶

۱۴۳۔ بخاری کتاب الادب باب من یسط لہ فی الرزق

۱۴۴۔ بخاری کتاب الادب، باب صلۃ الرحم

۱۴۵۔ الطبرانی

Marfat.com

۱۴۶۔ مسلم: ج۱، ص۳۴۱، رقم ۴۶۷

۱۴۷۔ الترمذی: ج۴، ص۳۷۲، رقم ۲۰۲۲

۱۴۸۔ ترمذی: ج۴، ص۳۳۹، رقم ۱۹۵۶

۱۴۹۔ سنن ابوداؤد

۱۵۰۔ بخاری، کتاب النفقات

۱۵۱۔ الضحیٰ: ۱۰

۱۵۲۔ سنن نسائی، کتاب الادب، باب ردالسائل

۱۵۳۔ ترمذی: ج۴، ص۵۷۷، رقم ۲۳۵۲

۱۵۴۔ صحیح البخاری۔ کتاب الایمان، باب اطعام الطعام من الاسلام

۱۵۵۔ جامع ترمذی۔ ابواب صفة القیامة، باب حدیث افشوا السلام

۱۵۶۔ مشکوٰۃ: کتاب الزکوٰۃ۔ باب فضل الصدقه

۱۵۷۔ تفسیر قرطبی

۱۵۸۔ ترمذی، ابواب الاطعمۃ: رقم ۱۸۳۲

۱۵۹۔ جامع الترمذی۔ ابواب صفة القیامة.....

۱۶۰۔ سنن نسائی: کتاب الوصایا، ذکر الاختلاف

۱۶۱۔ صحیح بخاری: کتاب المساقات، باب من منع ابن سبیل من الماء

۱۶۲۔ ابن ماجہ: ابواب الرھون، النھی عن الماء و فضل الماء

۱۶۳۔ مسند احمد بن حنبل: ج۶، ص۴۰۱

۱۶۴۔ ملاحظہ کیجیے حوالہ نمبر ۶

۱۶۵۔ الاعراف: ۲۲

۱۶۶۔ الجامع الصحیح للبخاری: کتاب اللباس: رقم ۵۸۱۰

۱۶۷۔ المعجم الکبیر: ج۱۲، ص۳۳۱

۱۶۸۔ رواہ البخاری۔ الترمذی باب ماجاء فی رحمۃ الیتیم

۱۶۹۔ الطبرانی بحوالہ منہاج الصالحین ۶۸۲

۱۷۰۔ بحوالہ سابقہ

۱۷۱۔ سنن ابی داؤد

۱۷۲۔ صحیح البخاری: کتاب الاداب، باب حسن الخلق والسماحة وما یکرہ من البخل، فتح الباری: ۱۰، ص۴۵۵

۱۷۳۔ ابی نعیم/ دلائل النبوۃ: ص۱۴۱

۱۷۴۔ بخاری۔ کتاب النکاح۔ باب ۳

۱۷۵۔ النور: ۳۲

Marfat.com

۱۷۶۔ ابن ماجہ: ابواب النکاح: ج۱،ص ۱۳۵

۱۷۷۔ النور:۳۲

۱۷۸۔ ابن کثیر: ج۳،ص ۲۸۶

۱۷۹۔ سنن نسائی کتاب النکاح: ج۲،ص ۶۹

۱۸۰۔ بخاری۔ کتاب الجهاد، باب فضل من جهز غازیا، رقم:۲۸۴۳

۱۸۱۔ بخاری الکتاب بحوالہ سابق: رقم ۲۸۴۴

۱۸۲۔ ابوداؤد: کتاب الجہاد، رقم ۲۵۱۳

۱۸۳۔ البخاری

۱۸۴۔ تفسیر القرطبی: ج۱۹،ص ۱۲۹

۱۸۵۔ الطبقات الکبری: ج۴،ص ۱۳

۱۸۶۔ البخاری، کتاب الطلاق، باب ۴۶، رقم ۵۳۳۴

۱۸۷۔ ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور الترمذی

۱۸۸۔ کنزل العمال: ج۱۶،ص ۳۲۳

۱۸۹۔ مجموعہ قوانین اسلام/جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن: ج۵،ص ۱۷۰۱

۱۹۰۔ منہاج الصالحین/عزالدین بلیق: ۸۸۳

۱۹۱۔ البقرہ: ۲۸۸

۱۹۲۔ السنن الکبری: ج۸،ص ۳۵۸

۱۹۳۔ الترمذی مع شرح ابن: ج۶،ص ۷۸۔ مزید تفصیل ملاحظہ کریں ابوداؤد کتاب الدیات ج۴،ص ۳۳۵، کتاب الجہاد،ص ۳۸۰، بخاری کتاب الجهاد، باب امان النساء، ج۲،ص ۱۳۹

۱۹۴۔ سنن نسائی

۱۹۵۔ مسند احمد: ج۵،ص ۲۵۶، ۲۵۷

۱۹۶۔ صحیح بخاری کتاب الادب، باب حسن الخلق والنساء

۱۹۷۔ صحیح مسلم۔ المساجد ومواضع الصلوٰۃ

۱۹۸۔ رواہ مسلم

۱۹۹۔ متفق علیہ

۲۰۰۔ مسند احمد: ج۶،ص ۱۳۷

۲۰۱۔ صحیح البخاری کتاب الاحکام: رقم ۷۱۷۲

۲۰۲۔ صحیح البخاری کتاب الایمان، رقم ۱۳۹

۲۰۳۔ بخاری ومسلم باب نزول الوحی

۲۰۴۔ البخاری

Marfat.com

۲۰۵۔ صحیح بخاری/ کتاب المظالم، باب اعن اخاک ظالماً او مظموماً

۲۰۶۔ سنن ابی داؤد/ کتاب الادب: ج ۲، ص ۱۹۰

۲۰۷۔ مشکوٰۃ المصابیح

۲۰۸۔ القصص: ۱۴

۲۰۹۔ معارف القرآن/ اعتقاد پبلشنگ، دہلی۔ ۱۹۹۳ء: ج ۶، ص ۶۲۵

۲۱۰۔ روم: ۳۸

۲۱۱۔ صحح للبخاری

۲۱۲۔ رواہ ابوداؤد

۲۱۳۔ رواہ مسلم

۲۱۴۔ بخاری شریف، ابواب الحرث والمزارعة

۲۱۵۔ سنن ابوداؤد

۲۱۶۔ ابوداؤد: کتاب الجهاد، باب وسم الدابة

۲۱۷۔ مشکوٰۃ، کتاب الصیدو الذبائح

۲۱۸۔ مسلم: کتاب الصید والذبائح

۲۱۹۔ الملک: ۱۹

۲۲۰۔ ابوداؤد/ الجہاد: ج ۳، ص ۱۲۵، رقم ۲۶۷۵۔ الاداب: ج ۵، ص ۳۱۹۔ المعجم الکبیر: ج ۱۰، ص ۲۱۸، رقم ۱۰۳۷۵

۲۲۱۔ بخاری کتاب الذبائح والصید باب مایکرہ من المثلة والمصبورة والجنة

۲۲۲۔ مشکوٰۃ الصید والذبائح

۲۲۳۔ نسائی کتاب الضحایا: ص ۶۷۹

۲۲۴۔ بخاری کتاب الانبیاء: ص ۴۹۵

۲۲۵۔ ابوداؤد۔ کتاب الجہاد

۲۲۶۔ طہ: ۱۳۰۔۱۳۱

۲۲۷۔ کنزل العمال: ج ۳، ص ۸۹۲

۲۲۸۔ حوالہ سابقہ

۲۲۹۔ التراتیب الاداریہ: عبدالحی کتانی

۲۳۰۔ کنز العمال: ج ۱۲، ص ۳۷۰

۲۳۱۔ سنن ابوداؤد: ۴۸۱۵، ۴۸۱۶۔ صحیح البخاری/ کتاب الاستدلال: رقم ۶۲۲۹

۲۳۲۔ ابوداؤد/ الجہاد: ص ۸۸

۲۳۳۔ ابن ماجہ کتاب الاحکام

Marfat.com

مؤلف کے حالاتِ زندگی

نام: امیر الدین مہر

سالِ ولادت: 1936ء

ابتدائی تعلیم: قرآن مجید ناظرہ اور سندھی پرائمری گوٹھ پیارو کھوسو ضلع جیکب آباد 1939ء سے 1943ء

درسِ نظامی کی تعلیم: فارسی اس دور کے مروجہ نصاب کے مطابق 49-1948ء

درسِ نظامی عربی: 1950ء تا 1957ء مدرسہ انوار العلوم۔ پیارو کھوسو تحصیل ٹھل ضلع جیکب آباد

طبِ یونانی کی تعلیم: (جزوقتی) فارسی و عربی کتب سے 1950ء سے 1956ء

عصری علوم کی تعلیم: مولوی عربی، مولوی عالم اور مولوی فاضل 1961ء تک۔

مولوی اور مولوی عالم میں پہلی پوزیشن اور مولوی فاضل میں دوسری پوزیشن

میٹرک سے ایم اے تک 1962ء سے 1971ء تک جامعہ سندھ

ایم۔اے میں پہلی پوزیشن اور جامعہ سندھ کی طرف سے گولڈ میڈل ملا

تدریس: مدرسہ، ہائی اسکول، کالج اور یونیورسٹی کی سطح تک 1955ء سے تا حال جاری ہے

دعوت و تبلیغ: درسِ قرآن و حدیث، خطبہ جمعہ، تقریر 1952ء سے اور ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے 1977ء سے جاری ہے

اساتذۂ کرام: میانجی علی محمد لاشاریؒ، مولانا میر محمد لاشاریؒ، مولانا علی محمد کیپوتہؒ، مفتی ولی حسن خان ٹونکیؒ، پروفیسر سید محمد سلیمؒ، مولانا سید وصی مظہر صاحب ندوی، پروفیسر محمد یٰسین (ایم اے انگریزی۔ بنارس یونیورسٹی)

ترجمہ و تالیف و تصنیف: باقاعدگی کے ساتھ 1971ء سے تا حال جاری ہے

حلقہ ارادت: حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجویؒ سے طالب علمی کے زمانہ میں اپنے استاد میانجی علی محمدؒ کے ساتھ بیعت کی۔

Marfat.com

مصنف کی تصانیف وتالیفات وتراجم

☆ تفسیر سورۃ الحجرات (اردو، سندھی)

☆ املھ ماٹک (مجموعہ احادیث سندھی)۔ چار ایڈیشن

☆ دعوت وتبلیغ میں مساجد کا کردار (اردو)۔ چار ایڈیشن

☆ حفظانِ صحت (ترجمہ احادیث فی الصحۃ۔ اردو)

☆ املھ ہیرا (ترجمہ مختار الحسن واصح من الحدیث الشریف۔ سندھی)

☆ خطبات جمعہ (تالیف سندھی)

☆ ترجمہ قرآن مجید (سندھی)۔ متعدد ایڈیشن

☆ ترجمہ تفسیر تفہیم القرآن (جلد دوم تا ششم۔ سندھی)۔ متعدد ایڈیشن

☆ موتی مٹیادار (ترجمہ وتشریح اربعین نووی سندھی)۔ دو ایڈیشن

☆ سخن دلنواز (ترجمہ فی اصول الحوار۔ اردو)

☆ اربعین نووی (ترجمہ وتشریح۔ اردو)۔ تین ایڈیشن

☆ گفتگو کا سلیقہ (تالیف اردو)۔ دو ایڈیشن

☆ خلاصہ تفہیم القرآن (مولانا مودودی تلخیص مولانا صدرالدین اصلاحی۔ سندھی)

☆ رحمت ہی رحمت (چہل حدیث۔ ترجمہ وتشریح)۔ دو ایڈیشن

☆ اصلاحِ معاشرہ میں مسجد کا کردار (اردو)

☆ خدمت میں عظمت (اردو)

غیر مطبوعہ کتب

☆ علم النحو (مولانا مشتاق احمد چرتھاولی۔ تشریح وتسہیل مع تمارین)

☆ سفرنامہ حرمین مع احکامِ حج وعمرہ (سندھی)

تحقیقی مضامین

☆ رسالہ ''فکر ونظر'' اسلام آباد۔ ''ترجمان القرآن'' لاہور، ''ایشیا'' لاہور

☆ بہت سے دعوتی واصلاحی مضامین (ملک کے اردو اور سندھی رسائل جرائد اور اخبارات میں طبع ہوئے)

Marfat.com

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ

كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ

كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

Marfat.com

سراپا رحمت

رحمت عالم ﷺ اور رفاہی کام



پروفیسر امیر الدین مہر

297.99
2 اسراپ
8002

سرائی اکیڈمی
میرپور خاص

Marfat.com